نمبر ۲

سنت سنگھ جیہوں سنگھار دنیا دی بستی

سنت سنگھ دی صحبت فقرا

سنت سنگھ دی صحبت فقرا

لاہور مطبع [illegible] پریس [illegible]

ست سنگ یعنی صحبت نمبر ۱

انسان کا دل صحبت کا اثر جلد قبول کرتا ہے۔ ست سنگ یعنی صحبت نیک سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ جس طرح توہمات اور مغالطوں میں پڑنے سے کوسوں کی دوری ہو گئی ہے۔ ویسے ہی ست سنگ اور ست سنگ کی غلط مراد دلوں میں سما گئی ہے۔ ست سنگ دین اور دنیا بہتری اور پرلوک کی بھلائی کا یقینی ذریعہ ہے۔ لیکن ایسی صحبت نہ میسر آتی ہے۔ اس لئے لوگوں کے بار بار اصرار کرنے پر اس پاکی ست سنگ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ تاکہ حقیقت کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ اس کے سلسلہ میں نفس مطلب کی وضاحت خوب ہو سکتی اور بوڑھے اور نوجوان۔ مرد اور عورت سب اس سے یکساں فائدہ حاصل کر سکیں گے ۔

اس کی ایک ایک کتاب میں ایک ایک مضمون تفصیل کے ساتھ زیر بحث آئیگا۔ اور وہ ایک مضمون خود نوعیت یا نوعیتوں سے خالی نہ ہوگا۔ تاہم یہ کوشش بھی مدنظر رہے گی کہ کسی کسی نمبر میں مختلف مضامین کی ترتیب کا بھی سامان ہو۔ جس کے طفیل ہر رنگ و ایک سے خیال کے مطالعہ سے ست سنگ کا فائدہ حاصل ہوتا رہے ۔

اسے دوستوں میں رواج دیجئے۔ نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کا شوق دلایئے۔ اگر کسی نے ایک نمبر بھی پڑھ لیا۔ تو خود اس کا شایق بن جائے گا۔ اور اپنی زندگی کی آپ اصلاح کرسکے گا۔ زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہ رہے گی ۔

یہ سلیس عبارت اور آسان زبان میں لکھا جاتا ہے۔ تاکہ عام فہم ہو۔ اور مضامین کو اس سہولت کے ساتھ سہل بنایا جاتا ہے کہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت محسوس نہ ہو۔

اس کی موجودگی میں اگر اب بھی کسی کو یہ شکایت رہے۔ کہ نیک صحبت نہیں نصیب ہوتی۔ سمجھنا چاہئے۔ کہ ابھی تک ست سنگ کی مراد ذہن نشین نہیں ہوئی ۔

زیادہ کہنا لاحاصل ہے۔ ایک مرتبہ شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اور اگر پھر بھی اس کے سریع التاثیر اور زندگی کے بہتر بنانے کی یقینی کوشش کی نسبت شک رہے۔ تو سوائے اس کے ہم اور کچھ نہ کہیں گے۔ کہ ہم کو اپنے فرائض کے انجام دینے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ گو ہم اپنے خیال کو کبھی صحیح تسلیم کرنے والے نہیں ہیں ۔

اگر ہم سچے۔ بالکل اور با اصول ہیں۔ تو ہمارا ست سنگ بھی ایسا ہی ثابت ہوگا۔

شیو۔ لاہور

[illegible] ۱۹۲۶ء

رادھا سوامی دیال کی دیا۔ رادھا سوامی سہائے

سنت ستگورو یعنی صحبت فقرا

تیسرا نمبر

گورو کے چرن کمل میں پرارتھنا

چھند

(۱) ستو گورو بھگتی تمہری میرے انگ سنگ
بھون کال کرم کو انگ بھنگ

(۲) رہا ہے نہیں مایا موہ آن نج روپ کا تم تو اپنے گیان
لگے چرن کمل میں میرا دھیان چڑھے پرارتھنا کا رنگ ڈھنگ

(۳) سنسار ہے یہ دُرمتی کی کھان دُکھ سے ہیں جیو دُکھت مہان
تم دانا ہو ستگورو سُجان بس میں کر دو میرا من ترنگ

(۴) گھونگھٹ کا پٹ کھول دیا ہے آج — ساجوں بیگتی کا پریم ساج
سکھ سمپت چھوڑیں نہیں کاج — سُرت اُڑے گگن میں جوں پتنگ

(۵) دبدھا بھنوران جاہ ناس — نرگن تین دن پہ شرت نواس
پر گئے سکھ آنند بلاس — بانٹے بہت جیتے میں الکی اُمنگ

(۶) - چڑھ سہس کمل دل ترکٹی جائے — سُن میں گورو مورت دھیان لگائے
بنسی دھن بھنور گپھا بجائے — دکھلا دو ست پد کا ستسنگ

(۷) - لکھ الکھ اگم کی راہ باٹ — پہنچوں رادھا سوامی اگھٹ گھاٹ
اُلٹوں جنم مرن کا ٹھاٹ — گھٹ میں میرے بجے مردنگ

نئی نئی غزلیں

(۱)

بجا جو پوچھے معتبر کتاب میں آیا — بہ طرز نشہ وہ جام شراب میں آیا
ذرا تو اپنے سوالوں پہ جان کیوں دیتے — سوال کر کے وہ شکل جواب میں آیا
جو جاگتے ہیں تو دل میں اُسی کو پاتے ہیں — جو سوئے خواب کی صورت وہ خواب میں آیا
قرار دیتے ہیں خاموش عندلیبی بھی — برنگ حسن وہ اُبھری شباب میں آیا
کہیں ہے نور کہیں سایہ کیا کہے کوئی — کہیں ہے آب کہیں وہ سراب میں آیا

کمال اُس نے دکھایا ہے اپنا شاہ کمالی
اِدھر اُدھر وہ جہاں خراب میں آیا

(۲)

ہے عہدِ پیری بھی شغلِ شباب کے قابل
کھلی ہوئی میری آنکھیں ہیں خواب کے قابل

طلسمِ دہرِ فریب و دغا کا ہے منظر
کہ سطحِ ریگ ہے ہر دم سراب کے قابل

بجھا جو شمع پہ پروانہ جل کے خاک ہوا
ثواب کرتے بنا وہ عذاب کے قابل

حریصِ طمع نے کی طمع اسکی نظروں میں
یہ تین حرف ہوئے انتخاب کے قابل

بگڑتی بنتی ہے بن کر بگڑتی ہے دنیا
جہاں ہمیشہ رہا انقلاب کے قابل

(۳)

نہیں یہ اشک جگر کے ہیں ٹکڑے رب کی قسم
پگھل کے آتشِ الفت سے بہتے ہیں گھل کر

وہ ہیرا ہوں کہ مژگاں کے تیر کاٹے سے
برنگِ دُرِّ صدف اشک گرتے ہیں چھن کر

چڑھا کے تختِ سلیماں پہ لے اڑے سوئے عرش
عقابِ ابر میرے شاہِ دل کو پل چل کر

بیانِ شمع سرِ بزمِ دل تھا شعلہ فگن
بجھا دیا اسے یک دم میں ہم نے خود جل کر

نظارہ گنگ و جمن کا کمال دکھلا دو
فراقِ یار میں آنسو بہاؤ تم کھل کر

(۴)

بستیاں آباد جو پہلے تھیں ویراں ہو گئیں
ہستیاں بٹ بٹ کے اجڑیں پریشاں ہو گئیں

گھٹ رہا تھا دم گلے میں انکی صورت دیکھکر
مر مٹے اور مشکلیں سب آپ پہ آساں ہو گئیں

دل کی خواہش میں آنکھیں پہلے کرتی تھیں شاد شاد
جب نظر ان پر پڑی تب سخت حیراں ہو گئیں

بزم میں چھیڑتے ہیں گل لگا سینہ مجھ سے سنو
شمع کی آنکھیں مری حالت پہ گریاں ہو گئیں

کون کہتا ہے بگڑ گیوں پہ ہے مری خندہ زناں
دل کی جمعیت کی یہ سب ساز و ساماں ہو گئیں

(۵)

گیند کی طرح اگر دل کو اچھالا ہوتا
ہاتھ آ جاتا اگر ہوش سنبھالا ہوتا

جیون سدھار

یعنی

زندگی کی اصلاح

جنم مرن دُکھ یاد کر۔ کوڑے کام نوار
جن جن پنتھوں چالنا سوئی پنتھ سنوار
(کبیر صاحب)

زندگی کی اصلاح ہر انسان کا شغل اور عمل ہونا چاہیئے۔ اس کے بغیر آرام و آسائش کا امکان محال ہے۔

باہتمام بابو امرناتھ شاد الصاف سٹیم پریس لاہور میں چھپا

تمہید

کتاب بھرت کے قصہ سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدا میں مختصر طور پر شاستروں کے بموجب داستان شروع ہوئی ہے۔ مگر پڑھ کر کوئی نہ گھبرائے۔ آگے چل کر مضمون نہایت دلکش اور دلچسپ ہوتا جائیگا۔ اور بہ آسانی "سنتمت" جس کے راز اور طریقوں سے واقفیت ہوتی جائے گی۔

۱۲۔ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء رشو۔ لاہور

فہرست مضامین

جیون سُدھار

یعنی

زندگی کی اصلاح

نغمۂ یزدانی

وہم جب اُس کو ہُوا اپنی خود آرائی کا
نور دن رات بڑھا چشمِ تماشائی کا

رنگ دیکھیں تو ہوں رنگ بو گلوں میں کثرت سے
شوق مالی کو ہُوا ہے چمن آرائی کا

اُس کی صورت پہ نظر پڑتے ہی حالت بدلی
جذبۂ شوق بڑھا آپ ہی سودائی کا

ہے لطافت میں کثافت کا نظارہ ظاہر
دودھ ہی میں ہے اثر دودھ کی بالائی کا

خانہ برباد ہوئے عشق جو دل میں آیا
اب تصور ہو کہاں۔ باپ بہن بھائی کا

آبِ حیواں کی ہوس میں ہو خطا کا کیا ڈر
کب پیاسے کو کبھی خوف ہُوا کائی[1] کا

دل کی جانب سے نظر اور طرف کیا دیکھیں
ہے تشنج مرا۔ خالق۔ مری انگڑائی کا

حد سے بیگانے ہوئے جب گھر سے نکل کر دشت آئے
پاؤں کو وہم ہُوا بادیہ پیمائی کا

کہاں وحدت میں مزہ لطف جو ہے کثرت میں
بھول کر خیال نہیں ہے ہمیں یکتائی کا

[1] سبز تہ جو پانی پر جمی رہتی ہے ۔

جُر جھرت کی کہانی

جھرت کا راجہ ہونا

طرز قصہ ہے جُدا - صورت افسانہ جُدا
حال مسجد ہے جُدا - حالت بُتخانہ جُدا

کون جانے کتنی صدیاں گذریں - کوئی کہتا ہے لاکھوں برس ہو گئے - کسی کے خیال میں ہزاروں سالوں کی کہانی ہے - کچھ بھی ہو - نہ ہمیں اُس کی قدامت پر بحث ہے - اور نہ ہم سال اور برس کا حساب لگانے آئے ہیں - صرف قصہ سنانا - اور قصہ کے پیرایہ میں نفس مضمون کو ذہن نشین کرانا مقصود ہے +

ایک زمانہ تھا جب اس ملک میں رشبھ دیو کی حکومت تھی - یہ عالی دماغ حکمراں حد درجہ کا اولوالعزم - باہمت - اور طاقتور تھا - اس کے سو لڑکے تھے - کیونکہ اُس وقت انسان کی عمر زیادہ ہوتی تھی - اور مردوں کے درمیان ایک سے زیادہ بیاں کرنیکا رواج تھا - موجودہ تہذیب صرف ایک ہی شادی کو جائز قرار دیتی ہے - لیکن یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے - جب دُنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ بہت بڑھ جاتی ہے - تب مجبوراً مصلحتاً - اور عموماً دانشمند انسان اس قسم کے رسم و رواج جاری کرتے ہیں کہ ایک مرد کے ساتھ کئی عورتیں رہیں - جب اُنکی تعداد مساوی یا قریب برابر ہوتی ہے تب ایک شخص کو ایک سے زیادہ عورت کرنیکا حق نہیں دیا جاتا - قانون میں تنسیخ اور ترمیم کا اہتمام ہونا مقتضائے وقت اور مصلحت پر موقوف ہے - مقصد صرف یہ ہے کہ مجلسی امن و امان قایم رہے اور انسانی افراد کے دنیا

اس قسم کے طرزِ معاشرت کو جاری کیا جائے ہے کہ فتنہ اور فساد کا امکان کسی حد تک کم ہو جائے۔ اور اگر اس اصول کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ تو پھر شر اور فساد کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اور ناخوشگوار حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تہذیب اور طرزِ تمدن صرف نسبتی لفظ ہے۔ جب جیسی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اُس وقت اُسی قسم کے قانون گھڑ کر اس کی پابندی کا ضابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور ہمیشہ ہی ایسا ہوتا رہیگا۔ ہر زمانہ کے لئے قطعی طور پر یہ فیصلہ نافذ کرنا کہ ایک مرد صرف ایک ہی عورت پر اکتفا کرے نادانی ہے۔ یہ سبب ہے۔ کہ عورتوں کی کثرت کے وقت دُنیا میں کثیر الازدواجی کا طریقہ جاری کرنا پڑتا ہے۔ اور اس تعداد کی کمی کے وقت اور قاعدہ چلایا جاتا ہے۔ یہ سبب ہے۔ کہ رشبھ دیو کی کئی رانیاں تھیں۔

ان کے بطن سے سو لڑکے پیدا ہوئے۔ بھرت ان سب میں نہایت نیکبخت نہایت سمجھدار۔ اور نہایت ہی سلیم الطبع شہزادہ تھا۔ اور وہ سب میں بڑا تھا۔ رشبھ دیو بطور خود بہت عالم۔ عاقل۔ اور دُور اندیش فرمانروا تھا۔ پہلے یہ دستور تھا کہ راجہ ہی قوم کا سردار ہوتا تھا۔ اور ساتھ ساتھ وہی مذہبی پیشوا سمجھا جاتا تھا مذہبی پیشوائی کے اہتمام کا سلسلہ خود منو سے چلا تھا۔ اور یہ بہت دنوں تک اِسی شکل میں جاری تھا۔ پھر زمانہ کی ضرورتوں کی نظر سے سلطنت اور مذہب کے درمیان ترتیب۔ تقسیم اور تفریق کی مدّات کی شقیں پیدا کی گئیں۔ کرم کانڈ یعنی آئین شریعت کی ذمہ داری پوجاریوں کے سپرد ہوئی۔ ورنہ ابتدا میں یہ حالت نہیں تھی۔ پوجاری راجا کے ماتحت رکھے جاتے تھے "کشاتر دھرم پر دھرمہ" (کشتری کا دھرم ہی تمام دھرموں پر فوقیت رکھتا ہے) براہمن کرم کانڈ کے اُدھشٹاتا بنائے گئے۔ لیکن گیان کانڈ جو علم اور عقل کی بنیاد ہے۔ راجاؤں ہی کی میراث رہا۔ اور رشیوں تک کو ان کی شاگردی کا فخر بخشا جاتا تھا کشتری گیانی ہوتے تھے۔ اور براہمن صرف کرم کانڈی بنے رہتے تھے۔ اس کا پتہ اُپنشدوں کے نوشتوں سے بھی ملتا ہے۔ اور سوامی

ستنکر آچاریہ تک کو اس زبردست سچائی کے تسلیم کرنے کی لاچاری ہوئی۔
رشبھ دیو ہندو قوم کا مذہبی پیشوا تھا۔ اور چونکہ اُس نے سب سے پہلے
مذہب میں اہنسا کی نئی شق پیدا کی تھی۔ وہ جینیوں کا پہلا تیرتھنکر مانا گیا ہے۔ اور
اُس کے شاگرد اب بھی اس ملک میں کسی نہ کسی حیثیت میں موجود رہ کر اُس کی
یاددہانی کراتے رہتے ہیں۔ جب پوجاریوں کا گروہ زیادہ ذی رسوخ ہو گیا تب
کشتریوں اور براہمنوں کے درمیان آن بن ہونے لگی۔ کشمکش کی وہی صورت پیدا
ہوئی۔ جو آجکل کے براہمنوں اور جینیوں کے درمیان کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

اس مذہبی پیشوائی کا راجہ یا حکمراں کے متعلق ہونے کا رسم صرف ہندوؤں
ہی کے درمیان جاری نہیں رہا۔ بلکہ جو قومیں ہندوؤں سے نکل کر غیر ملکوں میں
آباد ہوئیں وہ اپنے ساتھ اسے وہاں بھی لے گئیں۔ پارسی قوم ہندوؤں سے
نکلی ہوئی ہے۔ ہندوؤں کے باہمی جنگ وجدل نے تو کشتری کے اس حیثیت
کو کچھ ہی مدت کے بعد ضایع کر دی۔ لیکن پارسیوں کے درمیان زرتشت نبی
کے ظہور تک مذہبی پیشوا بادشاہ ہی ہوتے آئے۔ اور وہ برابر اُس کے نبی اور
رسول گردانے گئے۔ سفر تک دساتیر کے تیس نسخے اسی طرح یکے بعد
دیگرے اُن ہی کے نام سے منسوب ہیں۔ اور ہوشنگ۔ کیومرث۔ جمشید۔ فریدوں
وغیرہ سب کے سب اسی خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں۔ بعد ازاں چونکہ
سلطنت زیادہ وسیع ہو گئی۔ زرتشت کے وقت سے وہاں بھی پوجاریوں کا دور دورہ
چلا۔ ہمارے یہاں پوجاریوں کو براہمن کہتے ہیں۔ اُن کے یہاں وہ دستور کہلاتے ہیں
وعلیٰ ہذالقیاس۔ لیکن پارسیوں میں چونکہ پوجاریوں کی قوم بہت دنوں کے بعد
بنی تھی۔ اُن کی مذہبی کتابیں بادشاہوں ہی کے نام سے مخصوص اور مربوط ہو
گئیں۔ ہمارے یہاں اُن کی حیثیت بالکل ہی بدل دی گئی۔ اور مقدس کتابوں
کی نئی ترتیب اور بندش نے انھیں کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور آج پتہ نہیں چلتا کہ
کس کا مصنف یا مرتب کون ہے ؛

یہ ایک تواریخی مسئلہ ہے۔ جو غور کرنے پر بہت دلچسپ ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے سوچنے کے لئے بہت سامان پیدا کر دیتا ہے +

رشبھ دیو ہندو قوم کا بانی۔ رسول۔ پیشوا۔ اور مذہبی سردار تھا۔ جس وقت اس کی عمر زیادہ ہو گئی۔ اس نے اپنے سب سے بڑے لڑکے بھرت کو سلطنت کا بار عظیم سپرد کیا۔ اسے مہاراجہ یعنی شاہنشاہ کا خطاب دیا۔ اور اپنے باقی لڑکوں کو مختلف ملکوں اور مختلف حصّوں کا راجہ بنا کر بڑے بھائی کے ماتحت رہنے کی ہدایت کی۔ اور آپ تپ کرنے کے لئے جنگل کی طرف راہی ہوا +

بھرت راجہ تھا۔ پنچ جنی۔ وشوروپ نامی راجہ کے پانچ لڑکیوں سے شادیاں کیں۔ اور ان سے پانچ زبردست لڑکے پیدا ہوئے۔ جو اہنکار یعنی غرور کے عنصر سے شابہ تھے۔ وہ انہوں نے آکاس۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ اور زمین کے عنصروں کی طرح تمام دنیا کو گھیر لیا۔ اور سُوکشم بھوتوں کا نام پایا۔ ان کے جدا جدا نام یہ ہیں۔ سُومتی (عقل سیر) رشٹ بھرو تو (ہوا کی طرح غضبناک) رشٹ (غصّہ) بھری (بھرا ہوا) سُورشن (آگ جیسا خوبصورت) آچرن (پانی کی طرح وچرنے والا) وِچر (چلنے والا) اور دھومرکیتو (زمین جیسے دھواں کی صورت والا) دھوم (دھواں) اور کیتو (علامت) +

جس طرح اہنکار (غرور کا عنصر) اپنے اندر سے آکاس۔ ہوا۔ آگ۔ پانی اور زمین کو پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح بھرت سنسکرت بھری (پرورش کرنے والے) نے یہ لڑکے پیدا کر کے ان کی مدد سے تمام دنیا کو گھیر لیا۔ اور اہنکار کی طرح عالمگیر اور محیط کل بن گیا۔ اس جیسا طاقتور اور عظیم الشان کوئی بھی نہیں تھا +

یہ چونکہ با اصول۔ باتمیز اور باخبر آدمی تھا۔ اس نے دنیاوی بہتری کی طرف توجہ کر کے اپنی زندگی کی اصلاح کے ساتھ اپنی دنیا کی اصلاح و فلاح کی تدبیریں سوچیں۔ اور اپنی دنیا کو بھی اپنے جیسا بنانے کا اہتمام کیا +

—(۲)—

بھرت کا جیون سُدھار یعنی زندگی کی اصلاح کی جانب مائل ہونا

دلِ دانا ہے جُدا اور دلِ دیوانہ جُدا
حالِ ویرانہ جُدا حالتِ کاشانہ جُدا

بھرت راجا ہو گیا۔ کیونکہ قانون وراثت کے زیر اثر۔ بڑا لڑکا ہونیکی وجہ سے اُسے راجہ تو ہونا ہی تھا۔ لیکن نام کے لئے راجہ کہلانا بے معنی ہے۔ راج ذمہ واری ہے۔ وہ نام کی چیز نہیں بلکہ کام کی چیز ہے۔ باپ لڑکے کو پیدا کرکے مرجاتا ہے اور اپنی دولت اُسے سپرد کر جاتا ہے۔ لڑکے کا فرض ہے کہ دُنیا میں باپ کے نام کو بڑھائے۔ عزت اور حرمت میں اضافہ کرے۔ تاکہ باپ کی زندگی کا پسماندہ کام انجام پاجائے۔ ایک ایک انسان کا بچہ اس دُنیا میں شاہزادگی کی حیثیت لیکر آتا ہے۔ باپ اُسے ہات۔ پاؤں۔ ناک۔ کان۔ دل۔ اور عقل وغیرہ سامان کی میراث عطا کر جاتا ہے۔ ان سب کے سب سے یہ مقصود ہے۔ کہ ان سے کام لیا جائے۔ اور یہ ضایع نہ ہونے پاویں۔ ان سے کام لینا ہی ان کو ترقی دینا ہے۔ جو اپاہج بن کر رہتا ہے۔ وہ ننگ انسان اور مردود خلایق ہے۔ نہ زمین کا نہ آسمان کا! نہ گھر کا نہ جہان کا! کون ایسا انسان ہے۔ جو شاہزادگی کی میراث نہیں پاتا۔ انسان کا جسم اور جسمانی کاروبار اس کی سلطنت ہے۔ اعضا و حواس اُس کی رعیت ہیں دل اور عقل اُس کے وزیر اور مشیر ہیں۔ اِن سب قدرتی عطیات جس کو ملے ہیں اور وہ ان سے کام نہیں لیتا اور انہیں بہتر نہیں بناتا۔ تو وہ اپنی شاہزادگی کی میراث سے ہات دھو بیٹھتا ہے۔ حواس۔ اعضا۔ اور عقل و دل ہر وقت حرکت اور مشاقی کے محتاج ہیں۔ جو ان کی مشق کرتا ہے وہ انھیں بڑھاتا ہے۔ اور جو مشق نہیں کرتا۔ وہ انہیں گھٹاتا ہے۔ بڑھانا زندگی کی شان ہے۔ اور گھٹانا

موت کا نشان ہے +

ہاٹ پر ہاٹ دھرے مکھیاں مارے جو بشر
وہ بشر کب ہے وہ باطن ہیں ہے گدھے سے بتر

اسی طرح راجہ کی حیثیت ہے۔ اور کوئی چاہے قانع ہو۔ لیکن راجہ کے لئے قناعت کے اصول کا پابند ہونا بے ایمانی۔ بے دینی۔ اور بے بصری کی علامت ہے۔ یہاں ہر انسان کے لئے ترقی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جس کے لئے وسیع پیمانہ میں ترقی کا سامان نظامِ قدرت میں نہ بکھیرا گیا ہو۔ جو اس کا پابند ہے وہ مرد دانشمند ہے۔ جو اِدھر التفات نہیں کرتا۔ وہ کودن۔ غبی۔ اور دوں ہمت ہے۔ کمینہ انسان کس کام کا! جس کے خیالات محدود ہیں جس کے حوصلے پست ہیں جس میں ہمت کا نام و نشان نہیں ہے۔ وہ خاک کے ذرے سے بھی گیا گذرا ہے۔ ذرے کی تو پھر بھی اہمیت اور حقیقت ہے۔ مگر ہم ایسے کیا کہیں! اس کی حقارت اور رذالت کی حالت کے اظہار کے لئے ہم کو کسی انسانی لغت میں کوئی لفظ نہیں ملتا!

ہاٹ پر ہاٹ دھرے بیٹھا رہے کوئی اگر اُس میں فن ہونگے نہ تدبیر نہ دانش نہ ہنر
دین و دنیا کی بھلا اُس کو کہاں ہوگی خبر وہ نکما ہے نرا اُلّو ہے یا فتنہ و شر

آدمی وہ ہے جو دن رات کرے کام پہ کام
کام جو کرتا ہے ملتا ہے اُسی کو آرام

جو راجہ قانع ہو گیا۔ دین و دنیا سے گیا۔ جو انسان سُست اور بیکار رہا۔ وہ ذلت اور رسوائی کے تیروں کا نشانہ بنا +

بھرت بیانتا تھا کہ دنیا رزمگاہ ہے۔ یہاں دار و گیر سے کسی کو بھی بچاؤ نہیں ہے ما ں نے سوچ سمجھ کر دو قسم کے یگیہ کرنے شروع کئے۔ ایک وہ جس میں حیوان ذبح کئے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جس میں جیوانوں کے ذبح کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔ ایک کو یجن کہتے ہیں اور دوسروں کو کرتخا کہا جاتا ہے۔ رشیہ دیو بھرت کا

باپ یگیہ پُرش کی حیثیت میں پیدا ہُوا تھا۔ اُس سے پہلے راجاؤں میں یگیہ کرنیکا رواج کثرت سے تھا جس میں بے شمار خلقت ماری جاتی تھی۔ فتوحات اور دار و گیر کے سلسلہ میں قتل و خون سے بچ کون سکتا ہے! جوان تو خود ہی قتل کئے جانیکے مستحق ہیں۔ جس کم وہاں پاک! راجہ نالایق حکمرانوں کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر انہیں سزائیں دے دیکر راہِ راست پر لاتا ہے۔ کام کا آدمی بناتا ہے۔ ان میں مار دھاڑ کا ہونا قدرتی کام ہے۔ یہ یگیہ کی تشریح ہے۔ لیکن جب مار دھاڑ ہو چکی۔ تو پھر امن و امان کی سلطنت دُنیا میں قایم ہوتی ہے۔ اور انسان کو راہِ راست پر لاکر ہر ایک کے لئے ترقی۔ اصلاح۔ فلاح اور بہتری کی صورتیں دکھا دکھا کر اُن کی زندگیوں کو خوشگوار اور خوشنما بنایا جاتا ہے۔ یہ کرتو یگیہ کہلاتا ہے دونوں لازمی ہیں۔ بغیر ایک کے دوسرے کا امکان محال ہے۔ ہندوؤں میں اِس وقت ایک بھی ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔ جو یگیوں کی اہمیت کو سمجھتا ہو۔ پنڈتوں کی عقل ماری گئی ہے۔ اور نئی روشنی کے دلدادہ غلط تاویل پر تُلے ہوئے ہیں۔ جیسے اُدئی ویسے بھان۔ نہ اِن میں پُوچھ نہ اُن میں کان"۔ اور اگر کوئی انکو سچی ہدایت کرتا ہے تو ناک بھوں سکوڑتے ہیں اور حقیقت کے سمجھنے کی طرف مایل نہیں ہوتے ✠

رِشبھ دیو نے پہلا تیرتھنکر بن کر قتلِ حیوانی کے یگیہ کو مکمل کر دیا اور معصومیت یا اہنسا کے اصول کی ترویج کی۔ تیرتھنکر سنسکرت مادہ "تری" (گذرنا) تھنک۔ (پاپ پر غالب آنا) اور انک۔ (نشان) سے نکلا ہے۔ جو شخص گناہوں سے گذرتا ہوا پاپ پر غالب آیا ہے۔ وہ معصومیت یا پاکی کے نشان کی طرح قایم ہوتا ہے۔ اُسے تیرتھنکر کہتے ہیں۔ یہ پہلا انسان ہے۔ جس نے پاکی کی تعلیم دی اور قتل و خونریزی سے ہاتھ کھینچنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ اُس کے زمانہ میں دونوں باتوں کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن بھرت کا وقت اور طرح کا تھا۔ اس لئے اُسے ہر دو قسم کے یگیہ کرنے پڑے ✠

یگیہ کا سنسکرت مادّہ 'یج' (پوجا) سے نکلا ہے۔ اس کی بے شمار قسمیں ہیں۔ یہ صرف براہمنوں کے کرم کانڈ ہی تک محدود نہیں ہے۔ جو راجہ جنگ آوری کرتا ہے وہ دھرم یگیہ کرتا ہے۔ اور ترقی کی دیوی کا پوجاری بنکر اُس کی بیدی پر انسان صورت حیوانوں کا ملدان پڑھاتا ہے۔ اور اس کے سلسلہ میں ہزاروں قسم کی ترقیوں اور بہتریوں کے سامان دُنیا میں پیدا کر دیتا ہے۔ یہ خاص طرح کی شاہی پُوجا ہے۔ اور نہایت زبردست اور اہم پُوجا ہے۔ جو راجا ایسی پُوجا یا ایسا یگیہ نہیں کرتا۔ اُسے بہتری کے دیوتا کا درشن نصیب نہیں ہوتا +

لیکن بھرت چونکہ دانشمند تھا۔ اس لئے اُس نے اس قسم کی بیشمار قربانیاں کیں مگر اُن کا پھل (نتیجہ) آسمان وزمین کی زبردست طاقت کے حوالہ کرتا رہا۔ کام کرنا ہمارا اختیار ہے۔ اور کام میں کامیاب ہونا کسی اور اعلےٰ طاقت سے متعلق ہے۔ کام کرنیوالے کو صرف کام سے کام رکھنے کا حکم ہے۔ رکیا کامیابی کا معاملہ اُس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ گو کسی کا کام کبھی ضایع نہیں ہوتا اُس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ تو ضرور ہی ہوتا ہے۔ لیکن پہلے ہی سے ہوس کے دام میں پڑنے سے دل منتشر ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے رشیوں منیوں اور مہاتماؤں نے ہدایت کی ہے کہ انسان کام کرے اور اُس کا پھل (نتیجہ) برہمہ کے ارپن کرتا چلے وقت پر جو ہونے کو ہے خود بخود ہو رہیگا +

چونکہ نیت درست تھی۔ اور دل غرور اور انانیت سے خالی تھا۔ فتوحات کے یگیوں کے مکمل ہونے پر اُس نے وشنو بھگوان کا درشن پایا۔ جو ہاتوں میں شنکھ۔ چکر۔ گدا۔ پدم لئے ہُوئے دم کے دم میں آکر کھڑے ہو گئے۔ اُن کے سینہ میں شری وتس کا نشان تھا۔ اور اُن کی گردن میں 'ون مالا' پڑی ہوئی تھی +

وشنو لفظ سے جو کامیابی کے دیوتا کا نام وشنو ہے۔ سنسکرت 'وش' (داخل اور محیط ہونا) وشنو کامیابی کی چلتی پھرتی صورت ہے۔ جو بھرت کے دل میں آکر

مکمن ہو گئی۔ شنکھ۔ چکر۔ گدا۔ پدم۔ چار طرح پر اُس کامیابی کے اظہار کی مختلف اور متعدد صورتیں ہیں۔ شنکھ (سنسکرت "شم" شانتی) شانتی دینے والی طاقت ہے۔ چکر (سنسکرت "چار" پھیلانا۔ روکنا) مزاحمت پر غالب آنیوالی طاقت ہے۔ گدا (سنسکرت "گد" بولنا۔ آواز دینا) قوت اظہار کی طاقت ہے۔ پدم (سنسکرت "پد" چلنا) باقاعدہ مسلسل ظہور کرنے کی طاقت ہے۔ یہ چار حالتیں ہر کامیاب انسان میں کامیابی کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ اول شانتی۔ دوم مخالفت کا مقابلہ۔ سوم قوت اظہار۔ چہارم باقاعدگی کی رفتار جس میں کمی بیشی اور افراط و تفریط کا احتمال نہیں ہوتا۔ جس میں یہ چاروں کیفیتیں ہوں وہ وشنو ہے جسے ہم نظام کائنات کا قانون کہہ سکتے ہیں۔ اور کام کرنیوالوں میں خود بخود یہ آجاتی ہیں۔ اور وشنو اُس کے دل میں بیٹھکر اُس کی زندگی کو خوش نما بنا دیتے ہیں ٭

بھرت کو ایسے وشنو کا درشن ہو گیا۔ دُنیا اُس کے عہد میں آباد و شاد ہو گئی۔ اور رعایا کو اُس کے ساتھ اس قدر محبت ہو گئی۔ کہ اُس کی تعظیم میں اس ملک کا نام "بھارت" یعنی بھرت کی پرورش کی ہوئی جگہ رکھا گیا۔ یہ نام اُسے پہلے دیا گیا تھا۔ بعد ازاں جب دُشینت اور شکنتلا کے لڑکے دوسرے بھرت نے اس پر اُسی طرح عدل و انصاف سے حکومت کی۔ تو پھر دوبارہ اُس کی عزت میں اِس نام کی تجدید کی گئی۔ سو رشا ابتدا میں اسے اجنبھ یا اجانبھ کہا کرتے تھے ٭

جو کام بھرت نے کیا تھا۔ وہی کام ہر انسان کو کرنا پڑتا ہے۔ ہر شخص کو سر و تپ کے ذریعہ عمل و شغل کے مدارج سے گذرنے پڑتے ہیں۔ ایک یگیہ دوسرا کرشنو۔ یگیہ میں تو اُسے اپنی حیوانیت اور نفسانیت پر ہاردھا اُٹرنا پڑتا ہے۔ اور کرشنو کے عمل سے وہ انسانیت اور اخلاق کے ذاتی جوہر کو اظہار کا موقع دیتا ہے۔ کامیابی کے لئے دونوں ہی کی ضرورت ہے ٭

:(۳):

بھرت کا تارک الدنیا (وان پرستی) ہونا

لحن بلبل ہے جدا نعرۂ مستانہ جدا
شیخ کا دیں ہے جدا مشرب رندانہ جدا

سلطنت وسیع ہوگئی۔ دنیا میں کشت وخون کے بعد امن وامان کی حالت قایم ہوگئی۔ اور راجہ پرجا دونوں کو سکھ ہوا۔ بھرت کی عمر بھی زیادہ ہوگئی۔ اب طبیعت اِدھر سے خود بخود پھر گئی۔ اور سیری کے قانون نے دنیا کی طرف سے بھرت کو بے پرواہ بنا دیا +

وہ ایک دن تنہائی کی حالت میں بیٹھے بیٹھے سوچنے لگا "میں راج کے تمام فرائض ادا کر چکا۔ اور جس طرح یوگی دلی جذبات کو روکتا ہوا انہیں اپنے مقصد کے ماتحت بنا لیتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی یکدل۔ یکسو۔ اور یک رخ ہو کر اپنے دشمنوں کو مغلوب کر کے محکوم کر لیا۔ اور دولت۔ عزت۔ اور حکومت حاصل کر لی۔ جب تک دل میں کسی قسم کی خواہش باقی رہتی ہے۔ تب ہی تک وہ چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور جہاں اُس پر قبضہ مل گیا۔ اور وہ ہات آگئی۔ پھر اُس کی طرف توجہ نہیں جاتی۔ اور خود بخود اُس سے جی بھر جاتا ہے +

"یہاں ہر حالت کی یہی کیفیت ہے۔ کمسن بچہ اپنے سے زیادہ عمر والوں کی حرکات وسکنات کو پسند کرتا ہوا اُن کی پیروی صرف اُس وقت تک کرتا ہے۔ جب تک وہ اُن جیسا نہیں بن لیتا۔ اور جب ہات پانوں نکالتا ہے اُسے جوانوں جیسے اُمنگ اور حوصلوں کی رغبت ہوتی ہے۔ اور جوانی سے سیر ہونے پر وہ پختہ اور قسم کی ترکیبوں۔ حالتوں۔ اور خوشیوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ اور وقت پر انہیں پاکر اُن کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ قدرت میں کسی کو ایک حالت پر رکھنے یا ایک

ہی قسم کے فتح ۔ سرور ۔ اور علم حاصل کرتے کراتے رہنے کا اہتمام نہیں ہے جیر
دیکھئے ۔ وہی تبدیلی کے قانون کے زیر اثر ہے اور سب کے سب اُسی کے سبب سے بد
اور خوشحالی کی تمنائیں آگے ہی کی طرف قدم بڑھانے کے خواہشمند نظر آتے
ہیں ۔ نہ لڑکا ہمیشہ لڑکا بنا رہتا ہے ۔ نہ جوان ہر دم جوان ہی رہتا ہے ۔ ادھیڑ ا
بڈھوں کی حالت بھی ایسی ہی ہے ۔ جو زندگی کے ایک مرحلہ سے گذر جاتا ہے ۔
پھر تو وہ پیچھے ہٹتا جاتا ہے ۔ اور نہ اُس کی اہمیت سمجھتا ہے ۔ جوانی گو جذبا
نفسانی کی نظر سے اچھی ہو ۔ لیکن کون بوڑھا آدمی جوانوں جیسے حرکات کی طرف
پھر واپس جانا چاہے گا ۔ عمر کا گھوڑا کسی خاص طرف دوڑتا ہوا جا رہا ہے ۔ اُس
کی تیزی کا رکنا یا روک رکھنا امر محال ہے "

میں نے جسمانی فتوحات کی طرف سے سیری حاصل کر لی ۔ اب اپنی باری
مجھے دلی فتوحات کی جانب مائل ہونے کی ضرورت ہے ۔ کرم کے مرحلے ختم ہو گئے
اب اُپاسنا کا بھی مزہ لینا چاہئے ۔ اور پھر اُپاسنا کے بعد گیان کے سرور کو پا کر اُسے
بھی جواب دینا چاہئے ۔ قدیم زمانہ سے رشی ایسا ہی کہتے اور کرتے چلے آئے ہیں
کرم (شریعت) بچپن ہے ۔ اُپاسنا (طریقت) جوانی ہے ۔ گیان (معرفت) ادھیڑ
پن ہے ۔ ست پد (حقیقت) میں قائم ہو کر مطمئن ہو رہنا بڑھاپا ہے ۔ یہ چار
صورتیں ہیں ۔ جن کی خیالی تصویر ہر سمجھدار آدمی کے خیالی نظر کے سامنے رہتی
ہے "

"اب مجھ میں سفلی جذبات کے وہ اُمنگ نہیں رہی ۔ جو جوانوں سے مخصوص
ہیں ۔ کیونکہ میں اُن کو پیچھے چھوڑ آیا ۔ اب انہیں کے گورکھ دھندوں میں پھنسے
رہنا اچھا نہیں لگتا ۔ جیسا دل ویسا کام ۔ جیسا خیال اُسی طرح کا اہتمام ۔ جو
لوگ اس فطرتی نظام کا مطالعہ کر کے اُس سے فائدہ نہیں حاصل کرتے ۔ وہ
سخت نادان ہیں ۔ بچپن ۔ جوانی ۔ ادھیڑ پن ۔ بڑھاپا سب کے سب ایک دفعہ
اور ایک ہی مرتبہ کے لئے آتے ہیں ۔ نہ وہ ہمیشہ رہتے ہیں ۔ اور نہ بار بار آتے

ہیں۔ دانا آدمی مقتضاء وقت کے موافق کام کرتا ہے۔ اور جو غلطی کر بیٹھتا ہے اُسے بُری طرح سے اُس کا خمیازہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ یہاں نہ خوشیاں ایک طرح کی ہیں۔ نہ علم ایک طرح کا ہے۔ کبھی جسم کی خوشی اور جسمانی علم سے کام رہتا ہے اور کبھی دلی خوشی اور دلی علم سے تعلق ہوتا ہے۔ ان کا بھی ایک ہی مرتبہ موقع دیا جاتا ہے۔ کیا میں اب ساری عمر جسم ہی کا ہو کر رہوں؟ نہیں۔ یہ پسندیدہ حرکت نہ ہوگی"۔

اور بھرت نے خیال کی مستی کی حالت میں یہ راگ گایا۔

شمع گل ہو کر بجھی پروانہ جل کر رہ گیا
جس کے دل میں تھا جو جذبہ وہ نکل کر رہ گیا
عشق کی منزل میں جو ہوتا نہیں ثابت قدم
پاؤں اُس کا ضعف سے خود ہی پھسل کر رہ گیا
وقت کی دولت ملی ہے اُس سے لو تم اپنا کام
جس نے غفلت کی ذرا وہ ہاتھ مل کر رہ گیا

شوق کا جذبہ دبایا جس نے وہ نادان ہے
وصل سے محروم دل پہلو بدل کر رہ گیا

دل کو قرار آگیا۔ سوچتے سوچتے وقت گذر گیا۔ رات کے پردہ کو چیر کر روز روشن نے اپنی چمکتی ہوئی صورت دکھائی۔ راجہ بستر سے اُٹھا۔ اُس کا دل ایک کسی خاص اُمنگ سے بھرا ہوا تھا۔ حاجات ضروری اور رسمی پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر اُس نے وزیر۔ امیر۔ اور اپنی اولاد کو بُلا بھیجا۔ اُن سے مخاطب ہو کر بولا: نظم

قید کی حالت نہیں ہرگز کبھی ہے خوشگوار
شوق آزادی میں اب کھٹکا نہیں زنجیر کا
پہلے آیا پیٹ میں اب سر کے جانب دُھیلا
دیکھو بالوں میں اثر مادر کے جُوڑے شیر کا
نقل سے اکتا گئے ہیں اصل کی اب ہے تلاش
خوش نہیں رکھتا ہمیشہ آئینہ تصویر کا
مصلحت ہے کچھ اسی میں حق کی جانب ہوں رجوع
وقت پر لوں کام یہ موقع نہیں تاخیر کا

میں وحسرت کو ہمت سے کہ حاصل ہو مُراد
فائدہ ہوتا نہیں ہے آہ سے بے تاثیر کا

"دوستو عزیزو! یہ دُنیا جہان گذراں ہے۔ یہاں کسی حالت میں یکسانیت نہیں

رہتی - ہم کبھی کچھ ہیں کبھی کچھ ہیں - دولت - حکومت - نفسانیت - اور جسمانیت وقت وقت کی کیفیتیں ہیں - میں ان سب مرحلوں کو طے کر چکا - اب ان سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہا - تم یہ سب راج پاٹ لو - میرے لئے یہ سب بے سود ہے - سر میں کسی اور خوشی اور علم کا سودا سمایا ہے - دل کا رُخ اب اُس کی جانب مائل ہے"۔

یہ کہکر اُس نے اپنی سلطنت کے حصے کئے - چار شاہزادوں کو تو ایک ایک ملک دیکر راضی کیا - اور بڑے کو سب کا مہاراجہ بنا کر سب کو نمسکار کیا - اور بھارت کا جنم داتا بھرت خوشی خوشی شاہی محل کو خیرباد کہکر جنگل کا راستہ لیا +

کون جانے ویرانے کو آبادی پر ترجیح ہے یا نہیں ؟ کون کہہ سکتا ہے کہ شاہی محل پر فقیر کے جھونپڑے کو فوقیت کا رتبہ حاصل ہے یا نہیں ؟ جس کو ذاتی تجربہ نہیں ہے - وہ سُنی سُنائی باتوں پر کیوں اعتبار کرے - دولتمند دولت کی پریشانیوں سے گھبرا کر اکثر مفلسوں کی حالت کو بہتر بتاتے رہتے ہیں - لیکن ہم کو تو ایسا ایک دولتمند آدمی بھی نظر نہیں آتا - جو دولت کو مفلسی سے تبدیل کرنا چاہیگا راجہ لاکھ فکروں سے پریشان ہو کر رعیت کی بے فکری کا گیت گایا کرے - لیکن آج تک کوئی راجہ نہیں ملا - جو رعیت کی حیثیت میں رہنا پسند کرے گا - ہم خود کٹ پتلی جیسے کی حالت میں جانا پسند کرتے ہیں - دل کا میلان بہتر کیفیتوں کیطرف رہتا ہے - وہ ترقی پسند جذبہ لے کر آیا ہے - ہر شخص آپ اپنے خیالات کا بہتر منصف ہو سکتا ہے - جب تک ذاتی تجربہ نہ ہو جائے - تب تک کہنا سننا بے سُود ہے - نہ دولتمند کبھی غریب ہونا پسند کرتا ہے نہ راجہ اپنی پرجا کی حیثیت میں آنا چاہتا ہے تخت و تاج کا چھوڑنا دولت کی الجھنوں کی زنجیر کو پاش پاش کرنا کسی بہتر حالت کی تصور کی وجہ سے ہوتا ہے - جسے صرف مخصوص انسان کا دل سمجھتا ہے - دوسرے اس سے ہمیشہ ناواقف رہتے ہیں +

کبھی ہنسنا کبھی رونا کبھی سب کو ہلا دینا
کبھی عُسرت کبھی عِشرت کبھی سب کو بُھلا دینا
بنا کر اپنی ہستی کی عمارت اُس میں آ بیٹھو
کبھی آزاد ہو کر اُس کو جیتے جی مٹا دینا
اکٹھا ہو کے اجزائے پریشاں جسم بنتے ہیں
غبار پر رکھ کے اُن کی خاک کو دم میں اُڑا دینا
بنا ہونا نہیں عاشق کو ہرگز رازِ اُلفت کا
اگر تم کو خبر ہو۔ فرطِ شفقت سے بتا دینا

نہیں ہے یک وتیرہ پر اگر دُنیا کی نیرنگی
تو تم بھی نخلِ مقصد کو کبھی جڑ سے ہلا دینا

بھرت گھر سے نکلا۔ پلہہ آشرم میں آیا۔ رِشی کا چیلا ہؤا۔ اور گنڈک ندی کے کنارے رہکر ریاضت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اس سے پہلے اُس نے وہی کام جسمانیت کی نظر سے انجام دیئے تھے۔ اب اُس کی نگاہ دل کی جانب گئی۔ اور دلی طبقات کے فتوحات کا شوق دامنگیر ہؤا۔ یہ اُس کی تنہائی کی زندگی کا راز تھا۔ جو اُس نے پہلے کیا تھا سو ہی اب بھی کرنے آیا۔ صرف حالت کی تبدیلی ہے اور کچھ نہیں +

سنسکرت زبان میں پلہہ یا پُلست کا مخرج ہے پُل (بڑا)۔ اور "ہا" (چھوٹنا) اس سے مُراد دُنیا کی عزت اور حکومت کا تیاگ (ترک) ہے +

:- (۴) :-

بھرت کے دلی جذبات کے تجربے

دل کی مستی ہے جُدا۔ مستیٔ پیمانہ جُدا
بزم خانہ ہے جُدا۔ حالتِ غمنی نہ جُدا

مُدتیں گذریں۔ آسایش و آرام سے مُنہ موڑنے والا بھرت جنگل میں آ کر بن باسی ہو گیا۔ پتھر کا چٹان اُس کا بسترِ استراحت بنا۔ بڑ کا سایہ دار درخت اُس کے رہنے کا کاشانہ بنا۔ کیا یہ تعجب انگیز تبدیلی نہیں ہے؟ بیشک ہے اور ضرور ہے! لیکن یہ تبدیلی

خوشگوار تر ہے۔ کسی کو کیا خبر ہے۔ کہ خلوت نشین سادھوؤں کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔ میں سادھو ہوں۔ اسے سمجھتا ہوں۔ اور جب تک لوگ زندگی کے مدارج اور مرحلوں سے خود گذرتے ہوئے نہ آئیں گے۔ وہ لاکھ سر پٹکیں۔ اسے کبھی نہ سمجھ سکیں گے +

بھرت نے دنیا سے دل پھیر لیا۔ جسم کی طرف سے بے پروائی ہو گئی۔ اور اب اُس کا دل دل کی جانب رجوع ہے۔ تن آسانی کی زندگی اپنے ساتھ مصیبتوں کے اثرات رکھتی ہے۔ جس نے جیسے کام کئے ہیں۔ جیسی غذا کھائی ہے جیسی عادت بنائی ہے۔ ان کے اثرات کہاں جائیں! کسی میں صفرا کی زیادتی ہے۔ کسی میں بلغم کی کثرت ہے۔ کسی میں سودا کی بہتایت ہے۔ یہ جسمانی کاروبار کے سلسلہ میں دل ہی سے نکلے تھے۔ ساور مشاقی کرنے کی وجہ سے اُبھر کھڑے ہوئے ہیں۔ ان سب کی جڑ جسم میں کب تھی۔ یہ تو دل میں تھے۔ دل ہی ان کا پیدا کرنے والا تھا۔ اور اگر دل کی طرف میلان ہو۔ تو دل ہی انھیں زائل بھی کر دیگا۔ جو بنا تا ہے وہی بگاڑتا بھی ہے جسم میں ان تینوں آلائشات کی کثیف صورتیں تھیں۔ جن پر نظر پڑتے پڑتے دل کا ذخیرہ بن گیا تھا۔ اب اس ذخیرہ کو اگر برباد نہ کیا گیا۔ خواہ اُس کو شدہ دل اور خوش نما نہ بنا لیا گیا۔ تو دلی راحت کا امکان کیسے ہو گا! عادات۔ حالات۔ واقعات۔ معلومات بھی اسی طرح دل میں اپنے اثرات ٹھونس ٹھونس کر بھر دیتے ہیں۔ اور اگر تم اپنے اِردگرد بوڑھوں کی حالتوں پر غور کرو۔ تو کسی کو چڑچڑا پاؤ گے۔ کسی کو بلغم کی وجہ سے کھانستے ہوئے دیکھو گے۔ کسی کو بڑھاپے میں بھی سخت پریشان حال معلوم کرو گے اگر مزید ذلت اور نکبت کی خواہش نہیں ہے۔ تو جسم سے سیر ہو کر دل کی طرف آؤ۔ اور دل کو ان گندگیوں سے پاک صاف کر کے اُسے کسی اور بہتر معراج کی طرف لگا دو۔ اور جسمانی معراج کے دُور ہوتے ہی وہ بہتر معراج کی جانب رُخ کرے گا۔ اور تندرست نہیں بلکہ دل درست ہو کر وہ مزید تر خوشی اور مسرت کے کام میں مصروف ہو گا +

بیوان پرستوں۔ خلوت نشینوں۔ اور ریاضت پسند دلوں کے عمل و تخیل کا

راز ہے۔ ہم تو سب کو پتے پتے کی بتا دیتے ہیں۔ لیکن اَوروں کو اس کی خبر تک نہیں ہے +

بھرت ریاضت کش ہو گیا۔ دل سے دُنیاوی اور جسمانی گندگیاں دُور ہو گئیں وہ پاک صاف انسان بن گیا۔ اور اس قدر دل کا تندرست ہو گیا۔ کہ موسموں کی شر دہری یعنی جاڑے کی سردی۔ گرما کی گرمی۔ اور برسات کی بارش اُس پر اثر ڈالنے اور اُس کے حیران و پریشان کرنے کے ناقابل ہو گئیں۔ وہ اِن سے محفوظ ہو گیا۔ کپھ۔ وایو۔ تپ (صفرا۔ سودا۔ اور بلغم) پر اُسے فتح حاصل ہو گئی۔ نسبتاً اب وہ زیادہ خوش ہے +

لیکن ایسے وقت میں بھی انسان خطرات سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اور سبب یہہ ہے۔ کہ جس وقت دل سختیوں کے خیالات کو چھوڑ کر نرمی کی طرف متلفت ہوتا ہے۔ انسان میں رقیق القلبی آ جاتی ہے۔ گرمی پانے سے برف پگھلتی ہے۔ یہ سب جانتے ہیں۔ اور یہی کیفیت ریاضت پسندوں کے دل کی بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس خاص سرگرمی کے زمانہ میں انسان۔ انسانی ہمدردی کے جذبات کی اشاعت کرنے پر آتا ہے۔ تعصب اور تنگ خیالی دُور ہو جاتی ہے۔ اور وہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ سب مجھ جیسے ہی ہیں۔ یہہ زندگی کا ایک درمیانی مرحلہ ہے۔ جو سب کے لئے عام ہے +

بھرت حد درجہ کا رقیق القلب ہو گیا۔ اور اُس کا دل کائنات کے حیوان اور انسان کی ہمدردی سے بھر گیا۔ وحشی جانور آتے اور اُس کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اُس کے ہو رہتے۔ یہ اور بھی زیادہ باوقعت فتح تھی۔ پہلے تو وہ سختی کے ساتھ صرف انسان کے جسموں کا حاکم بنا تھا۔ اب اُس نے دل کو بہتر بنا کر حیوانات تک کے دلوں پر اپنی حتابیت کا سکہ بٹھا دیا۔ دنیاوی حکومت کے وقت تو وہ راجہ کی حیثیت میں سب کو ڈراتا تھا۔ اور خود بھی ڈرتا تھا۔ کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے۔ جو ڈرائیگا وہ یقینی طور پر ڈرایا بھی جائیگا۔ یہاں حالت دگرگوں ہو گئی۔ نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے۔ اور نہ

کوئی اُس سے خائف ہوتا ہے۔ چڑیا کو گانوں میں آتے دیکھ کر کتے بھونکنے اور کوّے کاں کاں کرنے لگتے ہیں۔ اور اُسے باہر پہنچا کر تب ہی خاموش ہوتے ہیں لیکن سچے سادھو کی صورت دیکھتے ہی سب حیوان و انسان دم بخود ہو کر اُس کی پاک صورت کی زیارت کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اُس میں نفرت اور اس میں محبت ہے۔ یہ راز ہے۔ جس کو ہر شخص یہ آسانی ذرا غور کرنے سے سمجھ سکتا ہے ✦

راج تجربہ کرنے پر اگر بھرت کو خارجی عالم کے وشنو بھگوان کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ تو اب اُسے انتریامی بھگوان کا درشن ملا۔ اور وہ ہر جگہ دل کی صورت میں سب کے بھیتر مچھد کتا ہوا نظر آگیا۔ دل ہی تو ہے۔ جو آنکھ ناک کان سب میں محیط ہے۔ لیکن جسم کی جانب نظر کرنے سے جسم ہی نظر آئیگا۔ دل کی جانب مائل ہونے سے دل کا پتہ ملیگا ✦

جسم پرست کا خدا جسمانی اور سگُن ہے۔ دل پرست کا خدا انتریامی اور نرگُن ہے۔ دیکھو۔ لفظوں میں ہم نے تم کو سگُن اور نرگُن کا بھید بھی بتا دیا ✦

اس نورانی صورت کو دیکھ کر بھرت کا دل خود بخود اُمنڈنے لگا۔ اور اُس نے اُس کی استتی (حمد) کا گیت گایا:-

جسم میں گو ہے عیاں مخفی ہمارے دل میں ہے ۔۔۔ تیل میں رہتا ہے تو تیری سگونت تل میں ہے
خارج و باطن میں دیکھا۔ ہر جگہ جلوہ ترا ۔۔۔ تو ہے تنہائی میں میرے رونقِ محفل میں ہے
تیغ میں ہے تیغ کی جوہر بنے اور ساتھ ہی ۔۔۔ خونِ بسمل کے رگوں میں بنے دلِ قاتل میں ہے
تو ہے نادانوں میں نادانی تو دانا میں ہے عقل ۔۔۔ تو محیطِ ہر دو عالم اجاہل و عاقل میں ہے

سالکِ راہِ طریقت اکیا کہیں ہم فاش فاش
مرحلوں میں راہ کے جو ہے وہی منزل میں ہے

مستی[1] چھا گئی۔ آنکھیں سرشار ہو گئیں۔ بے بسی اور وجد کی کیفیت محسوس ہونے

[1] تائیدی کلام:- الا اے شمس تبریزی چرا مستی دریں عالم
بجز مستی و بیہوشی دگر چیزے نمے دانم

لگی۔ اور رات دن سوا اس مستی کے اُسے اور کوئی کام نہیں تھا۔

سب تھے حیرانی میں جب دم ہم پریشاں ہوگئے — شادمانی میں جو دیکھا وہ بھی شاداں ہوگئے
خواب میں تھے خواب میں ہے سہولت خواب کی — خواب میں سب عقدہائے سخت آساں ہوگئے
دل کو راضی کرلیا۔ دُنیا بھی راضی ہوگئی — نکتۂ عرفاں کو پاکر اہلِ عرفاں ہوگئے
اب کہاں ہم میں پریشانی کی خوبُو کا پتا — دل کے سب اوہام آسانی کے ساماں ہوگئے

ہے سکونِ قلب میں پنہاں اصولِ عافیت
پورے اس تسکین سے سب دل کے ارماں ہوگئے

—:(۵):—

بھرت کا ہرن کے بچّہ کے ساتھ پیار

ہے یگانہ سے جُدا صورتِ بیگانہ جُدا
خانۂ زُہد جُدا۔ رند کا میخانہ جُدا

خبردار! ہوش کے ساتھ منزلِ عشق میں چلنا۔ یہاں قدم قدم پر لغزش ہے مُسافر کو پھونک پھونک کر پاؤں رکھنے پڑتے ہیں۔ ذرا چُوکے نہیں کہ دھم سے برکے بل گرے نہیں! گرنا پڑنا بھی مقتضائے فطرت ہے۔ بچّہ بغیر گرے پڑے ہوئے اپنے پاؤں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔ یہ اطمینان دلانے والے الفاظ ہیں۔ لیکن یہ بدرجہا بہتر ہے۔ کہ زندگی لغزشوں سے محفوظ اور مصئون رہے +

بھرت نہ درجہ کا رقیق القلب ہوگیا +

ایک دن وہ گنڈک ندی میں نہانے گیا۔ نہا دھوکر آسن جمایا۔ اور چُپ چاپ بیٹھ کر اُدگیت (اُدنعر کا گیت یعنی اناہت بانی یا نغمہ آسمانی) کے سُننے میں مصروف ہوگیا۔ (تم میں سے جس نے میری کتابیں پڑھی ہیں۔ وہ اس اُدگیت۔ ادم کے نغمے سے واقف ہیں۔ نا محرم کو کوئی کیا بتائے۔ اور وہ سمجھیگا بھی کیا!) وقت آسانی سے

تمذ رگیا۔ آنکھ کھلی۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک پیاسی حاملہ ہرنی پانی پینے کی غرض سے دریا کے کنارے آئی ہے۔ ابھی اُس نے بمشکل پانی کی طرف سر جھکایا ہوگا۔ کہ شیر کی گرج سُنائی دی۔ ہرنی بے چین ہوگئی۔ اور اس بے چینی میں اُس کے پیٹ کا بچہ باہر نکل کر پانی میں گرا۔ گرجتا ہوا شیر آیا۔ ہرنی کو اُٹھا لے گیا۔ بچہ پانی میں بہنے لگا۔ راج رشی کے دل میں رحم آیا۔ اُٹھا۔ جھپٹا۔ اور دوڑ کر پانی میں کود پڑا۔ اور اسی طرح پانی میں ڈوبتے ہوئے بچہ کو اپنی گود سے چمٹا کر کنارے لایا۔ جس طرح ستگرو گیانی گورو بھو ساگر میں غوطہ کھانے والے جیو کو اپنی اپار دیا سے بانہہ پکڑ کر پار لگا دیتے ہیں:۔

سُکھ دیویں دُکھ کو ہریں۔ دُور کریں اپرادھ
کہیں کبیر وہ کب ملیں۔ پرم سنیہی سادھ

کہاں ہیں ایسے رحم دل پاک سیرت انسان! جو دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنے سر پر مصیبتوں کا پہاڑ اُٹھا لیتے ہیں۔ ہم اُن کے قدم کی خاک کو اپنی آنکھوں میں لگانے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ ایسے مجسّم پاکی دیوتاؤں کا کہاں اس دُنیا میں درشن نصیب ہوتا ہے!

سادھو بھرت بچہ کو اُٹھا کر آشرم میں لایا۔ اُسے جانوروں کے پنجہ سے محفوظ رکھا۔ پالا۔ پوسا۔ اور بڑا کیا۔ رات دن اُسے دیکھا کیا۔ کہ کوئی اسے تکلیف نہ پہنچائے۔ اور اس کام میں اُس نے ایشور کے دھیان تک کو بھلا دیا۔ یہ قربانی نفس کتنی۔ اور یہ ایثار نفسی کہاں کسی انسان میں نظر آتی ہے۔ ہر بات کا روشن پہلو ہوا کرتا ہے۔ جو شخص سادھو ہو کر بے غرضانہ محبت کے خیال سے ایشور تک کے دھیان کو جواب دے سکتا ہے وہ معمولی آدمی نہیں ہے۔ یوں تو ایسے آدمی بہت ملتے ہیں۔ جو اپنی غرض سے جانور پروری کا فرض ادا کرتے ہیں۔ اس میں اور اُن میں زمین و آسمان کا فرق ہے! اس کی اُن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے!

جب اُچھلتا۔ کودتا۔ اور چھلانگیں مارتا ہوا بچہ اُس کے پاس اپنا سر اُس کے پاؤں سے ملنے لگتا۔ بھرت میں نئی خوشی کا جذبہ پیدا ہوتا۔ اور وہ اُس بزبان سے اس طرح مخاطب ہو کر کہنے لگتا۔ "افسوس! کرم کی گتی سمجھ میں نہیں آتی! ایک لمحہ میں قسمت کا پلّہ اُلٹ گیا۔ ماں مر گئی۔ اور تو نادانی سے مجھے اپنی ماں سمجھتا ہے اور مجھے اپنے جنس اور قسم کا شمار کرتا ہے۔ حقیقت میں تیرے لئے میں ہی سب کچھ ہوں۔ ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن! میرے سوا تیرا دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تو میری گود میں پلا ہے۔ مجھ سے مانوس ہے۔ تو نے میری پناہ لی ہے۔ کیا میں اپنے شرنا گت (پناہ گزیں) کو اپنی پناہ کے سایہ سے محروم کرونگا۔ پناہ لینے والے کو دھوکا دینا پاپ ہے۔ مجھ میں کسی قسم کی خودغرضی نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے میں اور بھی زیادہ تجھے اپنی حفاظت اور حمایت کا حق بخشوں گا"!

اس طرح کبھی کبھی یہ بازبان انسان اُس بے زبان حیوان سے ہمکلام ہوا کرتا تھا۔ کیا یہ جانور اُس کی بولی سمجھتا تھا؟ ایک معنی میں تو وہ سمجھتا تھا۔ دوسرے معنی میں وہ نہیں سمجھتا تھا۔ گفتگو کے نفس مراد کی رُوح تو اُس کے دل میں جذب ہو جاتی تھی۔ ہاں الفاظ وغیرہ کی بندشی ترکیب سے وہ ناواقف رہتا تھا÷

جب بھرت لکڑی چُننے۔ پھل پھول۔ اور کند مول لانے جاتا۔ یہ بھی ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا تھا۔ اگر وہ کہیں چلنے سے رُک جاتا۔ تو یہ اُسے اپنے کندھوں پر بٹھا لیتا۔ جب آشرم میں آتا۔ ہرن کا بچہ اُس کے جسم اور ہاتھ پاؤں کو زبان سے چاٹنے لگتا۔ یہ حیوان کی محبت کے جذبات ظاہر کرنیکا طریقہ ہے۔ اور بھرت اُس کی اس ادا کو سمجھ کر دل میں خوش ہوا کرتا تھا÷

حیوان اور انسان کی محبت کا یہ نظارہ سچ مچ قابل دید تھا÷

جب وہ اتفاقیہ کچھ دیر کے لئے نظر سے اوجھل ہو جاتا۔ خواہ وقت پر نہ آتا بھرت اُسی طرح پریشان ہو جاتا۔ جیسے ماں اپنے لڑکے کی عارضی جُدائی سے

بے چین ہو جاتی ہے۔ اور اگر کہیں وہ اُس کی ڈانٹ ڈپٹ کے کلمے سُن کر باہر کی طرف دوڑ گیا ہوتا۔ تو اُس پر اور بھی مصیبت آجاتی۔ اور وہ اس طرح اپنے دل میں آپ کو ڈھٹنے لگتا:۔

"پیارا بچہ میری حرکتوں سے ناراض ہو کر چلا گیا۔ اب وہ واپس بھی آئیگا یا نہیں! میں بدمزاج۔ بدباطن۔ اور غصہ ور ہوں۔ اپنے جذبات کے ضبط میں رکھنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ مجھے سخت سُست کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی! بچہ تو بچہ ہی ہے۔ بچوں میں نادانی ہوتی ہے۔ لیکن میں تو سمجھدار تھا۔ ایشور جانے وہ کہاں چلا گیا! کیا میرے جھونپڑے کے اردگرد ہری بھری گھاس نہیں رہی تھی! یا خدا بچائیو! یا پروردگار! اُسے واپس بلائیو! کہیں کسی بے رحم شکاری نے اُسے مار تو نہیں ڈالا۔ اور یا کسی شیر یا بھیڑیئے نے تو اُس کا گلا نہیں دبوچا! کون جانے وہ کب آئیگا۔ اُس کے دیدار سے مجھے خوشی حاصل ہوتی تھی! اُس نے ہوم کے برتن کو مُنہ لگایا تھا۔ میں نے اُسے ڈانٹ دیا تھا۔ اور وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ اور اس طرح کی ناخوش گوار جُدائی کا صدمہ دیا۔ خوش نصیب ہے وہ زمین جہاں اُس کے کھُر پڑتے ہونگے۔ اور مُبارک ہونگے وہ منظر جو اُس کی نظر کے پاک اثر سے منعکس ہوتے ہونگے۔ اے یتیم ہرن کے بچے! آخر تو کہاں چلا گیا! میں اُس جنگل سے مشابہ ہوں۔ جو آگ سے جل رہا ہے۔ آسمان میں چمکنے والے چاند کی ٹھنڈی چاندنی بھی مجھے راحت نہیں دے سکتی! میں نے اپنے پیارے کو ناحق ستایا۔ اب یہ جُدائی اُس بدسلوکی کا بدلہ ہے! جو جیسا کرتا ہے۔ ویسا پاتا ہے۔ میں نے بھی جیسا کیا تھا ویسا میرے آگے آیا +

کتنے تعجب اور حیرت کی بات ہے۔ کہ جو شخص کسی وقت دنیا کا شاہنشاہ رہا ہو۔ جس نے علم و عقل سے مدت العمر تعلق رکھا ہو۔ اور جسمانی مرحلے طے کرنے پر دلی مدارج پر عبور پانے کا خواہشمند رہا ہو۔ اور سگن اور نرگن برہمہ تک کا

سا کشات کار (عین الیقین) کر لیا ہو۔ وہ ہرن کے بچہ کے سوگ میں ایسا پریشان اور باؤلا ہو جاتے! یہ وہی بھرت ہے۔ جس نے تاج و تخت اور بیوی بچوں سے عمداً علیحدگی اختیار کی تھی۔ اور ویراگی (تارک الدنیا) بن کر جنگل میں ریاضت کرنے آیا تھا۔ اور آج اُس کی یہ کیفیت ہو رہی ہے۔ کہ جس کے سوچنے ہی پر معمولی سمجھدار آدمی کو ہنسی آتی ہے +

انسان کا دل بھی عجیب و غریب شے ہوتا ہے! کبھی تو وہ اس قدر بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ کہ قدرت کی کسی زبردست طاقت کے خیال تک کو بھی دل میں نہیں لاتا۔ اور کبھی ذرا ذرا سی حقیر باتوں میں سنبھل نہیں سکتا۔ کبھی یہ آسمان کے تارے توڑتا ہے۔ اور کبھی سمندر کی کیچڑ میں لت پت ہو جاتا ہے! اس کی کسی بات کا ٹھکانا نہیں ہے! نہ اسے غنی بنتے دیر ہے۔ اور نہ اسے محتاج ہوتے دیر ہے!

دل ہے کیا شے؟ یہ کسی عاقل سے پوچھا چاہئے
کس طرح جاتا ہے دل۔ بیدل سے پوچھا چاہئے

-:(۶):-

بھرت کا ہرن کی قالب میں جنم لینا

آتش و مہر کی گرمی کا پتہ لگتا ہے
دلِ محرور کی گرمی کا ہے پیمانہ جدا

ایک دن ایسا ہوا۔ کہ ہرن کا بچہ سچ مچ جنگل سے واپس نہیں آیا۔ بھرت کئی گھنٹوں اُس کی جدائی میں تڑپتا رہا۔ دن گیا۔ رات گئی۔ اور صبح صادق کا ظہور ہوا لیکن بچے کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی۔ اُس نے سورج کے نکلتے ہی بیجا تلاش کرنی شروع کی۔ پر واپس نہیں آیا۔ ہرن وحشی ہوتا ہے۔ کون جانے وہ کہیں چلا گیا ہو۔ یا کسی ہرے بھرے سبزہ زار کی ملائم اور نرم گھاس اُس کی کشش کی

باعث ہوگئی ہو۔ آخر وہ ہرن ہی تو تھا۔ ممکن ہے۔ شیر یا بھیڑیئے نے اُسے ہلاک کیا ہو۔ ممکن ہے کسی شکاری نے اُسے اپنے دام میں پھانس لیا ہو۔ لیکن خدا رسیدہ بھرت کا خیال اس طرف نہیں گیا۔ اور اُس نے جُدائی کے صدمہ سے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اُس کے یوگ کا یہ پھل عجیب و غریب ہوا۔

سوچنے والو! سوچو۔ جاننے والو! جانو۔ یوگی۔ گیانی۔ تپسی۔ دھیانی۔ اس طرح عارضی تعلقات کے زیر اثر آ کر راہ سے بے راہ اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ بھرت کی انسانی موت آگئی۔ اور وہ ایک خاصا ہرن بن گیا۔ جہاں آسا وہاں باسا جیسا خیال ویسا حال۔ جیسا تصور ویسا مآل۔ خدا کا دھیان لگانے والا اگر خدا کی صورت میں منتقل ہو جاتا ہے۔ تو حیوان اور حیوانیت سے پیار رکھنے والا حیوان بن جاتا ہے۔ قانون ایک ہے۔ اظہار کی صورتوں میں اختلافات ہیں۔ اور اگر کوئی خدا پرست ذرا غلطی کر بیٹھتا ہے۔ تو اپنے لطیف حس کی وجہ سے وہ ایسا منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ بمقابلہ کثیف مزاج والوں کے لطیف مزاج والوں کے لئے یہاں اور بھی زیادہ خطرات ہیں۔ اُن کے لئے تو دنیا میں قدم قدم پر ٹھوکر کے سامان موجود ہیں +

کیا یہ غلط ہے! نہیں۔ یہ سچی بات ہے۔ ہم جسے دل دیتے ہیں۔ اُسی کی شکل بن جاتے ہیں۔ ہم جس کا تصور کرتے ہیں اُسی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ صرف دل دینے کی بات ہے۔ اور کچھ نہیں۔ تم اور جگہ نہ جاؤ۔ صرف اپنی زندگی کے روزانہ واقعات۔ اور حالات پر سرسری نظر ڈالو۔ اور یہ راز سربستہ دم کے دم میں کھل جائے گا۔ ذرا سوچو۔ اور یہ مشکل معمہ ابھی حل ہو جائیگا +

ہندو آواگون (مسئلہ تناسخ) کو اپنے مذہبی فلسفہ کا جزو اعظم قرار دیتے ہیں اُن کا عقیدہ ہے۔ کہ انسان اپنے اعمال اور تصورات کی وجہ سے مرنے پر انہیں کے اثرات کے موافق نئے نئے قالب اختیار کرتا ہے۔ اور انسانوں کی مختلف الحالی اور مختلف الصورتی کا پتہ صرف اسی کرم و جنم کے مسئلہ کی تہہ میں مخفی بتاتے ہیں +

موت کے بعد کیا ہوتا ہے ۔ اس کا حال تو کسی شاذ آدمی پر کھلتا ہوگا ✦

پھر اُدھر تک عدم سے کوئی کہیں پوچھوں
مسافرو کہو منزل پہ کیا گذرتی ہے

اور اس پر ہم کو بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن موجودہ زندگیاں ہمارے سامنے ہیں ۔ اُن کے واقعات اور تجربات کے نتیجوں سے تو کوئی عقیل اور دانشمند آدمی انکار نہیں کرسکتا ۔ ہم ایک ہی دن کے اندر سینکڑوں جنم اختیار کرلیتے ہیں ۔ ہم جب جس خیال یا غلبہ کے زیر اثر آجاتے ہیں ۔ اُسی کی شکل بن جاتے ہیں ۔ اور جب تک وہ دُور نہیں ہوجاتا ۔ اُسی کی صورت کا تماشہ دیکھنے والوں کو دکھاتے رہتے ہیں ۔ غصہ ور انسان ۔ انسانیت کا قالب چھوڑ کر درندہ کی صورت بن جاتا ہے ۔ مغلوب الشہوت آدمی انسانیت سے گذر کر گدھے اور بکرے کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے ۔ اور علیٰ ہٰذا القیاس ۔ تم خود ہی بتاؤ ۔ کیا مغلوب الغضب آدمی کو تم آدمی کہوگے ۔ وہ تو اُس وقت کے لئے حیوان ہی بن گیا ہے اور حیوانیت کے تمام اثرات اندر داخل کرلئے ہیں ۔ بالکل اسی طرح اگر مرنے کے بعد بھی اُس کی ایسی ہی کیفیت ہوتی ہو ۔ تو تعجب ہی کیا ہے ! انت متی سو گتی ! مرتے وقت جس قسم کے خیال کا زور ہوگا ۔ وہی تو اپنا اثر دکھلائے گا ! اُس کے سوا اور ہوگا کیا ! ہم روزمرہ نئے قالب اختیار کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح مرنے کے پیچھے بھی ہماری کیفیت ہوتی ہوگی ۔ اس کا امکان محال نہیں ہے ۔ ہماری اپنی روزانہ زندگی زور دار پیرایہ میں اس سچے مسئلہ کی صداقت کا ہر وقت اعلان کرتی رہتی ہے ۔ اور اگر ہم انصاف پسند اور دانشمند ہیں ۔ تو ہم اسے جھوٹا یا باطل کیسے قرار دے سکتے ہیں ✦

کون ذرہ ہے جو خورشید مجلّے نہ ہوا | کیا وہ قطرہ ہے کسی وقت جو دریا نہ ہوا
دلِ مضطر کی پریشانی صدا دیتی ہے | وہ زمانہ ہے کہاں جو سرو بالا نہ ہوا
بدی میں آلی ۔ ہے جو نیکی تو ہے نیکوں میں بدی | کون بیمار ہوا ایسا جو اچھا نہ ہوا

آسماں اور زمین دونوں ہیں گردش میں مدام ہے اندھیرا وہ کدھر جو کہ اُجالا نہ ہوا

ہے تناسخ کے اثر سے نہیں انساں خالی
کون گرتا ہے یہاں جو کبھی اونچا نہ ہوا

بھرت انسان ناطق ہوتا ہوا حیوان مطلق بن گیا۔ وحشی جانور کی صحبت نے اُسے آخر کار وحشی ہی بنا کر چھوڑا۔ جنم اکارت گیا۔ افسوس ہے اُس انسان پر جو انسانیت کے جوہر رکھتا ہوا جیتے جی حیوانی قالب اختیار کرتا ہے۔ اور زیادہ افسوس اُس آدمی پر ہے۔ جو زندگی میں حیوانیت کے جذبات کی مشاقی کرتا ہوا مرنے پیچھے حیوان بن جاتا ہے ٭

لیکن یہ سب حالتیں خالی اور ناپائیدار ہیں۔ ہمیشہ نہیں رہتیں۔ صورتیں لیتی رہتی ہیں۔ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے۔ نظام کائنات میں یکسانیت کہاں! سمندر میں بھاٹے کے ساتھ جوار آتے ہیں۔ ہر صبح شام میں۔ اور ہر رات دن میں تبدیل ہوا کرتے ہیں۔ زہر سے زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور زندگی اپنی باری پر زہر اُگلنے لگتی ہے۔ مغلوب الغضب آدمی غصہ کی آگ کے ٹھنڈی پڑ جانے پر پانی پانی ہو جاتا ہے۔ ظالم میں انصاف کی عادت آجاتی ہے۔ اور منصف بے ایمان ہو جاتے ہیں جس وقت جس غلبہ کا زور ہوا وہ اپنا تماشہ دکھا کر پرے ہٹ جاتا ہے۔ کیا تم پر یہ کیفیتیں روز روز نازل نہیں ہوا کرتیں؟ پھر تم تناسخ کے مسئلہ یا آواگون کے اصول کو غلط کیسے قرار دیتے ہو۔ ہٹ دھرمی کو چھوڑ دو۔ ورنہ راز حقیقت سے آشنائی اور شناسائی نہ ہوگی ٭

مدتیں گذریں۔ ہرن کی محبت کا نشہ ہرن ہو گیا۔ اور بھرت دل ہی دل میں اس طرح پچھتانے لگا "یہ میں نے کیا کیا۔ بھارت کے شاہنشاہ کا ہرن کی محبت میں پڑ کر ہرن بن جانا عجیب و غریب اور ساتھ ہی نہایت شرمناک اور عبرت انگیز

ملا تامبدی کا کلام ہے
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام

واقعہ ہے۔ میں اِس دُنیا کے بازار میں کیا سودا لینے آیا تھا۔ اور کیا سودا کر چلا! آریہ رشیوں کی راہ ترک کر دی۔ اور اناڑیوں کا طریقہ اختیار کر لیا۔ گھر سے آتما کے ساکشاتکار کرنے نکلا تھا۔ اور جسم کے تعلقات میں پھنس کر جسمانی بن گیا۔ اس ذلت کا بھی کہیں ٹھکانا ہے! اے ناپاک دل! تیری ناپاکی کی حد ہو چکی! تو نے ویدوں کی ہدایت اور گوروؤں کی تعلیم سے اپنے آپ کو بالکل ہی جُدا کر لیا۔ جس دل میں خدا کی جلالی اور جمالی صُورتیں مسکن گزیں ہو چکی تھیں آج اُسی دل کے حجرہ میں ایک حقیر اور بدحیثیت ہرن کے بچے کو جگہ دی گئی۔ ایشور کو لاٹھی سے ہانک کر بھگا دیا گیا اور اُس کی جگہ ہرن کے بچہ کو معبود بنا لیا گیا۔ پہلا کرم دھرم کدھر گیا! وہ جپ تپ کہاں چلے گئے! تمام تپسیا میٹ ہو گیا۔ اور پاپ نے اپنا پاؤں جما لیا۔ اب کیا کریں کچھ نہیں۔ یہ صُحبت کے اثر کا تماشہ ہے۔ بُروں کی سنگت بُرا بناتی ہے۔ جانوروں کا میل ملاپ جانور کی حیثیت بخشتا ہے۔ غضب ہو گیا۔ اگر کوئی سُنیگا۔ تو کیا کہیگا! بھرت انسان ہو کر حیوان ہو گیا۔ جو گیانی تھا۔ وہ نادان بن گیا۔ او [illegible] نیچے گرنا۔ افسوس اور تعجب کی بات ہے!

پڑھنے والو! غور کرو۔ کیا کسی ناکردنی فعل کے کر چکنے پر تم خود [illegible] [illegible] ہو۔ یہی بھرت نے بھی کیا تھا +

[illegible] گیا۔ اور بھرت نے اُسی وقت آشرم کی گھانس پانی کو [illegible] وہاں سے بھاگ نکلا۔ جہاں وہ اِس قدر اپنی نظروں میں ذلیل اور بے آبرو ہو گیا تھا۔ گنڈک ندی کا پانی اور تولہہ آشرم کی ہری بھری دُوب کی کشش بھی اُس کے روکنے کی طاقت نہیں لائی +

وہ کسی اور جگہ چلا گیا۔ اور دلی کشمکش اور خیالی جد و جہد کرتا ہوا ہرن کے خیال کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا +

دل میں رہتا میں تو دل میلا سا ہوتا | زندگی پاتا اگر نفس کو مارا ہوتا
دیکھ ہی لیتا حقیقت کے مناظر کو بھی | اپنی ہستی کا میسر جو نظارا ہوتا

دلِ ناداں! نہ ہُوا اپنا کبھی تو افسوس! ہم تیرے ہوتے اگر تو جو ہمارا ہوتا
کیسے گمراہ کوئی ہوتا یہاں آکے مرید
ذاتِ مرشد کا اگر اُس کو اشارا ہوتا

—(۷)—

بھرت کا براہمن کے گھر میں نیا جنم لینا

مختلف ہوتے ہیں دُنیا کے مناظر سارے
جلوہ تو ہے جُدا جلوۂ جاناں نہ جُدا

اِدھر سے دل پھرا۔ اُدھر متوجہ ہُوا۔ اِدھر موت آئی۔ اُدھر زندگی کا ورشہ ملا۔ بدحالی خوشحالی۔ موت۔ اور زندگی۔ دولت۔ اور مفلسی۔ صحت اور بیماری۔ یہہ سب ہمارے دل ہی کے خوش نما اور بد نما جذبات کے تماشے ہیں +

دیکھو۔ ذرا غور کرو۔ ہم کیسے خوبصورت ڈھنگ میں تم کو پُرانوں کی کہانی سُناتے ہیں۔ نادان آدمی تو اِن کے پیچھے ڈنڈا لئے پھرتے ہیں۔ لیکن ہم ہیں۔ جو اِن پُرانی کتابوں سے صداقت کا سبق حاصل کر کے تم کو حقیقت کا نظارہ دکھلاتے ہیں۔ اس قصہ کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اور ختم ہونے پر کہنا کہ لکھنے والے نے اپنے بھنگ کی ترنگ میں لکھا ہے۔ یا ہوش و حواس قایم رکھ کر قلم کے شیرازہ میں جکڑا ہے۔ ابھی ذرا صبر کرتے چلو۔ اگر "دروغ گو را تا بخانہ باید رسید" کا مسئلہ سچ ہے۔ تو "راست گو را تا بخانہ باید رسید" کی بات بھی صحیح ہوگی +

ہرن کے قالب میں رہنے والے بھرت کی زندگی کا خاتمہ ہُوا۔ اور اب اُس نے انگرا رشی کے گھر میں براہمن کا جنم پایا۔ اور براہمن ہو گیا۔ لیکن نام میں تبدیلی نہیں آئی۔ اجودھیا کی سلطنت کے زمانہ میں وہ بھرت تھا۔ ہرن کی شکل و صورت میں بھی بھرت ہی بنا رہا۔ اور اب براہمن کے گھر میں جنم دھارن کرنے پر بھی بھرت

ہی کہلاتا رہا۔ ایسا کیوں ہؤا؟ نام کیوں نہیں بدلا گیا؟ آخر اس میں کچھ مصلحت تھی۔ یا وہ یوں ہی ہے! یہاں ایک راز ہے۔ جس کا علم پوران صرف حقیقت پسندوں ہی کو بخشتے ہیں +

انگرا رشی کی پہلی بیوی سے پانچ لڑکے تھے۔ جو باپ کی طرح حقیقت رس نکتہ فہم۔ اور سخن سنج تھے۔ اور چھٹا یہ بھرت تھا۔ اس جنم میں اُس کے احتیاط کی طاقت اس قدر زور پر تھی۔ کہ وہ ہر کس و ناکس کی صحبت سے خائف رہتا تھا اور کسی سے ہمکلام بھی نہیں ہوتا تھا۔ جو لڑکا ایک دفعہ آگ سے اپنی انگلی جھلس لیتا ہے۔ پھر اُس کے گرد دوبارہ نہیں بھٹکتا۔ دودھ کا جلا چھاچھ تک بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ ہرن کی صحبت نے چونکہ اُسے ہرن بنا دیا تھا۔ اب وہ انسان کی صحبت سے بھی گریز کرنے لگا۔ کہ مبادا کسی وقت اُن کا اثر ناوانستہ دل پر غلبہ پا جائے۔ اور اُس کا نتیجہ حیرانی ہو +

یہاں سوچنے کے لئے ہم کو دو نکتے ملتے ہیں۔ اوّل تو جس مقام پر کسی بدتر حالت کا ظہور ہؤا ہے۔ انسان وہاں کا رہنا چھوڑ دے۔ ورنہ وہ جگہ ہمیشہ اُس کی پہلی ذلت کی یاددہانی کراتی ہوئی بے چین بنا دے گی۔ دوسرے چونکہ صحبت کا اثر فوری ہوتا ہے۔ قوت احتیاط کو نشوونما دینا چاہیئے۔ اور سنبھل کر رہنا چاہیئے +

بھرت کا دل اب حقیقت کی جانب زیادہ مائل رہنے لگا۔ وہ خاموش رہنے لگا۔ اور چونکہ بات نہیں کرتا تھا۔ لوگ اُسے نادان سمجھنے لگے اور اُس سے آپ ہی کنارہ کش رہنے لگے۔ یہ دنیا ایسی ہی ہے۔ اس سے تعلق پیدا کرو۔ تو وہ سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ اور اس سے دور رہو۔ تو وہ نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ سب کے ذہن نشین ہو گیا۔ کہ یہ جڑ بدعقل۔ اور بے تمیز ہے۔ اور انگرا رشی کے گھر کے آدمی اُسے جڑ بھرت کہتے تھے۔ اور مابعد کے نوشتہ جات میں وہ اسی ذلیل نام سے مشہور ہؤا ہے۔ کلام ہے:۔

(۱) جڑ سمان سیوک سبنے۔ سارتی آپا کھوے

بھرت درختوں کے سایہ کے نیچے رہتا تھا۔ جو کوئی کچھ سوال کرتا یہ آئیں بائیں شائیں جواب دیا کرتا۔ جس کی وجہ سے یہ اور بھی خوب اچھی طرح خاطر نشین ہو جاتا۔ کہ یہ مخبوط الحواس ہے +

اسی طرح یہ دُنیا حقیقت پسندوں کو دیوانہ سمجھتی ہے۔ میرے قریبی رشتہ دار اور ہمقوم مجھے بھی پاگل اور جنونی کہتے ہیں۔ کیونکہ میرا رُخ اب دنیا کی عزت۔ دولت اور حکومت کی طرف نہیں ہے۔ اور میرے پاگل ہونے میں شک ہی کیا ہے اندین کارخانہ دُنیا کا رات دن سودائیوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہوں۔ جس طرح بھرت تو جو کچھ کھانے پینے کو بُرا بھلا مل گیا۔ وہ اُس پر صابر اور شاکر رہا۔ میرا بھی یہی عمل و شغل ہے۔ ہاں بھرت مُنی (خاموشی پسند) تھا۔ میں بڑبڑاتا۔ بکواس کرتا اور قلم کی گھس گھس میں پڑا رہتا ہُوں +

بھرت سچ مُچ جڑ ہی ہو گیا۔ کبھی زمین پر پڑا ہے۔ کبھی درخت کے سایہ کے نیچے اُٹھ رہتے۔ تن سے خاک اور مٹی لپٹی ہوئی ہے۔ نہانے دھونے سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں وہ جسیم اور تنومند ضرور تھا۔ اور گرمی سردی۔ بھوک پیاس۔ اور سب کی خوشی ناخوشی کو یکساں طور پر برداشت کرتے ہُوئے وہ موٹا تازہ۔ لحیم و شحیم۔ اور ہٹا کٹا بن گیا تھا۔ یہ دسم دُھو سرکا ہے موٹے ہونے کا سوچ نہ دھن کا سوچ ہے بے فکری جسم کو مضبوط بنا دیتی ہے۔ یہ اصول ہے۔ لیکن اُس کی شکل و صورت سے حماقت کا نور برستا تھا۔ اور وہ شانت (مطمئن) نظر آتا تھا۔ جہاں جاتا اُس کے میلے کچیلے چیتھڑوں کو دیکھ کر آدمی ناک بھوں سکوڑتے تھے۔ کوئی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ اور بھرت اس کے سوا چاہتا کیا تھا؟ یہی تو ایسا بھیس بنانے سے اُس کا مقصد تھا +

مجھے تو کام ہے تجھ سے کسی سے کام نہیں	یہاں کسی سے تعلق کا اہتمام نہیں
عزیز و دیگانہ کا شکوہ کیوں کرتا	زباں خموش ہوئی خواہش کلام نہیں
بلا کشانِ محبت کے نیاز نظروں میں	نہ صبح صبح ہے اور اُس کی شام شام نہیں

ٹھہرنے کا کبھی نام بھول کر لینا سکونت اور رہائش کا یہ مقام نہیں
جنونِ عشق کو ہوش و خرد سے کیا مطلب
تمیز و عقل کا اس گھر میں انتظام نہیں

ہم کیوں حقیقت کے بتانے میں دیر کریں۔ جنم اصل میں تبدیل حالت اور تبدیل مقام کا نام ہے۔ اس کے سوا وہ اور کچھ نہیں ہے۔ انگرس۔ سنسکرت لفظ انگ (اثبات کا ذرہ) اور اک (شامل کرنے) سے نکلا ہے یہ وہ اثبات کا زبردست پہلو ہے جو قوت ارادی کے جذبہ کو پختہ کرتا ہے۔ یہی ہادی اور رشی ہے۔ اور پانچ گیان مدریاں پانچ بھائی ہیں۔ بھرت کو جب قانونِ خیال اور علمِ خیال کا تجربہ ہو گیا۔ وہ سنبھلا، اثبات پسند ہو گیا۔ اور حواس کی جانب سے بے پرواہ ہو کر آتما۔ یعنی اثبات حقیقی کے خیال کو پختہ کرنے لگا۔ اپنی حالت اور حیثیت بدل لی۔ لیکن نام کو نہیں تبدیل کیا۔ ہاں "جڑ" کا خطاب بے شک اُس کے ساتھ بطور اضافہ کے شامل کر لیا گیا۔ اور بھرت سنسکرت لفظ "بھری" (پرورش کرنے) اور پاک صاف کرنے کے داہمہ کو پکاسے کو کہتے ہیں +

:(۸):

بھرت کی بھدر کالی دیوی کے مندر میں بلدان کی تیاری

دیکھے دلِ دلبرِ دلدار کو ہم پائیں گے
قیمتِ دل ہے خدا دِل کا ہے بیعانہ جُدا

اُس وقت کسی ڈاکو سردار کو دیوی کے مندر میں آدمی کے بلدان (قربانی) چڑھانے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اُس کے آدمی ایسے آدمی کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ کوئی کام کا نہیں ملتا تھا۔ اُن کی نظر بھرت پر پڑی۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ یہ شخص بلدان کے لئے موزوں ہے۔ اور اس کے بھرنے بھینٹ سے

دیوی بہت پرسن (خوش) ہو گی"۔ وہ بھرت کے قریب آئے۔ نہ بولے نہ چلے اُس کی مشکیں باندھ لیں۔ اور بھدر کالی کے مندر میں لائے +

بھرت خاموش! نہ اُس نے پوچھا "کہ تم کیوں ظلم کر رہے ہو؟" اور نہ اِن میں سے کسی نے اُسے بتایا۔ بھرت کے نزدیک عدل و ظلم کی حیثیت ایک طرح کی ہو گئی تھی۔ خواہش جو دُنیا کی ماں اور مُصیبتوں کی پیدا کرنے والی ہے۔ دل سے یک قلم دُور ہو گئی تھی۔ اور جس میں کوئی خواہش ہی باقی نہ ہو۔ وہ کسی سے کیا پُوچھے اور کیوں پُوچھے! یہاں سوال و جواب کی ضرورت ہی کیا ہے! جو ہوتا ہے وہ ہُوا کرے۔ نہ ہونے کی خوشی اور نہ ہونے کا ملال! یہ تیسری حالت ہے جسے "آتم گیتی" اور "روحانیت" کہتے ہیں۔ اور جو سگن اور نرگن اُپاسناؤں سے اُونچی ہے۔ لیکن بات ایسی باریک اور لطیف ہے۔ جو بغیر تجربہ کے سمجھ میں نہیں آتی +

یہ معجزہ ہے میرے دلِ جذب آفریں کا
پیوند آسماں سے وابستہ ہے زمیں کا

ڈاکوؤں نے اُسے نہلایا دُھلایا۔ پیشانی پر چندن ملا۔ گلے میں ہار پہنایا۔ میٹھا کھانا کھلایا۔ اور حسب رواج اُس کی پُوجا کی۔ دُھوپ۔ دیپ۔ کافور جلایا اور گاتے بجاتے ہُوئے اُسے لا کر دیوی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اور براہمن پوجاری ہات میں تیز اور خوفناک خنجر لئے ہُوئے اَستتی کے شلوک پڑھنے لگا +

بھرت چُپ چاپ خاموش! زمین میں چاہے جنبش آ جائے۔ لیکن کیا مجال کہ اُس کے لبوں پر حرکت آئے۔ نہ اُسے خوشی تھی نہ ناخوشی! نہ یہ کیفیت پسند تھی نہ ناپسند۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ حیوان کی طرح آج اُس کی گردن رہتی جائیگی وہ ذبح کیا جائے گا۔ لیکن وہ چونکہ موت اور زندگی کے سوال کو اب ختم کر چُکا تھا۔ نہ جینے کی خواہش تھی۔ نہ مرنے کا غم تھا۔ یہ حالت اگر کسی کو میسر ہو جائے۔ تو کیا کہنا ہے! اس سے بہتر اور کیا ہوتا ہے! اور جس وقت یہ نصیب ہو جاتی ہے۔ پھر

کسی کو انسان کی نسبت 'فانی' اور 'ناشمان' کا لفظ استعمال کرنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت اکثر آدمیوں کو میسر ہوتی ہے۔ گیانیوں، بھگتوں اور سنتوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ معمولی دس روپیہ کی تنخواہ پانے والا جنگی سپاہی تک بھیشم جیسا اولوالعزم اور بیباک ہو جاتا ہے۔ یہی طریق رضا کی معراج ہے۔ یہی تسلیم کے قافلہ کی منزل مقصود ہے۔

بیٹھے جی پینے عشق جب تیر دو تک پہنچے   تب ملی ہم کو خبر آج کہ گھر تک پہنچے
کس نے مارا ہمیں ہم آپ ہیں اپنے قاتل   تیغ سونتی ہے کہ جو ٹھیک جگر تک پہنچے

بیچ خنجر لئے ہوئے براہمن کھڑا ہے۔ سامنے دیوی کی مورتی ہے۔ ایک متحرک وجود ہے۔ دوسری غیر متحرک صورت ہے۔ حرکت اور بے حرکتی کا اوپد مقابلہ ہے۔ ایک طرف مُردہ وجود ہے کے نام پر زندہ کے مارنے کا معاملہ ہے۔ اندھے معتقد مُردہ کو بھی زندگی کا شربت پلاتے ہیں۔ اور مُردہ مورتی کے سامنے زندہ مخلوق کا بلیدان کرتے ہیں۔ اگر زندہ مُردوں کو کام کی چیز بنانا چاہیں۔ تو کم از کم کچھ تو سمجھ میں آ جاتا ہے لیکن اس بات کو سوائے نکتہ رس صوفی کے کوئی نہیں جان سکتا۔ کہ کیوں مُردہ کے نام پر زندوں کا خون کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کچھ قانون قدرت ہی ہے۔ اور اس عمل و شغل کا اہتمام صرف وحشیوں ہی کے درمیان نہیں ہے۔ بلکہ مہذب قومیں بھی روز بہ شکل مختلف یہی بیوہار کیا کرتی ہیں۔ اس معاملہ میں مہذب اور غیر مہذب دونوں ہی یکساں ہیں۔

بھرت نے ایک طرف دیوی کو اور دوسری طرف پوجاری براہمن کو دیکھا حرکت میں بے حرکتی اور بے حرکتی میں حرکت کا نظارہ اُس کے سامنے آ کر خود بخود کھڑا ہو گیا۔ جو بغیر لات پاؤں کے چلتا پھرتا اور کام کرتا ہے۔ درحصل وہی اس پوجا کی شکل میں جلوہ نما ہے۔ جو بے زبان خود نہ بولتا ہوا دوسروں کی ہزار زبانوں سے خوش کلامی کا منظر دکھاتا ہے وہی ہے۔ جو خود بغیر منہ کے نہ کھاتا ہوا دوسروں کے کروڑوں منہ سے کھانے پینے کی حالت قایم کرتا ہے وہی اُسے یہاں نظر آیا۔ یہ

سگن اور نرگن اُپاسنا سے اُونچے درجہ کی اُپاسنا ہے۔ سگن جسمانی اور نرگن خیالی اور دلی پرستش ہے۔ اور یہ رُوحانی پرستش ہے۔ جسے صورت میں بے صورتی۔ موت میں زندگی۔ اور بے حرکتی میں حرکت کا راز سمجھ میں آجائے وہی گیانی کہلاتا ہے۔ لو۔ اُس کا جپ تپ آج خود ہی مکمل ہو گیا۔ اور تیسری مرتبہ اُس نے اُس محیط کل برہم کا درشن کر لیا۔ جو ذی رُوح۔ غیر ذی رُوح۔ ذی جسم و غیر ذی جسم۔ صاحب دل اور بے دل سب میں موجود ہے۔ اور سب اُسی کے سہارے رہتے ہوئے اُسے نہ تو معدوم کہہ سکتے ہیں نہ موجود! وہ کیا ہے! پرم پار ہے۔ وہی اصلیت ہے وہی حقیقت ہے۔ وہی سب کچھ ہے +

مندر میں جوش و خروش کی صدا بلند ہے۔ ڈاکوؤں کا گروہ پوجاری کے پیچھے کھڑا ہوا جھن گا رہا ہے۔ وہاں صرف ایک ہی شخص ایسا ہے۔ جو خاموشی کی تصویر حیرت بنا ہوا اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ بھرت ہے۔ یہ سماکشی بھاؤ کی بدیہی مثال ہے۔ جسے صرف سمجھدار دیدانتی ہی کسی حد تک ذہن نشین کر سکتا ہے۔ دوسروں کو اس کی سمجھ آنی مشکل ہے +

خنجر گردن کی رگ پر آنے ہی کو ہے۔ ایک آزاد اور کھلے ہاتھ پاؤں والے کی قربانی ہونے ہی کو ہے۔ لیکن اُسے مار کون سکتا ہے! موت تو ذہنی قید و بند کے غلاموں ہی کے لئے ہے۔ جس نے قیود اور بندشوں کو پہلے ہی توڑ رکھا ہے۔ وہ کب مرتا ہے۔ اور اُسے کون مار سکتا ہے! مرنے والے صرف اگیانی ہیں۔ گیانی کے لئے موت نہیں ہے۔ کیونکہ اُس نے زندگی کے وہم کو قطعی طور پر دل سے نکال کر دیا ہے۔ جو زندگی کو پیار کرتا ہے اُسی کی تو موت آئے گی۔ اور جس میں زندگی کا گمان ہی نہیں ہے۔ وہ کیسے مرے گا! اور کیوں مرے گا! دیوی کی مورتی میں حرکت آئی۔ یہ حرکت کس نے پیدا کی کوئی بھی نہیں کہہ سکتا۔ وہ دھم سے نیچے گری۔ اور پوجاری برہمن اس کے نیچے دب کر کچلا گیا۔ مارنے والا آپ مرا۔ جس کی قربانی ہونے کو تھی وہ صاف بچ گیا۔ ضعیف الاعتقاد ڈاکو ڈر گئے۔ اُن میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اور بھرت کو

فوق الانسان اور فوق البشر مخلوق سمجھ کر خوف سے بھاگ گئے۔ اور جس مندر میں پہلے بے جان پتھر کی دیوی رہتی تھی۔ اب وہ زندہ اور اصلی دیوتا کا استھان بن گیا اور یہ بھرت جیسا انسان تھا۔ یہاں آکر انسان کی بزرگی کا پتہ لگتا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جس وجود کے سامنے مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق فرشتوں کو بھی سربسجود ہونے کا حکم ہے۔ اور جس کی نسبت ہندوؤں کے تو تنتہ تجات پیر یا دیوتاؤں سے بھی زیادہ بزرگ اور زیادہ باوقعت ہونے کی شہادت دی گئی ہے۔ وہ انسان ہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے۔ جو دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔ ہندو تم نہیں صحیح اور سچے معنی میں آدمی نہیں کہتے۔ کیا ہوا اُن کی شکل و صورت آدمی جیسی ہوئی۔ ان کو تو انسان کی فضیلت تک کا علم نہیں ہے۔ ہاں اور کوئی انہیں آدمی بتائے۔ میں کم از کم کسی حالت میں اِن کو آدمی کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ آدمی نہ غلام ہے نہ محکوم ہے۔ آدمی نہ ظالم ہے نہ مظلوم ہے۔ وہ آزاد مطلق اور بے بسی و بے کسی کی حالتوں پر غالب ہے۔ اور بھرت ایسا ہی انسان تھا۔

جو میں نہ ہوں تو سمجھ لو کوئی جہاں میں نہیں
زمیں پہ حصر ہے کیا کوئی آسماں میں نہیں

مری ہی سانس سے حرکت ہے نبض کے عضا میں
نہ سانس لوں تو یہ حرکت الہ زماں میں نہیں

چمن میں شور و صدا اور راگ رنگ کہاں
جو عندلیب گلستاں کے آشیاں میں نہیں

یہ رعد و برق ہیں اثرات دل کے جذبوں کے
وہ نعرہ کیسا فغاں ہوا اثر فغاں میں نہیں

کمال حسن بشر کے لئے زوال کہاں
کسے بتائیں کہ یہ راز راز داں میں نہیں

مندر خالی! صورت بے صورتی ہر دو غالب یا عدم و وجود دونوں یکساں! اب اور بھرت کے وہاں اور کوئی نہیں رہ گیا۔ اور رہتا کیوں؟ پہلے بھی کون تھا؟ سب توہمات کی خیالی صورتیں تھیں۔ وہم نے اپنا بوریا بستر باندھ لیا۔ وہم جاتے رہے۔ اور صاحب وہم نے ان سے مخاطب پاکر اپنے آپ کو اکیلا پایا۔ حیرت کے سوا اب اور کیا کہا جائے!

یہ تصوف کی معراج - معرفت کی انتہا - اور حقیقت کا خاتمہ ہے - اسی کے سہارے علم الیقین - حق الیقین - اور عین الیقین کے کھیل کھیلے جاتے ہیں - وہ ان سب سے بھی اونچی حالت ہے +

بیدل ہوئے تو دل کا تماشا دکھا دیا
جب اہل دل ہیں - وہم کو دل سے ہٹا دیا
مرتے رہے اجل کے تصور میں بار بار
زندہ ہوئے تو نام اجل کو مٹا دیا

-:(۹):-

بھرت کا راجہ ہو گن کی پالکی اٹھانا

سانس رکتی نہیں رکتے ہیں ہوا کے جھونکے
پنکھا خانہ ہے جدا - دل کا ہوا خانہ جدا

ہر مخلوق کی آزادانہ روش اس کی خوبصورت زندگی کی متحرک تصویر ہے - لیکن سب سے زیادہ خوبصورت اس انسان کی زندگی ہے جس کے دل کے مندر میں آزادی کی دیوی روح متحرک بن کر اڑتی اٹھلاتی ہوئی اٹھکیلیاں کھیلتی رہتی ہے - اس کی مشابہت کسی سے بھی نہیں ہے - وہ لامثال شے ہستی مطلق کا نمونہ ہے - بھرت نے تین خداؤں کا درشن کر لیا - جسمانی - دلی - اور روحانی - اب کیا باقی رہ گیا! اب وہ آزاد ہے - اسے اب گرنے پڑنے کی بھی خطرہ نہیں ہے کیا مجال کہ اب کسی کی صحبت کا اثر تو اس کے اندر جگہ پائے - اس نے مندر کو چھوڑا - ویرانہ جنگل میں سیر کرنے آیا - جہاں ہوا اس کی حرارت دور کرنے کے لئے پنکھا جھلتی تھی - قدرت کی طاقتیں خدمت کے لئے دست بستہ کھڑی تھیں - آسمان اس کا خیمہ ہے - فرش زمین اس کی تختگاہ ہے - جنگل کے وحشی چرند پرند اس کی بلائیں لیتے ہیں - وہ ان میں اپنا روپ اور اپنے میں ان کا روپ دیکھتا ہے - غیریت دور ہوئی - دونوں کی خوشی ہر حالت میں شامل

حال ہے +

سندھ کا راجہ رہوگن پالکی پر سوار جنگل سے گذر رہا تھا۔ اُس کا ایک کہار راہ میں بیمار پڑ گیا۔ اُس کی جگہ دوسرے کی ضرورت ہوئی۔ کہار تلاش میں نکلے جا بجا دیکھا۔ کوئی آدمی نظر نہیں پڑا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جھرت مل گیا۔ کہار اُسے پکڑ لائے۔ اور مل جل کر راجہ کو پھر پالکی پر بٹھا کر لے چلے۔ تین کہار تو تجربہ کار تھے۔ مگر اس چوتھے نے چونکہ کبھی پالکی نہیں اُٹھائی تھی۔ اُس خدمت کے ناقابل معلوم ہوا۔ اور تو سب سیدھے قدم رکھتے تھے۔ یہ قدم بچا بچا کر رکھتا تھا۔ کہ مبادا کوئی چیونٹی پاؤں کے نیچے نہ دب جائے +

راجہ چلے ہاتھی گھوڑا پالکی سجائے کے
سادھو چلے بھوئیاں بھوئیاں چیونٹی بچائے کے

پالکی ہچکے کھانے لگی۔ راجہ کو تکلیف ہوئی۔ پوچھا "یہ جھکولے کیوں دیئے جاتے ہیں؟" کہار بولے "اس نئے آدمی کو پالکی اُٹھانے کی تمیز نہیں ہے۔ اس کے قدم سیدھے نہیں پڑتے۔ دیکھنے میں تو یہ ہٹا کٹا ہے۔ لیکن سخت بے عقل ہے۔ اس کی وجہ سے ناحق ہم بھی سزا پائیں گے۔ اور آپ مفت میں ناراض ہو جائینگے غلطی ایک آدمی کرتا ہے۔ اور بدنام سب کے سب ہوتے ہیں۔ صحبت کا نتیجہ ایسا ہی کہا گیا ہے" +

راجہ کہاروں کی سیدھی سادی باتوں کو سُن کر ہنسا۔ "تم سچ کہتے ہو۔ ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ اور ایک گائے تمام گلہ کو وحشی بنا دیتی ہے۔ اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے" لیکن چونکہ وہ نیک دل اور تجربہ کار انسان تھا۔ حکومت کا نشہ اُس کے دل سے دُور ہو چکا تھا۔ وہ خود جھرت کی طرف مخاطب ہوا "بھائی! تم اس کام کے ناقابل ہو۔ ہر شخص نئے کام کے لائق نہیں ہوتا۔ گو تم جسیم شحیم ضرور ہو لیکن عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ جسم میں پہلے جیسی طاقت نہیں رہی ہے۔ تاہم ذرا دھیان دیکر قدم اُٹھاؤ۔ تاکہ پالکی کو جھٹکے نہ لگیں۔ اور

میں تمہیں معقول مزدوری دوں گا۔ اور تم خوش ہو جاؤ گے"۔ بھرت خاموش رہا۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ اور وہی چال چلنے لگا۔ جو وہ پہلے چلا تھا۔ راجہ کو تکلیف ہوئی۔ اُس کی ہڈی پسلی دُکھنے لگی۔ اور جب بار بار فہمائش کرنے پر بھی حالت نہیں بدلی۔ راجہ کو آخرکار غصہ آ ہی گیا۔ وہ ترش رو ہو کر بولا "تم تو مُردہ لاش سے مشابہ ہو۔ میری بات کو نہیں مانتے۔ راجہ کا حکم سب مانتے ہیں۔ تم نہ متوالے ہو نہ باولے ہو۔ تمہاری صورت شکل سے اِن میں سے کسی حالت کا پتہ نہیں لگتا اب اگر اپنی چال نہ بدلو گے۔ تو پھر سخت سزا پاؤ گے۔ مجھے جلد اپنی جگہ پر پہنچنا ہے۔ احتیاط سے کام لو۔ تم تازہ دم ہو۔ تھکے ماندے نہیں ہو۔ اور بڑی آسانی سے بوجھ اُٹھا سکتے ہو۔ یہ اس قدر مشکل کام بھی نہیں ہے۔ پھر یہ نہ کہنا۔ کہ راجہ نے بے انصافی سے کام لیا"۔

بھرت کا دل پریم سے بھرا ہوا تھا۔ اُس میں راجہ کی محبت کے لئے بھی جگہ تھی۔ اُس نے اپنی رفتار روک لی۔ اور بیخودی کی حالت میں یہ مستانہ راگ گا اُٹھا:-

(۱)۔ نہ جسم ہوں میں نہ جان ہوں میں نہ دل عقل کا قائل ہوں میں
نہ وہم ہوں [illegible] ہوں۔ نہ شک و فکر و خیال ہوں میں
(۲)۔ جواب دوں کیا تمہاری باتوں کا۔ تم نہ سمجھو گے اُس کو ہرگز
بغور دیکھا تو آپ خود مقصد و مرادِ سوال ہوں میں
(۳)۔ ہوس نہیں زندگی کی مجھ میں۔ مجھے نہیں خوف موت کا ہے
کمال کو ہے زوال کا ڈر۔ زوال کا خود کمال ہوں میں
(۴)۔ یہ سزا جزا کے ڈھکوسلے مدتوں سے کافور ہو گئے سب
نہ مفلسی سے ہے رنج مجھ کو۔ نہ درپئے جان و مال ہوں میں
(۵)۔ فریب کیا دیگا مجھ کو کوئی۔ نظر میری جب ہے اپنی جانب
طلسمِ ہستی کے میکدہ کا۔ علیم و عاقل کمال ہوں میں

راجہ کے ہوش کے طوطے اُڑ گئے۔ سمجھ گیا۔ کہ یہ کہار معمولی عقل و تمیز کا آدمی نہیں ہے۔ کہاروں کو روک کر اُس نے پوچھا "اِس گیت سے میں کیا سمجھوں۔ یہ حال ہے۔ یا قال ہے۔ اس سے تیری اپنی ذاتی کیفیت کی اظہار ہوتی ہے۔ یا تو نے کسی اور کی زبانی اِسے سُن کر یاد کر لیا ہے"؟

—:(۱۰):—

بھرت کا رہوگن کے سوال کا جواب دینا

دِل میں بستا ہے خدا گھر میں بشر رہتے ہیں
گھر ہے مٹی کا جُدا۔ دل کا ہے کاشانہ جُدا

بھرت بولا:۔ "وزن اور بوجھ کیا ہے! جینا اور مرنا کیا ہے! دُکھ اور سُکھ کی حقیقت کیا ہے! سر پر بوجھ لئے ہُوئے جب آدمی گاتا ہُوا جاتا ہے۔ تو نہ تو وہ بوجھ کو محسوس کرتا ہے۔ اور نہ جانتا ہی ہے۔ کہ بوجھ کی بھی کوئی ہستی ہے۔ دُکھ کا بھی یہی حال ہے۔ جب آدمی پست ہمت۔ پست حوصلہ ہو جاتا ہے تب ہی اُسے دُکھ ہوتا ہے ورنہ دُکھ کیسا! کیا یہ دُکھ وہم نہیں ہے۔ تو جزا کی لالچ اور سزا کا خوف کسے دِلاتا ہے! کیا دل کے غنی کی نظر کبھی دولت کی طرف گئی ہے۔ یا حقیقت کے سمجھے ہوئے کو سزا کا خوف ہُوا ہے! تو کسے سزا دیگا؟ یہ جسم آپ ہی مُردہ اور مرا ہُوا ہے۔ مُردہ کو کوئی کیا ماریگا۔ اور کیوں ماریگا! زندگی اور زندگی کی خوشی کا امکان اس جسم میں نہیں ہے۔ وہ کوئی اور ہی شے ہے۔ پھر تیری لالچ اور دھمکی کو میں کیا سمجھوں؟ تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے یا سچی بات سُنا رہا ہے؟ یہ نادانوں کی گفتگو ہے۔ مرے ہُوئے کو کس نے مارا۔ اور زندوں کو کس نے زندگی دی۔ یہ نفس کے خیالات ہیں جن کا گذر عقلمند اور ثبات پسند آدمیوں کے دل میں نہیں ہوتا۔ میں جسم میں رہتا ہُوا جسم سے جُدا ہوں۔ میں جسم سے جُدا ہوتا ہُوا جسم سے ملا جُلا ہُوں۔ میرا اصل پاک

یہ جسم بلوان ہوتا ہے - میری زندگی سے اِسے زندگی ملی ہوئی ہے - اس جسم کا لڑکپن - جوانی - بڑھاپا - صحت اور بیماری میرے ہی سہارے ہے - بغیر میرے اُن سب کی ہستی کہاں ہے! اے راجہ! تو تیری پالکی اور تیرا جسم یہ سب میرے ہی سہارے پر ہے - لیکن تُو مجھے نہیں سمجھتا - اگیانی ہے - اور اپنے اگیان کے زیر اثر مجھے دھمکاتا - ڈراتا ہے - مجھے تیری حرکت دیکھ کر ہنسی آتی ہے"+

"تُو نے مجھے مُردہ لاش قرار دیا ہے - بہت اچھا! لیکن اگر میں زندہ نہ ہوتا تو تُو خطاب کیسے کرتا! کیا کسی نے مُردہ لاش کے ساتھ بھی ہمکلامی کی ہے! تو راجہ بنتا ہے - اور مجھے اپنی رعیت سمجھ کر سخت سُست کہنے پر اُتر آیا ہے - تو سخت غلطی پر ہے - رعیت ہی نے تجھے راجہ بنایا ہے - تیری سلطنت کی جڑ رعیت ہی میں ہے - اگر رعیت نہ ہوتی - تو پھر تُو راجہ کیسے ہوتا - اور کس کا راجہ کہلاتا! حقیقت میں نہ تو کہیں راجہ ہے نہ پرجا ہے - یہ پنچ کی صُورتیں ہیں - جو ایک کی نسبت سے ظہور میں آتی ہیں - ورنہ کون کس کا راجہ اور کون کس کی رعیت!"

"تُو نے مجھے دیوانہ پاگل اور متوالا نہیں سمجھا - یہاں تُو نے کسی حد تک صحیح بات کہی ہے - گو سچائی یہ ہے - کہ جس کے سہارے عقل اور بے عقلی اور خوبی خوبی کا کے تماشے ہوتے ہیں وہ اِن سب سے مختلف ہے - اور وہ صرف میری ہی ذات ہے"+

"تُو میری اصلاح کا دعویدار ناحق ہوتا ہے - میں جس طرح غلطی سے بَرا ہوں اُسی طرح مجھ میں اصلاح کی گنجایش کہاں ہے"!

اور بھرت نے پھر اپنا دوسرا راگ چھیڑا +

دُنیا ہے کیا؟ طلسم فریب خیال ہے
دین کیا ہے؟ قید و بند کا وہم کمال ہے

کیسا فراق کب سے کبھی ہم جُدا ہوئے
پیش نگاہ وصل میں لطف وصال ہے

جس راز کی تلاش میں رہتا ہے فیلسوف
وہ میرا قال اور وہی میرا حال ہے

میں زندگی ہوں تندو ہی لطف زندگی
میرے بغیر جینا کسی کا محال ہے

سر پہ بٹھا کے مجھ کو حقیقت بتا دیا
ناز و نیاز و آز کا بس یہ مآل ہے

-:(۱۱):-

رہوگن کا پالکی سے اُتر کر معافی مانگنا اور پہلا سوال

ایک میں دوسرے کا وہم نمایاں دیکھا
طرز شاہانہ جدا ۔ طرز فقیرانہ جدا

رہوگن نے پالکی کے پیچھے اُٹھانے کا حکم دیا ۔ اور آپ باہر آ کر جڑ بھرت کے پاؤں کو بوسہ دیا ۔ اور اپنی غلطی کی معافی مانگی ۔ یہ نیک بخت انسان دل کا پہلے ہی سے اچھا تھا ۔ اور جب اُسے معلوم ہو گیا ۔ کہ معمولی گنوار کے بھیس میں کسی زبردست گیانی نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے ۔ تو اُسے سب سے پہلے اپنے شاہی غرور کے تارک کرنے کی سوجھی ۔ جب تک انسان میں غرور رہتا ہے ۔ تب تک وہ کسی شے یا اصول کی اہمیت کو دل میں جگہ نہیں دیتا ۔ اور اُس کے اندر انسان کا مادہ نہیں پیدا ہوتا ؛

رہوگن بولا " آج میری قسمت کا ستارہ چمک اُٹھا جس پاک صورت کی زیارت کے لئے آنکھیں ہر وقت ترستی رہتی تھیں ۔ وہ خود بخود سامنے آ گئی ۔ اور آپ ہی نے اپنے کندھے پر میرے جسم کے پاپ کے بوجھ کو اُٹھا کر مجھے آزاد کر دیا ۔ بھگوان ! آپ کون ہیں ؟ کس کے لڑکے ہیں ۔ کہاں سے آئے ہیں ؟ کیا کہیں آپ کپل رشی تو نہیں ہیں ۔ جس نے گیانی انسان کے اطمینانِ قلب کی غرض سے گیان کے فلسفہ کی ابتدا کی ۔ آپ میں برہما ۔ وشنو ۔ مہیش تینوں کے اوصاف نمایاں صورت میں نظر آ رہے ہیں ۔ آپ کرم کر رہے ۔ میری غلطی کو نظر انداز کیجئے ۔ اور مجھے کچھ اپدیش ۔ (نصیحت) سنائیے ؛

بھرت نے راجہ کو محبت کی نظر سے دیکھا۔ جب خیر تو کُل کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ توکل میں بھی اسی قسم کی کشش کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ قدرت کا مسلمہ اصول ہے۔ جسم کُل ہے۔ ہاتھ اُس کا جزو ہے۔ جب ہاتھ جسم سے اُس کی طاقت کا خواہشمند ہوتا ہے۔ کیا اُس وقت جسم کی تمام طاقت اُس کی جانب مائل نہیں ہوتی! اسی طرح ہر جگہ یہ اصول کام کرتا ہے۔ رہوگن کو ادھکاری پاکر بھرت مسکرایا۔ اُسے فضول دُنیاوی تہذیب کے اخلاقی سوال کے جواب دینے اور معذرت اور استتی سُننے کی فرصت کہاں تھی!

اُس نے کہا "تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

رہوگن بولا "آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں! سنساریوں کو گیان کی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ آپ نے اشارہ اشارہ میں اس قدر باتیں کی ہیں۔ کہ جن کے جان لینے ہی سے انسان بہ آسانی گیانی ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ اشارہ ہی اشارہ ہیں۔ انہیں کی وضاحت کر دیجئے اور بس!"

بھرت مسکرایا "تم سوال کرو۔ میں جواب دُوں گا۔ جب تک کوئی سوال صاف لفظوں میں نہیں پیش کیا جاتا۔ تب تک جواب دینے کا دستور نہیں ہے"

رہوگن نے کہا "آپ نے فرمایا ہے۔ کہ بوجھ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ کیسے مان لیا جائے! اور بوجھ سے دُکھ نہیں ہوتا۔ یہ صحیح کب ہے! آپ نے میری پالکی اُٹھائی۔ اور آپ اُس کے بوجھ سے نہیں گھبرائے۔ پہلے اسی بات کی وضاحت کر دیجئے۔ تب میں اور سوال کروں"

بھرت نے جواب دیا "راجا! بوجھ کا دُکھ صرف اُسے ہوتا ہے۔ جو بوجھ کو بوجھ سمجھ لیتا ہے۔ اور جس نے اُسے ایسا نہیں سمجھا۔ اُسے دُکھ کیوں ہونے لگا! دُکھ تو انسان کے دل کا وہم ہے۔ اس کے سوا وہ اور کچھ نہیں ہے"

دُکھ کسی چیز کی بابت اپنے دل میں غیریت اور علیحدگی کے خیال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر غیریت اور جُدائی کا خیال نہ پیدا ہو تو اس ناخوشگوار حالت

کا امکان بھی نہ ہو۔ میں نے تمہاری پالکی کو اُسی طرح اپنے سے علیحدہ نہیں سمجھا۔ جس طرح جسم رکھتا ہوا میں سر کو اُس سے جُدا نہیں قرار دیتا۔ اور وہ بوجھ نہیں معلوم ہوتا۔ بالکل اسی اصول پر میں نے تمہیں تمہاری پالکی کو اپنے سے جُدا نہیں سمجھا تھا۔ اور یہ سبب ہے۔ کہ وہ میری تکلیف کی باعث نہیں ہوگی۔

یہاں کئی باتیں ہیں جنہیں تم بغور سنو۔ اور وہ یہ ہیں:-

(۱)۔ یہ جگت ایک شے واحد ہے۔ جس میں ذرا بھی کسی کو کسی سے علیحدگی نہیں ہے۔ جس طرح جسم ہزاروں اعضا جو ہیں۔ رگ۔ ریشے۔ خون۔ ہڈی وغیرہ رکھتے ہوئے ایک ہے۔ اور ایک کے سوا اور نہیں ہے۔ اُسی طرح زیادہ وسیع پیمانہ پر یہ دُنیا بھی ہے۔ یہاں جو مخلوقات اور موجودات ہے۔ وہ بھی جسم کی فرضی مختلف الحالی کا تماشا دکھاتی ہوئی ایک دوسرے کے ساتھ گتھی اور پروئی ہوئی ہے۔ جو ایسا سمجھ لیتا ہے۔ وہ عضو رکھنے والے جسم کی طرح اپنے کسی عضو سے دُکھی نہیں ہوتا۔ دُکھ صرف غیریت کے وہم سے پیدا ہوتا ہے اور نہیں۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر غیریت یا جُدائی کا وہم کسی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ اور اُس کے دُور کرنے کا بھی خیال ہے۔ تو عشق یا پریم کے جذبہ کو پیدا کر کے۔ اُس غیر اور جُدا شدہ شے سے میل ملاپ کرو۔ دُکھ خود بخود جاتا رہیگا۔ اور بوجھ کے صدمہ سے نجات ہوجانے کی سبیل کر لو۔ تم پانی نہیں ہو۔ اور پانی تم سے جُدا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ تم سر سے پاؤں تک پانی ہی پانی ہو۔ تمہارے جسم کا کوئی حصہ پانی سے خالی نہیں ہے۔ پھر بھی سمجھانے بجھانے کی نظر سے پانی کو اپنے سے جُدا مان لو۔ اور جُدا مان کر اُسے تازگی بخش۔ طراوت بخش اور زندگی بخش سمجھ کر اُس سے خوب ملاپ کرو۔ اور دُکھ آپ جاتا رہیگا۔ غیریت پسند آدمی سر پر پانی کا گھڑا رکھ کر دو چار کوس نہیں چل سکتا۔ اُس کا سر غیریت کے تصور سے دُکھنے لگیگا۔ لیکن پانی سے تازگی بخش وہم کی رغبت سے اگر وہی شخص بند

میں کود کر غوطہ مارے تو باوجودیکہ اُس کے اُسی سر پر پانی کا بھید بوجھ ہو جائے گا اور آگے پیچھے اوپر نیچے پانی ہی پانی ہو جائے گا۔ لیکن وہ ذرا بھی تکلیف نہ محسوس کرے گا۔ یہ مدبرانہ زندگی کا صحیح واقعہ ہے۔ اسی طرح جو بات پانی کی بابت صحیح ہے۔ وہی ہر شے کی نسبت صحیح کہی جا سکتی ہے۔ جب تک کوئی گرہستی اپنی آل اور اولاد لونڈی کنبے کو اپنا سمجھتا ہے وہ ان کے لئے بظاہر ہر قسم کی تکلیف کے مدارج سے گذرتا ہوا بھی دکھی نہیں ہوتا۔ لیکن دل میں ذرا غیریت کا وہم آ جانے دو۔ اور وہ اسی وقت پریشان ہو جائے گا۔ اسی پریم کے عمل کو بھگتی کہتے ہیں۔ یہ ایشور کے طرف مخاطب ہونے کا طریق ہے۔ تاکہ کل کی محبت سے جزویات اور فروعات کا وہم جاتا رہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جس وقت غیریت کا وہم دل میں جگہ پا جائے۔ آدمی دنیاوی تفکرات کے وقت صرف اپنی طرف رجوع کرے۔ اور بار بار اپنے ہی تصور کو پختہ کرتا ہوا ایک ایسی حالت اپنے اندر پیدا کر لے کہ دل غیریت کی جانب بھولکر بھی نہ جائے۔ اور وہ خوش ہو جائے گا۔ اور دُکھ اُس کے لئے عذاب جان نہ ثابت ہوگا۔ تم دیکھتے ہو۔ چکی پیسنے والی عورت بسا اوقات گاتی رہتی ہے اس گانے کے طرز عمل اپنی اپنی طرف رجوع رہنے اور اپنے اندر سے اپنی خوشی پیدا کرنے کا راز چھپا ہوا ہے۔ اور وہ آسانی سے کام بھی کر لیتی ہے۔ اور اُسے تکان یا ماندگی نہیں محسوس ہوتی۔ یہ گیان اور کرم کی ملی جلی حالت کا طریق ہے اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کام کے سلسلہ میں خیال دُوئی اور غیریت کی مشاقی کرنے سے رُک جاتا ہے۔ دوسرے وہ اپنے سوا اور کسی کا دھیان نہیں کرتا تم دُکھی کیوں ہو؟ کیونکہ اپنی رعیت کو اپنے سے جدا اور غیر سمجھ رہے ہو۔ اگر اس ناخوشگوار حالت سے بچنا چاہتے ہو۔ تو اپنی رعیت کی خدمت اور بہتری کی جانب دل کو خوب اچھی طرح سے لگا دو۔ تاکہ جدائی کا وہم جاتا رہے۔ یہ خالص کرم کا مذہب ہے۔ اگر یہ نہیں کر سکتے۔ تو جو کرم کرو۔ جیسے شرت نانہ کرو۔ اُس کا ثمرہ ایشور کے نذر کرتے جاؤ۔ اس سے بھی وہی کیفیت حاصل ہوگی۔ یہ کرم اور بھگتی

کی ملی جلی حالت ہے۔ تیسرے کرم کو اپنا فرض سمجھ لو۔ اور ایسے واہمہ کو پختہ کرتے
چلو کہ زندگی کا مقصد کرم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور انسان کو قانونِ قدرت کے
نظام میں بیکار رہنے کا کبھی حکم نہیں ہے۔ اور تم خوش رہو گے۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ اپنی نرکھ پرکھ کرتے ہوئے علمی اور عملی دلائل سے
اس یقین کو پختہ کرو۔ کہ میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ ہوں میں ہوں۔
اور یہ دنیا میرا ہی روپ اور میری ہی ذات ہے۔ یہ خالص گیان کانڈ ہے۔ اور علم
معرفت کا بھی یہی ہے۔ اس میں دو باتیں ہیں۔ اوّل تو نفی کے وہم کا نکالنا۔ دوسرے
اثبات کے خیال کو دل میں قائم کرتے جانا۔ جس سے ذرا بھی غیریت کے جذبہ کے
ابھرنے کا خطرہ ہو۔ اسے سوچ سمجھ کر نکالتے جاؤ۔ اور "نیتی نیتی" "میں یہ نہیں
ہوں۔ میں یہ نہیں ہوں" کرتے جاؤ۔ اس تراش و خراش کے عمل کو نفی کا عمل
کہتے ہیں۔ دوسرے ہر شے کی نسبت یہ تصوّر رہے۔ کہ میں ہی ہوں۔ یہ مجھ سے جدا
نہیں ہے۔ اس جگہ "ایتی ایتی" یعنی میں یہی ہوں۔ میں یہی ہوں" کہنا چاہیئے
اس اقرار اور ایمان کے عمل کو اثبات کا عمل کہتے ہیں۔

"اے راجہ! میں نے تمہارے سوالوں کا جواب دے دیا۔ اور ساتھ ہی غلط
واہمہ سے نجات پانے کی ترکیب بھی بتا دی۔ اگر تم اسے اپنی زندگی کا عمل بنا لو گے
تو اپنے میں سب کو اور سب میں اپنے کو دیکھنے لگ جاؤ گے۔ اور سنسار کے فرضی
دکھوں سے نجات پا جاؤ گے"۔

اور بھرت نے اس وقت یہ ترانہ خوش ہو کر گایا۔

ماسوا اور سوا سب ہیں خدا کی صورت — عیش اور آہ و بکا سب ہیں خدا کی صورت
کیسا پر لطف ہے دنیا کا زبردست طلسم — یاں بقا اور فنا سب ہیں خدا کی صورت
ہم ہیں پھر کیوں عبث رنج میں بنتا ہے بشر — درد اور اس کی دوا سب ہیں خدا کی صورت
احدیت سے ہوا کثرت کا تماشہ ظاہر — آتش آب و ہوا سب ہیں خدا کی صورت
کون کس سے ہے بھلا کون کسی سے ہے جدا

یہ غلا اور یہ ملا سب ہیں خدا کی صورت
یہ نغمہ گا کر بھرت نے زبان بند کر لی +

-:(۱۲):-

رہوگن کا دوسرا سوال اور بھرت کا جواب

شمع ہے نور تو پروانہ ہؤا نور پسند
شمع کا نور جدا - اور پر پروانہ جدا

رہوگن کا دل خوشی سے بھر گیا - آنکھوں میں خوش نما ملاہٹ پیدا ہو گئی بھرت نے اُس کی کیفیت دیکھی - وہ بھی خوش ہؤا - لیکن وہ صبر کے ساتھ راجہ کے دوسرے سوال سُننے کا انتظار کرنے لگا - خاموشی کی حالت دیر تک قایم نہیں رہی رہوگن نے اُس کے جواب کے مضمون پر غور کیا - دل کے سمندر میں تخیلات کی لہریں جوش زن ہونے لگیں +

رہوگن نے پوچھا "آپ کی باتیں زور دار اور مدلل ہیں - مَیں اُن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا - پرمارتھ (حقیقت) کی نظر سے وہ صحیح ہونگی - لیکن بیوہار کو کیا کیا جائے! جب تک کسی ٹھوس چیز سے برتن نہیں بنایا جاتا تب تک اُس میں پانی یا اور کوئی چیز اُس میں نہیں رکھی جا سکتی - اس سے صاف ظاہر ہے کہ کرم پردھان ہے - یعنی فعل کی اہمیت مسلمہ ہے - پہلے جب چولھا جلایا جاتا ہے تب چاول کا دیگچہ اُبلنے اور کھولنے لگتا ہے - اور چاول پک جاتا ہے جب تک اوزار - ذریعہ یا اُپادھی نہ ہوگی تب تک کسی حالت کا امکان کب ہونے لگا! جب اُپادھی ہوتی ہے تب ہی اندریوں (حواس) کو درد اور تکلیف محسوس ہوتی ہے - کیونکہ یہ جسم سے متعلق ہیں - اُپادھی دل پر اثر انداز ہوتی ہے - دل کے متاثر ہونے سے جسم کے رگ رگ - اور ریشوں ریشوں میں حرکت آتی ہے

اور پرانوں (آدھیوں) کی تیزی بڑھ جاتی ہے۔ اور دل کے دُکھی ہونے سے سارا جسم اور اُس کے حواس اور عضو تکلیف محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس سے آپ کو انکار کیسے ہو سکتا ہے!"

بھرت مسکرایا "راجہ! جس نظر سے تم یہ باتیں کہہ رہے ہو، اُن کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ لیکن اُن کا صحیح ہونا بھی صرف نسبتی نقطۂ نگاہ کی حد تک محدود ہے۔ میں نے ابھی تک اُپادھی (ذرائع اور اسباب) کی بابت کچھ نہیں کہا۔ وہ اگر ہیں تو ہوتی رہیں۔ اُن سے ہمارا نقصان ہی کیا ہے! اور اگر وہ نہیں ہیں تو پھر ہم کیوں خواہ مخواہ اُن کے وہم میں پڑیں۔ اُن کے ہونے یا نہ ہونے سے ہمارا کیا بنتا بگڑتا ہے! میں نے تم کو سکھی رہنے کا اصل الاصول بتا دیا۔ اور اُس کی جڑ تمہارے خیال میں ہے۔ اگر تم میں غیریت کا وہم ہے۔ تو تم دُکھی ہو گے۔ اور اگر اُس سے پاک صاف ہو۔ تو برعکس کیفیت ہو گی۔ سمندر میں لہریں اُٹھتی رہتی ہیں۔ اور وہ اُٹھ اُٹھ کر کناروں سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ وہ سمندر کو کیا نقصان پہنچاتی ہیں یا پہنچا سکتی ہیں یہ تم بآسانی سمجھ سکتے ہو۔ صرف اس راز کو ذہن نشین کر لو۔ درد تمہارا جاتا رہے گا۔"

رہوگن نے سوال کیا "یہ سب صحیح ہے۔ دل کے رُخ بدل دینے سے دُکھ کو سُکھ کی شکل میں تبدیل کر لیا جا سکتا ہے۔ یہ میں سمجھ گیا۔ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ یہ اُپادھیاں پیدا کیسے ہو جاتی ہیں؟ ان کے جان لینے سے جب اُن کی ہستی کا معمہ حل ہو جائے گا۔ تب دل فطرتاً خود بخود حقیقت کی طرف مائل ہو گا۔"

بھرت نے جواب دیا "جن کو تم اُپادھی مانتے ہو۔ وہ اُس وقت اُپادھی کہلاتی ہیں۔ جب ہماری خواہش یا ارادہ کی راہ میں روکاوٹ یا مددگار یا دھوکا فریب بنتی ہیں۔ اور جب تک اُن کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ تب تک انہیں یہ نام نہیں دیا جاتا۔ اِن کی صورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اِن سے کسی دُنیاوی شے یا مُراد کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کے پانے میں سدِّ راہ ہوتی

ہوتی ہیں - اور حجاب بنتی ہیں - اور تیسرے یہ بھرم اور دھوکے کی باعث ہوتی
ہیں - ان میں سے تم کس اُپادھی کی پیدائش اور ہستی کا علم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ جو
رجوگن بولاتے جو حجاب راہ یا فریب سمجھی جاتی ہیں"+

مہرت نے کہا: "راجن! یہ سوال میں نے جان بوجھ کر تم سے کئے ہیں تاکہ
پتہ لگ جائے - کہ تم اُپادھی کس کو کہتے ہو - اور پتہ لگ گیا - تمہارے متعلق یہ مسلہ
صادق آتی ہے - کہ میٹھا میٹھا غپ اور کڑوا کڑوا تھو - تم کو خواہش یا مقصد کی
مددگار اُپادھی کی نسبت شکایت نہیں ہے - بلکہ جو مقصد کے راہ میں حجاب اور
فریب ثابت ہوتی ہیں اُن سے نجات پانا چاہتے ہو - لیکن اُپادھی تو ہر حالت میں
اُپادھی ہی ہے - اُس میں اچھائی اور بُرائی کیسی! تم نے پوچھا ہے - کہ یہ اُپادھی
پیدا کیسے ہو جاتی ہے؟ اُس کی بابت میرا جواب یہ ہے - کہ اُپادھی نہ کبھی پیدا
ہوئی - اور نہ مری - اُس کی تو ہستی ہی نہیں ہے - ہاں جس وقت تمہارے دل
نے کسی خاص قسم کا تصور کیا - اُسی وقت وہ سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے - اور
اُس وقت یا تو تم اُسے خوش نما پاکر خوش ہوتے ہو یا بدنما پاکر ناراض ہو جاتے ہو
اُس میں فطرتاً خوشی یا ناخوشی کا بھی امکان نہیں ہے - یہ تمہارے دل کی خاص
کیفیت ہے - جو اُس مفروضہ شے کو خاص قسم کا نام دینے لگتی ہے - ہر حالت میں
تمہیں اس مسئلہ کی واکشائی یا حل کے لئے اپنی ہی طرف رجوع ہونا پڑے گا -
ورنہ وہ تو ہر وقت تمہاری ذہنی ہستی کے آسرے ہے - کپل نے اس اُپادھی
کو پردھان یا پرکرتی کا نام دے کر ارتقا (ایولیوشن) کے مسائل کے سلسلہ میں اس
کی چوبیس قسم کی صورتیں قائم کی ہیں - یہ علمی مشغلہ ہے - اور عالموں کے بحث مباحثہ
کے لئے یہ نہایت ہی دلچسپ مضمون ہے - لیکن جن کا دل علم کے علمی گورکھ دھندے
سے اُکتا گیا ہے - اُنہیں اس کے سوچ وچار سے لطف نہیں آتا - اور نہ وہ [illegible]
کی طرح ادھر رجوع ہوتے ہیں - میں نے اُپادھی کو تمہاری ہستی کے آسرے قائم
کیا ہے - طوالت میں کیوں پڑتے ہو - اختصار پسندی سے کام لو - اور میں مثال

دے کر تمہیں اُس کی حالت سمجھاؤں گا۔ فرض کر لو۔ تم خواب دیکھنے والے خواب ہیں ہو۔ خواب کے تماشے تمہاری ہستی کے اُبھرے ویسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ جیسے سمندر میں لہریں اُٹھا کرتی ہیں۔ تم جس وقت اُن کی طرف متوجہ ہو گے۔ یہ تمہاری توجہ کو اپنی جانب کھینچ لیں گی۔ اور تم خوشی یا ناخوشی کے واقعات کے زیر اثر آجاؤ گے اور اگر ان کی طرف سے عدم توجہی ہے۔ تو پھر یہ نہ تو خوشی کا باعث اور نہ ناخوشی کا باعث ہونگی۔ جو کچھ ہوا۔ ہوگا یا ہوتا ہے۔ وہ صرف تمہارے ہی توجہ۔ خیال اور بھاؤ کا تماشا ہے۔ اُس کی اور ہستی کا پتہ کیا دیا جائے۔ اور اُس کی ضرورت ہی کیا ہے! اگر تم اُنہیں دیکھکر یہ سمجھ لو۔ کہ ان کا کھیل تمہارے ہی ذات سے ہے تب بھی خیریت ہے۔ یہ ساکشی بھاو (شاہدین کر دیکھنا) ہے۔ اور اگر تم علمی طور پر ان کے بھرم میں پڑ گئے۔ تو پھر الطف۔ لطیف۔ اور کثیف (یعنی کارن۔ سوکشم اور استھول) کے چکر میں پڑ جاؤ گے۔ اور آخر میں سوچ و چار کر کے اس طرح بھرمنے لگو گے۔ کہ پہلے انڈا ہے یا مرغی ہے۔ اور تشریح۔ توضیح۔ دلیل۔ اور حجت کے سلسلہ میں اور بھی اپنے آپ سے دُور ہوتے جاؤ گے۔ اور برتن بھانڈے۔ کرم دھرم اور پاکھنڈ کے دام میں پھنس جاؤ گے۔ خواب کے تماشے کی مثال بطور خود بہت کافی ہے۔ سمندر میں جیسے لہریں آتی رہتی ہیں۔ ویسے ہی خواب میں کے سہارے ماں۔ باپ۔ بھائی بند۔ عزیز و اقارب۔ دُنیا اور مافیہا بن کر بگڑتے ہیں۔ اور آنکھ کھلنے پر اُن کا بھرم زائل ہو جاتا ہے۔ زائل تو وہ پہلے ہی ہیں۔ لیکن تم اُن کے کمال اور زوال کو تقویت دے دے کر زندہ رکھنا چاہتے ہو۔ یہ بھرم ہے۔ اور یہ بھرم پریشانی کی صورت پیدا کرنے والا ہے۔ اے راجہ! میرے کلام کو سُنکر اُس کی حرکت سے ذرا اپنے دل کو متحرک کرو۔ اور ابھی اُن کی اصلیت دم کے دم میں ظاہر ہو جائے گی۔ اور جو علمی فلسفہ کے چکر میں پڑے۔ تو پھر تم کو سا تمہید شناختی کے گیان سے کام لینے اور طوالت میں پڑنے کا خدشہ ہوگا۔ کہو۔ تم میرے نفس مراد کو سمجھتے ہو یا نہیں!

رہوگن نے سر جھکا کر بھرت کے کلام کی صداقت تسلیم کی۔ اور بھرت نے خوش ہو کر یہ راگ اُسے گا کر سنایا:۔

ایک ہی مُجملہ میں حالِ حالت دیوانہ ہے ۔ جو یگانہ ہو نا اپنا سب سے وہ بیگانہ ہے
خواب بین کے خواب میں ہے بزم عشرت کا وجود ۔ آپ شو معان ہے اور آپ صاحب خانہ ہے
نور نے دو صورتیں دکھلائیں اپنے بطن سے ۔ ایک تو ہے شمع محفل دوسرا پروانہ ہے
دل کے دو ٹکڑے ہوئے ہیں جی کی خواہش ہے مرے ۔ ایک ہے رنگین مے اور دوسرا پیمانہ ہے

خواب کی ہستی میں ملتا ہے حقیقت کا نشاں
خواب بین کا خواب اُس کے حال کا افسانہ ہے

بھرت یہ راگ گا کر خاموش ہو گیا +

—:(۱۳):—

رہوگن کا تیسرا سوال اور بھرت کا جواب

جو پیا چاہے پیئے۔ کچھ نہیں پروا ہرگز
مئے اُلفت کا گھر ہوتا ہے پیمانہ جُدا

رہوگن کا دل خوشی سے اُچھل پڑا۔ آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ گیا انسان وہی بات روز روز آدمیوں کی زبان سے سنتا رہتا ہے۔ لیکن کوئی مزہ نہیں ہوتا۔ اور وہ اُسے ایسی معمولی سمجھتا ہے۔ کہ غور کرنا تو درکنار سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ لیکن وہی بات جس وقت کسی صاحبدل کی زبان سے برآمد ہوتی ہے۔ وہ اُسے نہ صرف ذوق شوق سے سنتا ہے۔ بلکہ جواہرات سے بیش قیمت جان کر اپنے دل کے صندوق میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اور وہ اُس کے اطمینان قلب کی باعث ہو جاتی ہے۔ یہ حیرت کا مضمون ہے یا نہیں اساری دل لگنے۔ دل لگانے۔ اور صاحبدل کی دلی تاثیر قبول کرنے کی بات ہے۔ اس دنیا

کے کاروبار کی مشابہت روز خواب و خیال ہی سے دی جاتی ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ
اس پر دنیوی اثر ہو جاتی ہے۔ سو یہ بات آج بھرت نے کہی۔ اور رگھوگن کے دل
میں تیر کی طرح لگی۔

رگھوگن بولا۔ آپ نے سچ کہا۔ آیا دھی کی پیدائش کا سچا جواب خواب
کا واقعہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن خواب کا اثر دل پر حاوی نہیں ہوتا۔ اور بندھتا
ہے۔ اور ظاہری دنیا کی آپادھیاں بلا سے جان ہوتی ہیں۔ اور قید و بند کی زنجیر
کی کڑیاں گھڑتی ہیں۔ اس میں کیا راز ہے۔ اور ان کا سبب کیا ہے؟

بھرت نے جواب دیا۔ اس سوال کے کئی پہلو ہیں۔ پہلا پہلو تو یہ ہے
کہ انسان نے مدت سے خواب کو جھوٹا سمجھ رکھا ہے۔ اور یہ خیال اس کے دل
میں ہمیشہ رہتا ہے۔ سونے سے پہلے وہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ میں سونے جا رہا ہوں
اور جھوٹے خواب دیکھوں گا۔ لیکن خواب کی بے حقیقتی اس کے دل کا جزو بن گئی
ہے۔ خواب دیکھتے وقت چاہے اس کی حالت اور ہو۔ لیکن خواب سے اٹھنے
پر وہ اسے بھول جاتا ہے۔ اور وہ پریشانی کا موجب نہیں ہوتا۔ لیکن بیداری
کے توہمات کی مشتاقی اور [illegible] پر ہوتی ہے۔ وہ انہیں سچا سمجھتا ہے۔ اور
سچا سمجھ کر کرتا ہے۔ اس [illegible] برعکس ہوتا ہے۔ تم کہو گے۔ کہ خواب سے
اٹھنے پر وہی دنیا نظر آتی ہے۔ جسے وہ چھوڑ کر سونے گیا تھا۔ اس لئے وہ
نسبتاً سچی ہے۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ بیداری سے سوتے وقت انہیں
قسم کے خوابوں کا بار بار نظارہ دیکھنا بھی ممکنات سے ہے۔ لیکن اول تو یہ
وہم پختہ نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرے اس کا خیال بھی نہیں رہتا۔ کہ سوتے وقت
خواہ مخواہ انہیں واقعات کا ظہور ہوگا۔ جو اس نے پہلے دیکھے تھے۔ یہ وجہ ہے
کہ وہ قید و بند ثابت نہیں ہوتے۔ بیداری کے کاروبار کی حیثیت کا واہمہ اس
سے بالکل جدا ہے۔ اور خبر نہیں۔ انسانی نسل کتنی مدت سے باپ۔ بیٹے۔
پوتے۔ پڑپوتے کے سلسلہ میں اسے پختہ کرتی آ رہی ہے۔ پس نتیجہ تو برعکس

ہوتا ہی ہے۔ اگر یہی سلوک خواب کے ساتھ بھی کیا جاتا۔ تو سوتے وقت روز وہی دُنیا بنتی جیسی کہ جاگنے پر نظر آتی ہے۔ ساری بات دل دینے پر موقوف ہے۔ دل دو۔ اور وہ ستھول۔ کثیف۔ اور ٹھوس بن جائے گی۔ حل شدہ۔ اور نہ دو۔ خیالی۔ لطیف۔ اور کمزور بنی رہے گی۔ حالانکہ لطافت میں بمقابلہ کثافت کے نسبت زیادہ طاقت رہتی ہے۔"

رہوگن نے پوچھا: "پھر عالمِ بیداری کی دُنیا کو کس طرح عالمِ خواب کی دُنیا بنالی جائے۔ تاکہ اُس کی طرح یہ دُکھدائی نہ ہو"

بھرت نے جواب دیا: "جو سلوک خواب کے واقعات کے ساتھ کئے جاتے ہیں اگر وہی بیداری کے کاروبار کے ساتھ کئے جائیں۔ تو نتیجہ یکساں ہوگا۔ آدمی یہ سوچ لے کہ دُنیا خیالی اور جھوٹی ہے۔ اور اس خیال کی پختگی دُنیا کو جھوٹی بناتی۔ اور جھوٹا بنا کر جھوٹا دکھاتی جائے گی۔ اور دونوں ہی یکساں ہو جائیں گے۔ اور جس طرح جاگنے پر خواب ہٹ جاتے ہیں۔ اور دوسرے دن اُن کی یادداشت معیت کی باعث نہیں ہوتی۔ ویسے ہی بیداری کی دُنیا کا حال ہوگا"

رہوگن بولا: "آپ سچ فرماتے ہو۔ لیکن اس کا عمل کس طرح کیا جائے!"

بھرت نے کہا: "اگر بیداری کے توہمات عملِ مشاقی کے زیرِ اثر پختہ نہ کئے جاتے۔ تو اُن کی کیفیت بھی خواب کے واقعات سے مشابہ ہوتی۔ اب چونکہ واہمہ کی عمارت بن گئی ہے۔ مخالف واہمہ سے اُس کے ڈھانے کی ضرورت لاحق ہوگی۔ اور اس لئے گیانیوں نے کرم۔ اُپاسنا۔ اور گیان کی ترکیبیں ایجاد کی ہیں۔ وہم کا علاج جب ہوگا۔ وہم ہی سے ہوگا۔ یہ ممکن ہے۔ کہ وہم کی صورتوں میں اختلافات ہوں۔ اور دلی جذبات کے مختلف ہونے سے طریقِ عمل میں اختلافات کا ہونا لازمی شرط ہے۔ لیکن قانون ایک ہی ہے"

رہوگن نے کہا: "کرم۔ اُپاسنا۔ اور گیان (شریعت۔ طریقت۔ معرفت) میں یکسانیت ہے یا ان میں اختلافات ہیں؟"

بھرت بولا:" اس کا جواب تمہارے ذہن نشین ہو چکا ہے۔ لیکن تم اُس کو واضح اور صاف کرانا چاہتے ہو۔ اس وجہ سے اس طرح پوچھ رہے ہو۔ ایک معنی میں تو وہ ایک ہی طرح کے ہیں۔ لیکن دوسرے معنی میں وہ مختلف ہیں "
رہوگن نے پوچھا:" یہ کس طرح!"
بھرت بولا:" کرم کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ کہ بے غرضی کے ساتھ کام کرنے کی عادت ڈالو۔ اور نِشکام کرم کرو۔ اُپاسنا والوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ بھگتی میں ذاتی غرض کا شمول نہ ہو۔ بھگتی نِشکام ہو۔ اور گیان والے کو سمجھا دیا جاتا ہے۔ کہ گیان کا ادھکار (حق) صرف موکش یعنی نجات کے خواہشمندوں کے لئے ہے۔ اور نجات بے غرضی۔ بے لوثی۔ اور بے تعلقی کو کہتے ہیں۔ اس معنی میں یہ تینوں یکساں ہیں۔ اور تینوں ہی کا طرزِ عمل دل کو وسیع اور لطیف بناتا ہوا حقیقت کے قریب پہنچاتا جائے گا۔ لیکن اگر کرم۔ اُپاسنا۔ اور گیان میں مقصد کا شمول ہوا تو پھر وہ باہم مگر مختلف ہو جائیں گے۔ مقصد کا خیال کرم کو۔ غرض کا تصوّر بھگتی کو۔ اور مُراد کا دھیان گیان کو قید و بند کی زنجیر بنا دے گا۔ کرم سے دُنیاوی کامیابی۔ بھگتی سے عقیدے کی بندش۔ اور گیان سے باتوں کی زبانی خوشی کا وہم پختہ ہونے لگیگا۔ اور تینوں ہی کی تین شکلیں بن جائیں گی۔ اور وہ شر و فساد کے موجد ہونگے۔ نجات کی صورت تو سب کی ایک ہی ہے۔ لیکن قید و بند کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن جس طرح نجات کو ایک چیز تصوّر کر لیا ہے۔ اُسی طرح اگر قید و بند کو بھی ایک ہی مان لیا جائے۔ تو یہاں بھی دونوں کی صورتیں ایک ہی نظر آئیں گی۔ نجات یافتوں کی حالتیں تو سب کی ایک جیسی ہیں۔ لیکن پھنسے ہوئے آدمی کی کیفیتیں جُداگانہ ہیں۔ کوئی زنجیر سے بندھا ہے کوئی رسّی سے بندھا ہے۔ اور کوئی سُوت کے رشتے سے بندھا ہے۔ بندش تو بندش ہی ہے بندش ایک ہے۔ لیکن بندش کے سامان چونکہ مختلف ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اُن کو مختلف اور متعدد کہا جاتا ہے" +

رہوگن نے کہا "یہ میرے خوب ذہن نشین ہوگیا۔ اب میں اس میں زیادہ سوال کرکے آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ صرف جسم۔ دل۔ اور روح کے تعلقات کو ذہن نشین کرا دیجئے اور بس! یہ تینوں ایک ہیں یا کئی ہیں"+

بھرت ہنسا "یہ تینوں تین ہیں۔ اور یہ تینوں ایک ہیں۔ شے ایک ہے اور اسی نے تین صورتیں گھڑ رکھی ہیں۔ جب تک وہ تین ہیں تب تک پریشانی ہے۔ اور جب تینوں مل کر ایک ہو جاتے ہیں تو حیرانی جاتی رہتی ہے۔ ایک شخص نے اپنے رہنے کا مکان سب سے الگ تھلگ بنا لیا۔ اور اس وہم کو دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ کہ میں فرصت اور فراغت پاکر جب یہاں آؤں گا مجھے آرام ملیگا۔ دوسرے اسی شخص نے دوسری جگہ اپنا کارخانہ کھول رکھا ہے جہاں اس نے ہر قسم کے ساز و سامان کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اور دل میں خیال ہے کہ جب تک یہ ایک جگہ نہ ہونگے تب تک کام نہ نکلیگا۔ تیسرے اس نے تیسری جگہ ایسی بنا رکھی ہے۔ کہ جہاں وہ اپنے ساز و سامان کو بھیج بھیج کر بیوپار اور بیوہار کے سلسلہ کو طوالت دیتا ہے۔ پہلی صورت روح ہے۔ دوسری دل ہے۔ اور تیسری جسم ہے۔ وہ تو شے واحد ہے۔ وہی پہلے مکان میں بھی ہے۔ وہی دوسری جگہ میں بھی ہے۔ اور وہی تیسری جگہ میں بھی ہے لیکن اس کے کاروبار کی نظر سے اسی کی تین صورتیں ہو گئی ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے"+

رہوگن کو تعجب ہوا۔ پوچھا "بھگون! آپ نے اپنے لفظوں سے روح دل۔ اور جسم کو تین قسم کے مکانوں سے مشابہ کیا ہے۔ اور یہ مشابہت دل کو بھی لگتی ہے۔ اس کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ لیکن سوچنے پر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حقیقت ان تینوں ہی سے جدا ہے۔ اور وہ چوتھی چیز ہوگی"+

بھرت نے زور کے ساتھ قہقہہ مارا "راجن! تم سچے ادھکاری ہو۔ ادھکاری سے راز چھپانے کا دستور نہیں ہے۔ تم نے بات چیت کے سلسلہ میں اصلیت کی جانب نظر کرلی۔ یہ تینوں جب مل جل کر رہتی ہیں۔ تب وہ

چوتھی حالت کہلاتی ہے ۔ جس کے لئے حالت کی اصلاح بھی غیر موزوں ہے ۔ جس کا تم نے اشارہ کیا ہے ۔ رُوح ۔ دل ۔ اور جسم ۔ یہ تینوں ہی مکان ہیں ۔ ان تینوں میں سے اصلیت کسی میں نہیں ہے ۔ اور حقیقت کی نظر سے اِن میں سے کوئی بھی اصلیت سے خالی نہیں ہے ۔ رُوح میں آرام ہے ۔ دل میں خیال اور خیال کا سامان ہے ۔ اور جسم میں کاروبار ہے ۔ یہ ان کے درمیان فرق ہے" ۔

رہوگن بولا "اس کو ذرا اور واضح کر دیجئے" ۔

بھرت نے جواب دیا "غور سے سنو ۔ کاروباری آدمی اپنی سکونت کی جگہ میں راحت پاتا ہے ۔ بھنڈار میں خیالی تدبیریں سوچتا ہے ۔ اور کاروبار کے طبقہ میں اپنے سازو سامان کو پھیرتا ہوا نفع کا خواہشمند رہتا ہے ۔ یہاں تک تو تم نے سمجھ لیا ۔ یہ تینوں حالتیں چونکہ اُس کے سہارے اور اُس کے آدھار پر رہتی ہیں ۔ اِس لئے وہ اِن تینوں ہی سے مختلف سمجھا جاتا ہے ۔ اور تینوں میں اُسی کی شان (ذاتیت ۔ اصلیت ۔ اور حقیقت) شامل رہتی ہے" ۔

"جسم اس کے کاروبار کا طبقہ یا مکان ہے ۔ دل اُس کے تدبیر اور سوچ وچار کا طبقہ یا مکان ہے ۔ رُوح اُس کی راحت کا طبقہ یا مکان ہے ۔ جہاں دونوں قسم کے تعلقات سے نجات پاکر وہ آرام کرنے جاتا ہے" ۔

"جسم میں بیداری کے کام ہوتے ہیں ۔ دل میں خواب کے تعلقات کے اہتمام ہوتے ہیں ۔ اور رُوح میں راحت کا انصرام مدِّنظر ہے" ۔

"بیداری جاگرت ہے ۔ خواب سپن ہے ۔ رُوح سُوشپتی ہے ۔ اِس سے تم کو اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ یہ تینوں حالتیں مکان ہیں ۔ اور مکانیت سے مشابہ ہیں ۔ اور تینوں کی کیفیتیں باہم کر مختلف ہیں" ۔

رہوگن نے کہا "آپ اِن کو مکان کیوں کہتے ہیں ۔ انہیں بھی جسم کیوں نہیں کہا جاتا؟"

بھرت ہنسا۔ "تم اِن کو جسم کہو۔ مکان کہو۔ لباس کہو۔ غلاف کہو تمہیں اختیار ہے۔ صرف مُراد کو ذہن میں رکھو۔ اور میرے اُپدیش (تلقین) کو خوب سمجھ جاؤ گے۔"

"جسم ستھول شریر یا کثیف لباس ہے۔ دِل سُوکشم شریر یا لطیف لباس ہے۔ رُوح کارن یا الطف لباس ہے۔ بات تو وہی ہوئی ہے۔ ایک آدمی تین قسم کے لباس سے جسم کو ڈھکتا ہے۔ سب سے نیچے وہ جو کپڑے پہنتا ہے وہ نہایت ملائم اور باریک ہوتا ہے۔ اُس کے اُوپر وہ ذرا زیادہ موٹا کپڑا پہنتا ہے۔ اور پھر اُس کے اوپر وہ اور موٹا۔ عبا۔ قبا یا لبادہ اوڑھتا ہے۔ جو زیادہ بھڑکیلا اور تن و توش کو بارعب بناتا ہے۔ یہ سب سے بھاری کپڑا ہر وقت وقت پر اُترتا رہتا ہے۔ اندر کا اُس سے دیر تک رہتا ہے۔ اور جو باریک کپڑا تمہارے جسم کے قریب رہتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ دیر میں اُتارا جاتا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ دیرپا کہا جاتا ہے۔ ورنہ یُوں تو تینوں ہی کپڑے اِن میں سے دائم اور قائم کوئی بھی نہیں ہے۔"

رہوگن کی آنکھیں کھُل گئیں۔ خوش ہو گیا۔ ایسی باتیں اُس نے اِن صاف لفظوں میں نہ کسی مہاتما سے سُنی تھیں نہ کسی کتاب میں مطالعہ کئے تھے۔ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔

بھرت نے دیکھا کہ اُس کے اندر غور و فکر کی طاقت اُبھار پر آئی ہے اس لئے اُس نے خود ہی پھر گفتگو کے سلسلہ کو چھیڑ دیا۔ "راجن! سوچتے کیا ہو۔ میرا دل لے کر اُسی سے سوچو۔ تب مزید فائدہ ہو۔ سُنو۔ جسم ست یعنی ہستی رکھنے والا اور اپنی ہستی کا اعلان کرنے والا مکان ہے۔ جو پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کاروباری سلسلہ کا تمام پھیلاؤ یہی ہے تو ہے۔ جو نظر آوے یہی تو ست اور ہستی ہے۔ دِل چت یعنی عقل۔ تمیز۔ بویک۔ گیان کو روکتا ہوا اپنی قابلیت کا اعلان کرنے والا مکان ہے۔ جو بھنڈار یا گودام سے مشابہ ہے۔ عقلمند بیوپاری گودام کو ہمیشہ

باہری آنکھوں والوں سے چھپا رکھتا ہے۔ یہ دل اسی طرح چھپا ہوا ہے۔ لیکن کاروبار کے سلسلہ میں اُس کا یقین ہوتا ہے۔ جس کی ذات سے کاروبار کا اہتمام ہو۔ وہی تو عاقل اور دانشمند کہلاتا ہے۔ اور مُودح آنند یعنی راحت۔ آرام اور خوشی کا مکان ہے۔ جب آدمی کاروبار اور سوچ وچار سے اُکتا جاتا ہے تب اِس مکان کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور وہاں جاکر جب آرام پالیتا ہے۔ تب پھر غور وفکر اور کام کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ جب تک راحت نہ ہو۔ عقل اور کام دونوں ہی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے کاروباریوں کا مسکن اُس کے گودام اور دوکان سے مختلف ہوتا ہے۔ اور اگر مختلف نہ ہو۔ تو پھر چین اور آرام کہاں ملے۔ اس لئے ہر شخص کو بار بار اپنے اِس مکان کی طرف رجوع ہونا اور اُس سے تقویت کے سامان لانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ یہ نظر نہ آنے والی چیز ہے سب جسے وہ جانتا تو ہے لیکن اظہار میں قصور کرتا ہے"

یہ ست۔ چت۔ آنند (سچدانند۔ ہستی۔ علم و سرور) تینوں ہی مکانیت رکھتے ہیں۔ اور تینوں ہی جسم وغلاف ہیں۔ یہ تم ذہن نشین کر لو"

رہوگن اگرچہ پہلے کچھ چڑکتا ہوا تھا۔ تو اب اور بھی اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی۔ وہ تامل کے ساتھ بولا "بھگون! شاستر تو سچدانند ہی کو سب کچھ بتاتے ہیں۔ اور آپ نے اپنی نرالی منطق سے اُنہیں جسم اور مکان کا نام دے کر اُن کی اہمیت میرے دل سے کافور کر دی"

بھرت ہنسا "اس سے تم کو نفع ہوا یا نقصان؟"

رہوگن نے اقرار کیا "نفع ہوا۔ کیونکہ اصلیت سمجھ میں آگئی"

بھرت بولا "پھر تم شاستروں کے گڑھے میں کیوں گرتے جاتے ہو۔ تم خود سمجھتے ہو۔ کہ ان میں سے زیادہ تر مصنفوں کی نظر سوشپتی یعنی آنند کے مکان سے اونچی نہیں گئی۔ اور اگر گئے بھی تو کیا کہنے۔ آگے کہنے سننے کا مضمون ختم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے مجموعی طور پر سچدانند کا لفظ گھڑ کر تینوں

کے ایک کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ کسی طرح چوتھی حالت کی طرف نگاہ چلی جائے اور لوگ کثرت کے طبقہ سے اونچے چڑھ کر وحدت کی چوٹی پر آجائیں۔ اُس وقت خود بخود اُن کا آنجو (لطیف حس) بڑھ جائے گا۔ اور اشارہ اشارہ میں وہ حقیقت کو ذہن نشین کر لیں گے۔ جس طرح میں نے اس وقت تمہیں بات بات میں اصلیت کا پتہ دے دیا ہے۔ سنو:۔

"جس کے سہارے ہستی۔ علم۔ اور راحت کا امکان ہے وہ صرف تمہاری ذات ہے۔ تم سچدانند بھی ہو۔ اور نہیں بھی ہو۔ سچدانند اس وجہ سے ہو کہ تینوں حالتیں تمہارے سہارے رہتی ہیں۔ وہ چاہے رہیں یا نہ رہیں۔ لیکن تم ہمیشہ رہتے ہو۔ موت زندگی اور موت زندگی کی درمیانی حالت کا انحصار تم پر ہے۔ تمہارا انحصار اُن پر نہیں ہے۔ اور تم سچدانند اس وجہ سے نہیں ہو۔ کہ یہ تینوں حالتیں تم اپنے میں پیدا کرتے رہو۔ اور اُن پر قادر ہو۔ جو کسی پر قادر ہو وہ اختیار کی ہوئی حالت سے اونچا اور مختلف ہوتا ہے۔ تم ہی تو ہو۔ جو جاگتے۔ سوتے اور گہری نیند میں جاتے ہو۔ جاگنا ہستی کا اعلان کرتا ہے۔ سوچنا خیالی اور عقلی کاروبار کا تانا بانا منتا ہے۔ اور سشپتی۔ آرام۔ اور راحت پاتا ہے۔ اب ذرا اور سوچو۔ سوتے وقت بیداری کی موت۔ بیداری کے وقت سونے کی موت اور گہری نیند میں بیداری اور خواب دونوں کی موتیں ہو جاتی ہیں۔ یہ سب تو مرنے کھپنے والی حالتیں ہیں۔ لیکن اپنی زندگی میں تم ان مرنے کھپنے والی حالتوں کا تماشا دیکھتے ہوئے قایم رہتے ہو۔ تم تو کبھی نہیں مرتے۔ اس سے ثابت ہے کہ ست۔ چت۔ آنند بھی فانی اور ناشمان ہیں۔ ہاں تم بیشک ہو۔ اس سے کون دانا دل انکار کر سکتا ہے! ناخوشی میں خوشی کی موت ہو جاتی ہے۔ آنند جاتا رہتا ہے۔ بے عقلی میں عقل کی عمارت مسمار ہو جاتی ہے۔ اور چیت شکتی کافور ہو جاتی ہے۔ غفلت کے وقت ست یا ہستی تک کا علم سد وم ہو جاتا ہے لیکن تم کو کبھی زوال نہیں ہے۔ اس دلیل سے سمجھو۔ کہ سچدانند تک فانی ہے

اُس کا انجام تمہاری ذات سے ہے۔ اور تم ہی حقیقت و اصلیت و ذات ہو ❊

رہوگن کو اور بھی حیرت ہوئی۔ حیرت پر حیرت بڑھتی گئی۔ لیکن گورو کی مہربانی سے وہ راز کو خوب سمجھ گیا۔ اور اطمینان قلب کے ملتے ہی شانت چت ہو گیا ❊

رہوگن کو اس حالت میں پا کر بھرت نے اپنا مستانہ راگ چھیڑ دیا:-

جلوہ میرا عیاں ہے ہر اک جلوہ زار میں
شمس و قمر نہاں ہیں دلِ داغدار میں

مجھ میں ہے پستی ہستی اور حوصلہ کی روح
دونوں ہی حالتیں ہیں مرے اختیار میں

حرفِ قرار میں کبھی ہوتا ہوں مضطرب
وہم قرار خود ہے دلِ بیقرار میں

بیجا ہے وصل ہم ہیں عجب یہ سمجھ گیا
رہتا نہیں کسی کے بھی پھر انتظار میں

حرمان و یاس دونوں کا مجھ سے ظہور ہے
دونوں کی ہے جگہ دلِ امیدوار میں

بھرت گا کر خاموش ہو رہا۔ رہوگن نے بھی سکوت اختیار کی۔ آنکھیں بند ہوں۔ گورو اور چیلا دونوں تھوڑی دیر کے لئے ایک حالت میں آ گئے۔ تمیز کی باقی رہی۔ دو شیشوں کے اندر ایک ہی قسم کی تصویر بن گئی۔ کوئی دیکھنے والا کہہ سکتا تھا۔ کہ ان میں سے کون گورو ہے اور کون چیلا ہے! لیکن بھرت نے دیکھا۔ کہ رہوگن کا طایرِ روح پر پرواز کھول کر ذرا اور بھی خیال کے عالم فضا کی سیر کو ہے۔ اس لئے وہ پھر گا اٹھا:-

جس سے دل کا راز تھا وہ دلِ عاقل کہاں
بحرِ درد و رنج و حسرت کا یہاں ساحل کہاں

ہمت ساگر کا مجھ کو مل گیا راز درون
وہ نہ سمجھے راہ کی ہے آخری منزل کہاں

زندگی کا حل ہوا عقدہ ہماری موت سے
سہل جب اس کو سمجھ بیٹھے تو پھر مشکل کہاں

—:(۱۴):—

رہوگن کی حیرت

دین کے مے میں جو مستی کا نہیں پایا نشاں
رند تب اپنا بنا بیٹھا ہے میخانہ جدا

رہوگن کی آنکھ کھل گئی۔ اور اُس نے سوال کیا "بھگون! آپ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ بات تو میری سمجھ میں آ گئی۔ لیکن اب حیرانی اس بات کی ہے۔ کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں چاہتا کیا تھا۔ اور اس سوال و جواب کے ماحصل سے میرا مقصد کیا تھا! اور اب جو خواہ مخواہ میں زبان کھول رہا ہوں۔ وہ کیوں ہے؟ خیال کے اظہار کے لئے کافی لفظ مجھے نہیں ملتے۔ لیکن آپ میری مراد کو سمجھ گئے ہونگے!"

بھرت ہنسا۔ "سچ ہے۔ میں تمہارے خیال اور تمہاری حالت کا علم رکھتا ہوں یہ حیرت کی حالت ہے۔ فرض کرو۔ کوئی آدمی کسی خاص جذبہ کے زیر اثر کوئی کام کر رہا ہے۔ اور کام کرتا ہوا بے چین ہے۔ اور کسی ایسے واقعہ کا ظہور ہوتا ہے۔ کہ اُس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور اس کے کام کی اصلیت کا پتہ مل جاتا ہے۔ اور جو خیالی قلعہ اُس نے وہم کے دم میں بنا رکھے تھے۔ وہ یکبارگی مسمار ہو جاتا ہے۔ جس کے مسمار ہونے سے اُسے نہ دُکھ ہوتا ہے نہ سُکھ ہوتا ہے بلکہ عجیب قسم کی کیفیت آ جاتی ہے۔ جسے وہ بیان نہیں کر سکتا۔ اس کو حیرت کہا جاتا ہے۔ اور تم اس وقت حیرت میں ہو۔"

رہوگن نے اقرار کیا۔ "ہاں یہی بات ہے۔"

بھرت نے کہا۔ "لیکن اس حیرت کا جذبہ بھی عارضی ہے۔ اس میں بھی دوام اور قیام نہیں ہے۔ اور نہ اُس کا اعتبار ہے۔ اس لئے تم اگر چاہو۔ تو گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھو کہ میری صحبت کا فیض اُٹھاتے چلو۔ تاکہ حیرت کا بھرم بھی جلد دُور

ہو جائے۔ اور جس حقیقت کا میں نے ابھی تک صرف اشارہ ہی کیا ہے
اُس کا گیان مل جائے“

رہوگن بولا ”میرے دل میں اب اعتراض تک نہیں اُٹھتے۔ میں کہوں
بھی تو کیا کہوں“

جڑبھرت نے کہا ”ہاں۔ یہ سچ ہے۔ یہی کیفیت ہوتی ہے۔ تمہارا دل ٹھہر
گیا ہے۔ تمہاری چت کی ورتیوں کا نِرودھ ہو گیا ہے۔ یہ حالت تو نصیب ہو گئی ہے
لیکن اب میں اپنی دلی حرکت سے تمہارے دل کو متحرک کرتا ہوں۔ اور اب تم
میری پریرنا (اشارہ) سے سوال کرو“

رہوگن نے پوچھا ”ست چت۔ آنند حقیقت نہیں ہے۔ اور حقیقت
بھی ہے۔ یہ متضاد کیفیت دل کو کیسے نصیب ہو رہی ہے“

جڑبھرت رہوگن کے اس سوال کو سن کر اس قدر خوش ہوا کہ گویا اسے کوئی
دولت مل گئی ہے۔ جب خیال وسیع ہو جاتا ہے تو گورو کو عجیب قسم کی خوشی ملتی
ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے

جڑبھرت نے جواب دیا ”اب تم راہ پر آ گئے۔ اب تمہیں سمجھانے میں آسانی
ہو گی۔ یہ متضاد حالت دل کا خاصہ ہے۔ ایک طرف ست ہے۔ دوسری طرف
آنند ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان چت ہے۔ ست یا ہستی جسم ہے۔ آنند
یا راحت روح ہے۔ اور دونوں کی درمیانی حالت دل ہے۔ صاف لفظوں
میں دل ایک گرہ ہے۔ جو روح اور جسم کے اثرات کو اپنے اندر مقید رکھتی ہے
جسمانی اور روحانی اثرات کا ایک خاص حالت میں قائم ہونا دلی حالت ہے۔
جس کو شاستروں میں جڑ چیتن کی گرنتھی کہتے ہیں۔ یہ گرہ نیچے اوپر دونوں ہی حالت کی
حسی کیفیت ہے۔ اور چونکہ وہ دو قسم کی کیفیتیں اپنے اندر مقید رکھتی ہے
اسی وجہ سے اس میں متضاد عالم آ جاتا ہے۔ کہو۔ تم نے اسے سمجھا یا نہیں؟“

رہوگن بولا ”میں سمجھ گیا۔ اور بھرم جاتا رہا“

بھرت نے زبان کھولی اے دل یوں تو دونوں ہی کے خواص کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن جب خصوصیت کے ساتھ زیادہ تر وہ جسم کی جانب مائل ہوتا ہے تب جسمانی خواص کے قبول کرنے سے اُس میں زیادہ جسمانیت آجاتی ہے۔ اور جب رُوح کی طرف زیادہ توجہ کرتا ہے۔ تو رُوحانی خواص کے قبول کرنے کی وجہ سے اُس میں رُوحانیت آجاتی ہے۔ جسمانیت میں بے خبری اور غفلت ہے۔ رُوحانیت میں سکون اور شانتی اور گیان ہے۔ دونوں کی سمجھ کا نام تمیز اور تمیز ہے۔ جس کا تعلق صرف دل سے ہے۔ اور چونکہ وہ رُوحانیت اور جسمانیت دونوں ہی کا دلدادہ ہے۔ اس لئے اُس میں کشمکش کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ اور کشمکش کا نام دُکھ سُکھ ہے۔ اِس سے تم یہ نتیجہ نکال سکتے ہو۔ کہ دُکھ سُکھ نہ رُوح میں ہے اور نہ جسم میں ہے۔ وہ صرف دل میں اور دل کی کشمکش میں ہے۔ اور چونکہ انسان بمقابلہ اور مخلوقات کے دلی ظہور کے زیادہ تر تعلقات کا مخلوق ہے اس سے دُکھ سُکھ اُسی ہی کو محسوس بھی ہوتا ہے۔ ورنہ اوروں میں اُن کی نسبتاً معدومیت ہے۔ جس مخلوق میں دلی نشوونما جس درجہ کی ہوگی۔ اُسے اُسی قدر دُکھ سُکھ کے لپیٹ میں رہنا پڑے گا۔ جس میں زیادہ رُوحانیت ہوگی۔ وہ زیادہ خوش رہیگا۔ اور جس میں جس قدر جسمانیت اور رُوحانیت کی تمیز کی لیاقت ہوگی۔ اُس کو زیادہ دُکھ ہوگا۔ کیونکہ درپردہ وہ ایک حالت کو بمقابلہ دوسرے کے ترجیح دے کر اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسی کا نام خواہش ہے۔ اس کی مثال میں نے کاریاری آدمی کے تین مکانوں کی مشابہت دکھا کر تمہارے ذہن نشین کر دی ہے۔ بولو۔ اِسے سمجھے یا نہیں؟

رہوگن نے جواب دیا۔ خوب سمجھ گیا۔

بھرت بولا اے دل جب دل کا میلان جسم یا نیچے کی طرف ہے۔ تب یہ دل نیچا رہتا ہے۔ اور سفلی طبقہ کے تعلقات کے فرائض کو انجام دیتا ہے۔ یہ دُنیا اور لوک ہے۔ اور جب دل کا میلان اُونچا رہتا ہے۔ یہ علوی طبقہ کے تعلقات کے فرائض

کو انجام دیتا ہے۔ تو وہی عقبی اور پرلوک ہے۔ دل وقتاً فوقتاً اِن دونوں کے ساتھ کھیل کیا کرتا ہے۔ جس کا ثبوت جاگرت اور سُشوپتی کا روزانہ ہوتا رہنا ہے۔ جاگرت میں جسمانیت اور سُشوپتی میں روحانیت ہے۔ اور سُپن دونوں کی درمیانی حالت ہے۔ یہ سمجھ میں آ گیا یا نہیں؟

رگھوگن نے جواب دیا۔ "خوب سمجھ گیا"

بھرت بولا۔ "انسان کی روزانہ زندگی کے دوران میں جو عمل و شغل ہوتے ہیں۔ وہی برہمانڈی یعنی کائناتی زندگی کے دوران میں بھی ہوا کرتے ہیں۔ جو یہاں ہے وہی وہاں ہے۔ نام کے لئے بھی اِن دونوں میں فرق نہیں ہے۔ انسانی زندگی کے دور کو لوک کہتے ہیں۔ اور برہمانڈی یعنی کال۔ کائنات کی زندگی کے دور کو پرلوک کہتے ہیں۔ دونوں ایک جیسے ہیں۔ یہ سمجھے کہ نہیں؟"

رگھوگن نے کہا: "خوب سمجھ گیا"

بھرت بولا: "اب اسے اور طرح پر سمجھو۔ جسم کثیف ہے۔ اور جسم کی کثافت یا کثیف حالی کو تموگن کہتے ہیں۔ جو صرف غفلت محض ہے۔ رُوح لطیف ہے۔ اور رُوح کی لطافت یا لطیف حالی کا نام ستوگن ہے۔ جو صرف سکون یا قرار محض ہے اس جسمانی غفلت اور روحانی سکون کے باہمی میل جول سے جو تیزی اور کشمکش کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ رجوگن کہلاتی ہے۔ یہ دل کا خاصہ ہے۔ ورنہ سکون اور غفلت میں صرف نام ہی کے لئے فرق ہے۔ اور دل چونکہ فرق کی تیزی اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے وہ کبھی اُدھر جھکتا ہے کبھی اِدھر جھکتا ہے۔ اس وجہ سے اُسے دُکھ سُکھ پرتیت ہوتا ہے۔ یعنی جب وہ رُوح کی طرف نظر کرتا ہے۔ تو اس کے اندر اُسی کی نظر سے رُوحانیت کے اثر پیدا ہو کر اُسے سُکھی کرتے ہیں۔ اور جب جسم کی جانب اُس کی نظر رہتی ہے۔ تو اُس کے اندر اُسی کی نظر سے جسمانیت کے اثر پیدا ہو کر اُسے دُکھی کرتے ہیں۔ اور وہ ڈانواں ڈول حالت میں رہتا ہوا سنسار کے ہنڈولے میں جھولتا رہتا ہے۔ اور جب تک

دو ان متضاد کیفیتوں سے تعلق دیکھیگا وہ دُکھ سُکھ کے دام میں پھنسا رہیگا۔ اِس سے اُسے بچاؤ نہیں ہے۔ یہ سمجھے یا نہیں؟"

راہوگن بولا "خوب سمجھا"!

بھرت نے کہا "اب اور سوچو۔ جو شے کسی ایک رُوپ کا اثر قبول کرتی ہے۔ وہ دوسرے کے اثر کو بھی قبول کرتی ہے۔ اور اُسی کی شکل کی بن جاتی ہے لوہا جب سرد پانی میں جاتا ہے ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے چھونے سے سردی لگتی ہے۔ اور وہی لوہا جس وقت آگ کے اندر جاتا ہے گرم ہو جاتا ہے اور چھونے سے جلا دیتا ہے۔ اور آگ کی شکل بن جاتا ہے۔ اسی طرح دل جدھر رجوع ہوتا ہے۔ اُسی جیسا ہو جاتا ہے۔ یہ اُس کا خاصہ ہے۔ جو دوند یعنی متضاد طبقہ میں رہیگا۔ وہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ ہوتا رہیگا۔ یہ سمجھے یا نہیں؟"

راہوگن بولا "خوب سمجھ گیا"!

بھرت نے کہا "جب یہ بات خوب تمہارے ذہن نشین ہو گئی۔ کہ دل میں نظر آنے والی چیز کو صورت قبول کرنے کا خاصہ موجود ہے۔ اور وہ جسے دیکھتا ہے اور جس کے اثر کو لے لیتا ہے۔ اُس جیسا بن جاتا ہے۔ تو ساتھ ساتھ تم ذرا اس بات کو بھی سمجھو۔ کہ متضاد حالتوں کا وجود بھی صرف ہمارے ہی وہم میں ہے۔ ورنہ جو کام سردی کرتی ہے وہی گرمی بھی کرتی ہے۔ اگر آگ میں جلانے کا خاصہ ہے۔ تو پانی بھی جب انتہا درجہ کا سرد ہوگا۔ تو وہ بھی جلا دے گا۔ تجربہ شاہد ہے۔ کہ یہ بات امکان میں ہے۔ نادان لڑکے کو برف چھونے سے جلن یک گرمی کا وہم ہوگا۔ اور لوگ تو تم دیکھتے ہی ہو۔ کہ برف اور پالے سے کھیتی جل جاتی ہے۔ جب اسے سمجھ لیا۔ تو پھر اس بات کا سمجھنا بھی مشکل نہ ہوگا۔ کہ تم کی انتہائی حالت ستو کی انتہائی حالت ہے۔ اور جسم کے غفلت کی انتہائی حالت رُوح کی شانتی اور سکون کی انتہائی حالت ہے۔ انتہائی حالت میں وہ ایک جیسے ہیں۔ اور تم اور ست میں بالکل فرق نہیں ہے۔ فرق سب تمیز لونڈ وہم میں ہے

اور یہ وہم دل کی تیزی حرکت ہے۔ بولو۔ اسے ذہن نشین کیا یا نہیں؟"
رہوگن نے کہا: "خوب سمجھ گیا"
بھرت بولا: "بہت اچھا۔ جب اس قدر سمجھ میں آگیا۔ تو پھر اس بات کا سمجھ لینا آسان ہوگا۔ کہ جن کو ہم ست اور تم کہتے ہیں۔ وہ اصل و نسل کی حیثیت سے ایک ہی ہیں۔ جو ہر ایک ہے دو نہیں ہے۔ تو ہیں نام کے لئے بھی فرق نہیں ہے۔ ایک سونا ہے۔ جو زیور۔ برتن۔ کرسی۔ اور دوسرے ساز و سامان کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ فرق صرف دل کی صنعت گری اور دل ہی کی اپج سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ جو سونا ہے وہی سونے سے بنی ہوئی مورتیں۔ صورتیں اور برتن بھانڈے بھی ہیں۔ اسے تم نے سمجھا یا نہیں؟
رہوگن نے کہا: "خوب سمجھ گیا"
بھرت بولا: "ٹھیک ہے۔ بس اسی ایک بات کے سمجھنے کی دیر ہے۔ اگر دل نے اسے ذہن نشین کر لیا۔ تو پھر وہ بہ آسانی تتو۔ جوہر۔ اصلیت۔ ذات۔ اور حقیقت کی جانب خود بخود مائل ہوگا۔ اور اپنی تمیزی طاقت سے اس کی جیوں کی تیوں دیکھ بھال کرتا ہوا اس کا شیدائی اور سودائی ہو جائے گا۔ اور اس سودا اور شیدا پنے میں وہ تتو سے مل کر تتو ہو جائے گا یا اصلیت سے ملکر اصلیت بن جائے گا۔ کیونکہ اس میں فطرتاً اور قدرتاً دوسروں کی شکل قبول کرنے کا مادّہ پہلے ہی سے موجود ہے۔ یہ اسی وجہ سے میں نے پہلے تمہارے ذہن نشین کر دیا ہے۔ اور جب اس نے تتو کی صورت قبول کر لی تو اس کے جڑ چیتن کی گرنتھی خود بخود کھل گئی۔ اور وہ اب تتو (حقیقت) ہو گیا۔ کہو۔ اسے سمجھے یا نہیں؟"
رہوگن نے کہا: "سمجھنے کو تو میں نے سمجھ لیا۔ لیکن ایک بھرم ہے۔ تتو کے سمجھنے والے من میں چونکہ متضاد (دوند) کی صورت قبول کرنے کا تقاضا اور متشکل ہونے کا مادّہ قدرتی طور پر موجود ہے۔ اس لئے وہ تتو کے جانتے اور سمجھنے پر

بھی ممکن ہے۔ کہ پھر نیچے گرے اور اصلیت سے دُور جا پڑے"!

بھرت بولا:"تم نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ اور جو کچھ تو سمجھا بھی ہے۔ وہ خاک کے برابر ہے۔ ابھی تک تم حیرت کے مقام سے آگے نہیں بڑھے۔ لیکن کیا مضائقہ ہے۔ اب پھر میری باتوں پر غور کرو۔ جب تک دل کا تعلق متضاد اور دوندھ کے وہم سے ہے تب ہی تک اُس میں متضاد کا عکس اثر انداز ہوگا۔ متضاد حالت نسبتی کیفیت کا طبقہ ہے۔ دوپنا اسی طبقہ کا خاصہ ہے۔ اور جہاں دوپنا نہ ہوگا وہاں یہ پیدا کیسے ہوگا! دوپنے میں رہ کر دل کبھی یہ بنتا ہے کبھی وہ بنتا ہے کبھی اس کی صورت قبول کرتا ہے۔ کبھی اُس کی صورت قبول کرتا ہے۔ لیکن حقیقت تتو۔ جوہر۔ اصول۔ اور ذات میں نسبتی مدات کا امکان نہیں ہے۔ جب اُس نے اُس کے ساتھ مضبوط رشتہ قائم کر لیا۔ اور اُس کی شکل ہی بن گیا۔ تب اپنے اندر نسبتی مدات اور تعلقات کے نہ رکھنے سے اُس میں اونچے نیچے جانے کا وہم کیسے ہوگا! وہ تو اب تتو ہی بن گیا۔ اور تتو میں دوپنا نہیں ہے۔ مختصر اور واضح لفظوں میں دل کی کشمکش جاتی رہی۔ اُس کی دلی موت آگئی۔ اب وہ کشمکش کرنے والا دل نہیں رہا۔ وہ کچھ اور ہی ہے۔ جس کے اظہار میں زبان قصور کرتی ہے۔ اب بھی سمجھے یا نہیں"؟

رہوگن نے کہا:"خوب سمجھا"!

بھرت بولا:"لیکن ابھی تک تمہارے اندر ایک وہم باقی ہے۔ کہتے ہیں رسی جل گئی۔ لیکن اینٹھن نہیں گئی۔ جل جانے پر بھی رسی کی جلی ہوئی صورت میں اینٹھن رہتی ہے۔ لیکن وہ کمزور رہتی ہے۔ اور مری ہوئی کے برابر ہے۔ اکثر تتو جاننے والے تتو کے گیان سے جیتے جاگتے نظر آتے ہیں۔ لیکن اُن کی زندگی اور موت یکساں ہوتی ہے۔ پراربدھ کے سنسکار چلاتے انہیں کچھ مدت تک اور زندہ رکھیں۔ لیکن جیتے جاگتے ہوئے بھی وہ جسم۔ دل۔ اور رُوح کے طبقہ سے پرے پہنچ گئے ہیں۔ اور تتو سے ملے ہوئے تتو کے رُوپ ہی ہیں۔ نہ انھیں

تم جسمانی کہہ سکتے ہو نہ دلی کہہ سکتے ہو - اور نہ روحانی کہہ سکتے ہو - اور ان میں
ان کی تمیز بھی قائم رکھنے نہیں ہے - اور جب تمیز نہیں ہے - تب تمیز کے اختلافات
اثر انداز نہ ہونگے - اور وہ تتو بنے ہوئے وچریں گے - کہو - ایسے سمجھے کہ نہیں؟
رہوگن نے بھرت کے چرنوں میں گر کر زبان حال سے اپنی سچی احسانمندی
اور شکریہ کے جذبہ کا اظہار کیا - اور یہ نغمہ گا اٹھا -

کھلی آنکھوں سے تجھ سا تا قدم ہم دیکھتے ہیں
کیا کہیں تم کو بھی اپنے ہی میں ہم دیکھتے ہیں

النستی طبقہ سے جب اونچے چڑھے حسن عمل
ایک ہی شکل کی ہستی و عدم دیکھتے ہیں

غیریت کا نہیں اب کچھ بھی ہا نام و نشاں
عشق معشوق کو عاشق کو بہم دیکھتے ہیں

اختر و شمس و قمر سر پہ چمکتے تھے کبھی
آج ان سب کی ضیا زیر قدم دیکھتے ہیں

خوف دوزخ جو مٹا - خلد کی امید گئی
عالم فانی کو خود باغ ارم دیکھتے ہیں

-:(۱۵):-

پہنچ اور بھرم

مختلف ہوتے ہیں دنیا کے سبھی شغل و عمل
رسم طفلانہ جدا - رسم بزرگانہ جدا

جب حیرت مٹ گئی - رہوگن نے ہاتھ باندھ کر کہا "بھگوان! میں آپکی
مہربانی سے تتو گیانی اور عارف تو ہو گیا - اس میں ذرا بھی شک و شبہہ
کی گنجائش نہیں رہی - لیکن ایک وہم ابھی تک دل میں باقی ہے - اور وہ
یہ ہے - کہ کیا میری یہ حالت صرف آپکے سامنے ہی ہے یا بعد کو بھی قائم رہیگی -
آگ کے سامنے جانے سے گرمی کا اثر تو پیدا ہو جاتا ہے - لیکن اگر آگ دور ہو گئی
تو پھر حرارت کا امکان محال ہو جاتا ہے اس لئے اگر آپ مجھ پر مہربانی فرمائیں تو

چند روز میری دارالسلطنت میں چل کر مجھے اپنی صحبت کا لطف بخشیں۔ یہ احسان ہوگا"۔

بھرت نے یہ سُنکر قہقہہ مارا۔ راجہ زبان کے میٹھے اور خوش تقریر ہوتے ہیں۔ اور اخلاق۔ تہذیب اور حکمت عملی کی مشاقی کر کے دوسروں کو اپنی جانب مائل کر لیتے ہیں۔ تم نے اس وقت جو درخواست کی ہے۔ وہ راجاؤں کے طرز عمل کے موافق ہے۔ جو جیسا ہوتا ہے ویسا ہی کرتا کرتا ہے۔ اس صحبت کو غنیمت سمجھو۔ اس سے زیادہ ہوس کرنا غلطی ہے۔ تم راجہ ہو۔ اپنی راجدھانی میں لے چلنے کی مجھے دعوت دیتے ہو۔ میں اَودُھوت (مست رِند) ہوں۔ میرا کوئی گھر دُنیا میں نہیں ہے۔ اگر میں تم سے کہوں۔ کہ میری طرح تم بھی خانہ برباد ہو کر میرے ساتھ گھوما پھرا کرو۔ تو وہ بات ویسی ہی ہوگی۔ جیسے تم مجھے بند ھن کے بڑے شہر میں لے جانا چاہتے ہو۔ بیوپار کی نظر سے تم راجہ ہو۔ میں اَودُھوت (رِند) ہوں۔ تم راجہ بنے رہو۔ اور نہ مجھے اَودُھوت کا درجہ چھوڑنے دو۔ نہ میں تم کو اپنی حالت قبول کرنے کی صلاح دیتا ہوں۔ اور نہ چاہتا ہوں۔ کہ تم مجھ سے راجدھانی میں چلنے کی درخواست کرو۔ تم نے مجھ سے پالکی اُٹھوائی میں نے اُٹھالی۔ کیا یہ کافی نہیں تھا؟ اب کیا تم اپنے شہر۔ مکانات۔ محل۔ اور باغوں کو میرے سر پر رکھنا چاہتے ہو؟ ایسا نہ کہو۔ مطلب سے مطلب ہے۔ بغیر مطلب کے بات چیت کرنا عقلمند آدمی کی شان سے باہر ہے" +

رہوگن نے جب پالکی کا نام سنا۔ اس کا دل بھر آیا۔ گیان کی عارضی مستی یکلخت دُور ہوگئی۔ کہنے لگا "افسوس! میں نے یہ گناہ لاعلمی اور نادانی کی حالت میں کیا تھا۔ اور ناحق آپ کی تکلیف کا باعث ہوا تھا" +

بھرت پھر مسکرایا۔ لو۔ ایک نہ شد دو شد۔ کہاں سے تھے کہاں آ گئے! انسان نے کس طرح پر اس دل کی غلامی کا سکہ اپنے دماغ پر ثبت کر رکھا ہے۔ لیکن وہ کیا کرے۔ سنسکار کو کہاں لے جائے۔ "بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی"۔ سنسکار

اور اثرات کا مِٹنا آسان تو نہیں ہے۔ اے راجن! اب تُم نے اپنے خیال سے پھر مجھے گذرے ہُوئے اور بھُولے ہُوئے واقعہ کی طرف واپس آنے کی دعوت دی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ اس کی لاش جلادیتے اور وہ خاک ہو جاتی۔ لیکن راجہ جو شہر ہے جو راجہ کے عجائب خانوں میں اکثر بہت سی گلی سڑی ہڈیوں۔ جمڑے۔ دانت اور مُردہ ٹھٹھریوں کو رکھنے کا اہتمام نظر ہوتا ہے۔ خیر! اب میں تم سے پُوچھتا ہوں۔ کہ تکلیف کس کو ہُوئی؟ اور کس نے پالکی اُٹھائی؟ تم سمجھتے ہو۔ کہ جسم بے جان اور بے حرکت ہے۔ بتاؤ ہم ٹانگوں کو دُکھ ہُوا یا ٹخنوں کو۔ رانوں کو دُکھ ہُوا یا کمر کو۔ کندھوں کو تکلیف ہُوئی یا ہاتوں کو؟ گردن دُکھی یا سینہ؟ ان میں سے دُکھ کیسے ہُوا؟ اگر جسم میں دُکھ مانتے ہو۔ تو یہ پہلے ہی سے بیجان ہے۔ کیا بیجان کو دُکھ ہوتا ہے؟ کہنے کو تو ویسا ہی کہا جاتا ہے۔ کہ جسم میں درد ہے۔ لیکن یہ خیال کے اظہار کا صرف طریقہ ہے۔ لیکن اصل میں اور دل اور عقل میں اس طرح کا یقین نہیں ہوتا۔ اور تم اسے سمجھ بھی سکتے ہو۔ یہ جسم زمین سے بنا ہُوا ہے اور زمین ذرات (پرمانوؤں) سے بنی ہے۔ اور چونکہ یہ سب کے سب جڑ (جیوت) مُردہ (بے حس) اور اجیو (بغیر جان کے) ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی تکلیف کے احساس کا امکان نظر نہیں آتا۔ اس کثیف جسم (ستھول شریر) کی طرح لطیف جسم (سوکشم شریر) میں ہے۔ جو قدرت کی لطیف اجزا سے بنا ہے۔ ان کی بھی یہی کیفیت ہے۔ یہ بھی اُسی کی طرح ہے۔ اور تم کو پتہ نہیں لگتا۔ کہ درد یا تکلیف کس کو ہُوئی؟ اور کون دُکھ کا سہنے والا مانا جائے گا۔ یہ دُکھ اس وجہ سے ایک نفی، دیا اصلیت نہ رکھنے والا خیال ہے۔ جس کی کہیں بھی ہستی نہیں ہے۔ یہ سنسار اسی طرح کا ہے۔ اس کی بھی ہستی نہیں ہے۔ اور یہ نفی محض ہے۔ پس تم جو بار بار ایک نفی کے خیال کی طرف واپس جاتے ہو۔ یہ کیوں ہے؟ اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

رہوگن نے پُوچھا۔ بھگون! آپ اس سنسار کو نفی یعنی متھیا بتاتے ہوئے

کیا یہ نظر نہیں آتا؟ اور جو چیز نظر آوے۔ اُسے نفی یا متھیا کوئی کیسے کہہ سکتا ہے؟

بھرت مسکرایا۔ راجہ! تم ابھی تک ست (حق) اور است (غیر حق) کے سمجھنے کے قابل نہیں ہوئے ہو۔ تم نے شاستروں کی باتیں سُن رکھی ہیں۔ شاستر اس جگت کو متھیا کہتے ہیں۔ اور تم بھی طوطے کی طرح ان سے سُن کر متھیا کی رٹ لگا دی ہے۔ اور سمجھ بوجھ خاک نہیں رکھتے؟

رہوگن نے اقرار کیا۔ کہ بات ایسی ہی ہے۔ سنسار کے متھیا کہنے والے صرف کہنے ہی کے لئے اُسے متھیا مانتے ہیں۔ ورنہ اس متھیا کی کیا مراد ہے۔ اُن کے ذہن میں نہیں آئی ہے۔ اور میرا بھی یہی حال ہے۔ آپ لگے ہاتوں اس کی بھی وضاحت کر دیجئے۔ تا کہ میری سمجھ بوجھ سے یہ یقین زایل ہو جائے؟

بھرت قہقہہ مار کر ہنسا۔ راجہ! اس دنیا میں اگیانی اسی طرح گیانیوں کے قول کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح طوطا آدمیوں سے سُنی ہوئی بات دوہرتا رہتا ہے۔ یا جس طرح بندر میں نقل کرنے کی عادت ہے۔ سنسار اصل میں پرپنچ کو کہتے ہیں۔ پرپنچ بھرم ہے۔ اور بھرم متھیا ہے۔ متھیا سے مراد صرف نفی ہے جس کی کوئی بھی ہستی نہیں ہے۔ سنسار کے متھیا کہنے والے زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو اصلیت سے نا آشنا رہتے ہیں۔ اور ہر وقت جاپے جا اپنے گیان کی ہانک لگایا کرتے ہیں۔ حقیقت یوں ہے۔ کہ ان کے ذہن میں اب تک سنسار یا پرپنچ کی مراد تک داخل نہیں ہوئی۔ اور یہ خواہ مخواہ اس نظر آنے والے جگت کو جو اثبات اور اقرار کی چیز ہے۔ زبردستی متھیا کہتے رہتے ہیں۔ جو ہے وہ کبھی نہیں ہوتا۔ اور جو نہیں ہے وہ ہے کبھی نہیں ہوتا۔ عدم سے ہستی اور ہستی سے عدم کا امکان محال ہے۔ میں اس جگت کو جو ایشور کا روپ ہے کبھی متھیا نہیں کہتا۔ اور میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔ یہی تو چیز ہے جو نظر آتی ہے۔ اور اسی کو دیکھ گیان کی رگ کو حرکت نصیب ہوتی ہے؟

رہوگن بولا :- مہاتمن! آپ نے پہلے سچدانند تک کو غلط اور متھیا قرار دیا تھا اور اب اُس کے برعکس اس جگت کو ایشور روپ بتاتے ہوئے اصلی - حقیقی - اتپاتی - اور ست سمجھا رہے ہو - کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے - کہ جسے دُنیا ست کہتی ہے اُسے آپ اَست کہتے ہو - اور جسے دُنیا اَست کہتی ہے اُسے آپ ست کہتے ہو ؟

بھرت نے زور سے قہقہہ مار :- نادان راجہ! تم اپنی باتوں سے بار بار دُنیا کو متھیا کہتے ہوئے اس وقت دُنیا کے قول کو بطور شہادت پیش کرتے ہو - جب دُنیا تمہاری سمجھ کے موافق خود ہی متھیا ہے - تو پھر اُس کی شہادت کیوں سچی ہوئی - تم خود اپنی زبان سے اپنے قول کی تردید کر رہے ہو - اس قسم کی گفتگو مدلل نہیں سمجھی جاتی "

رہوگن شرمایا - بولا :- دُنیا سے مُراد اس موقع پر گیانیوں سے ہے ؟

بھرت نے کہا :- بہت اچھا! ایسا ہی سہی - اب بتاؤ - تمہارے گیانی اس دُنیا کے رہنے والے ہیں یا نہیں ؟ اگر وہ ہیں - اور دُنیا متھیا ہے - تو اس کی مخلوق کیوں نہ متھیا ہوگی! اور ان کے کلام کیوں نہ متھیا ہونگے ؟ کتابیں دُنیا کی ہیں - شاستر - گورو - گیانی سب ہی دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں - تم خود اپنی جانب متوجہ ہو کر سمجھ لینا چاہیئے - کہ اگر ان کی دُنیا متھیا ہے - تو یہ ان سے تمام شاستر - شاستروں کے نوشتہ جات - اور نوشتہ جات کے منشا کیوں نہ متھیا ہوں - متھیا دُنیا کے ساز و سامان کو بھی متھیا ہی ہونا چاہیئے - اے راجہ! تم سخت غلطی میں پڑ گئے - پھر اگیانیوں کی طرح بہک گئے - دو چار کتابیں پڑھ لیں اور طوطے کی طرح متھیا کی رٹ لگا دی - کہو - یہ بات ہے یا کچھ اور!

رہوگن لاجواب ہو گیا - بات بھی سچی تھی - جب دُنیا ہی غلط ہے - تب دُنیا کی تمام کتابیں اور ان کے مقولات کیوں نہ غلط قرار دیئے جائیں - جب دُنیا متھیا ہے - تو دُنیا کے وید شاستر دُنیا کے اپنشد برہم - جیو - جنتو - سب ہی متھیا ہو گئے

پھر شاستروں کی باتیں کیسے مستند اور منتھیا کے برخلاف ہوں گی وہ خاموش ہو کر رہا تاہم بھرت کی دلیل پر غور کرنے کے لئے مجبور ہوا۔ بھرت نے اُسے سکوت کی حالت میں چھوڑ دیا۔ تاکہ اچھی طرح غور و فکر کے سمندر میں غوطہ مارنے۔ اور وہ حقیقت میں دیر تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن اصلیت کا موتی ایک بھی ہاتھ نہیں آیا +

رہوگن نے تھوڑی دیر بعد سکوت کو چھوڑ کر کہا "بھگون! یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں نادان ہوں" +

بھرت بولا "راجہ! دیکھ۔ یہ دنیا منتھیا نہیں ہے۔ بلکہ تیرا یہ کہنا کہ مجھ میں نادانی اور ان سمجھی ہے۔ منتھیا ہے۔ منتھیا صرف نفی کو کہتے ہیں۔ وہ بھرم محض ہے۔ اُس کی کہیں ہستی نہیں ہے۔ اور اسی نفی اور نفی کے بیوہار کا نام پرپنچ ہے۔ اور گیانی اسی پرپنچ کو منتھیا کہتے ہیں۔ پرپنچ کے سوا اور کچھ منتھیا نہیں ہے۔ تم ہو کچھ اور اپنے آپ کو بھرم کی وجہ سے کچھ سمجھ رہے ہو۔ حقیقت ہے کچھ اور سمجھی کچھ جا رہی ہے" +

رہوگن نے سوال کیا "حقیقت کیا ہے اور کیا سمجھی جا رہی ہے"؟

بھرت رہوگن کی دلی اضطرابی اُس کے اس یکبارگی کے سوال سے سمجھ گیا۔ اور اُس نے بلا تامل اُسے جواب دیا "حقیقت اثبات ہے۔ اور وہ نفی سمجھی جا رہی ہے۔ حقیقت تم ہو۔ اور تمہاری نظر نفی پر ہے۔ حقیقت میں تم میں تمام اثبات کے اوصاف ہیں۔ اور تم یا تو اُنہیں اوروں سے منسوب کرتے ہو یا اپنے آپ کو ان سے بالکل خالی مانتے ہو۔ اور کسی دوسرے کے تعلق سے ان اوصاف کے پیدا کرنے کا واہمہ رکھتے ہو۔ اسی کو پرپنچ اور پرپنچ کا بھرم کہتے ہیں" +

رہوگن نے کہا "مثلاً"؟

بھرت بولا "مثلاً گیان تم میں ہے۔ اور تم گیان ہو۔ لیکن اپنے آپ کو تم اگیانی سمجھ رہے ہو۔ اور کسی اور کی وساطت سے اپنے اندر گیان پیدا کرنے کے

تم خواہش اور کوشش میں لگے ہوئے ہو مثلاً خوشی، راحت اور آنند تم میں ہے۔ تم آپ خوشی، راحت اور آنند ہو۔ لیکن اپنے کو خوشی، راحت اور آنند سے خالی مان کر کسی ذریعے سے اپنے اندر خوشی، راحت، اور گیان پیدا کرنے کی خواہش اور کوشش میں لگے ہوئے ہو۔ مثلاً ہستی یا ست تم میں ہے۔ تم ہی ہستی اور ست ہو۔ اور اپنے آپ کو ہستی یا ست سے محروم جان کر کسی اور کی مدد سے اس کی ہستی یا ست لے کر ہست یا ست ہونے کا خیال رکھتے ہو۔"

مہوگن نے کہا "اسے ذرا اور واضح کر دیجئے"۔

حضرت بولے "گیان تم ہو۔ لیکن کتاب کو گیان مجسم سمجھتے اور اس کتاب کی مدد سے گیانی بننا چاہتے ہو۔ آنند تم ہو۔ لیکن عورت یا دنیاوی ساز و سامان کی مدد سے اپنے اندر خوشی پیدا کرنا چاہتے ہو۔ ہستی تم ہو۔ لیکن غلہ اور پھل پھول کی خورش کو زندگی کا باعث جان کر ان کی مدد سے زندہ رہنے کے وہم میں پڑے ہو"۔

"اگر تم میں گیان نہ ہوتا۔ یا تم گیان نہ ہوتے۔ تو لاکھ کوشش کی جاتی۔ کبھی ممکن نہیں تھا۔ کہ کتاب پڑھ کر تم عالم یا گیانی ہوتے۔ اگر تم میں آنند یا خوشی نہ ہوتی۔ یا تم خود آنند اور خوشی نہ ہوتے۔ تو لاکھ عورت یا دنیاوی ساز و سامان کے فراہم ہونے سے تم میں آنند اور خوشی نہ آتی۔ اگر تم میں خود زندگی۔ ہستی۔ اور ست پیدا نہ ہوتا۔ خواہ تم خود زندگی، ہستی۔ اور ست نہ ہوتے۔ تو ہزار غلہ اور پھل پھول کا اہتمام کیا جاتا۔ کبھی ممکن نہیں تھا۔ کہ تم زندہ۔ ہست یا ست ہو سکتے"۔

"تم گیان ہو۔ یہ سبب ہے۔ کہ ہر شے کی ماہیت سمجھنے پر قادر ہو۔ تم آنند ہو اس لئے ہر شے سے آنند لینے پر قادر ہو۔ تم ست ہو۔ اس لئے ست کے حاصل کرنے پر قادر ہو۔ جو صفت جس میں نہیں ہوتا۔ وہ کبھی اس میں پیدا نہیں کیا جا سکتا یہ مسلمہ اور مصدقہ اصول ہے"۔

رہوگن نے کہا:- بات تو آپ سچّی کہتے ہو۔ طبیعت اس کو سچّی مانتی ہے لیکن کیا اس سے مَیں یہ نتیجہ نکالوں۔ کہ سنسار کے بیوہار میں جو گیان۔ آنند۔ اور زندگی کے سازوسامان ہیں۔ وہ فضول اور نکمّے ہیں۔ اور ان کو ضایع۔ زایل اور معدوم کر دیا جائے"؟

بھرت پھر ہنسا:- "یہ خیال پھر نفی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ ہوش کرو۔ بھرم میں نہ پڑو۔ جو ہے اُسے ضایع۔ زایل۔ اور معدوم کس طرح کیا جا سکتا ہے! کتاب بطور خود ہمارے گیان کا عکس ہے۔ ہم کتاب میں اپنے ہی گیان کے عکس کو دیکھ کر۔ پا کر۔ سمجھ کر اور پڑھ کر گیانی ہوتے ہیں۔ جو کتاب میں گیان ہے۔ وہ ہمارا عکس ہے۔ ہم عورت یا سازوسامان میں اپنے ہی آنند کا عکس دیکھ کر۔ پا کر۔ سمجھ کر۔ اور بھوگ کر خوش ہوتے ہیں۔ عورت وغیرہ میں جو راحت۔ خوشی۔ اور آنند ہے۔ وہ ہمارا ہی عکس ہے۔ غلّہ پھل۔ اور پھول میں ہم اپنی ہی ہستی کے عکس کو دیکھ کر۔ پا کر۔ سمجھ کر۔ اور کھا کر ہستا اور زندہ ہوتے ہیں۔ اگر ہم گیانی نہ ہوتے۔ تو کتاب کو کیسے پڑھتے۔ اگر ہم آنند نہ ہوتے تو عورت میں آنند کیسے لیتے۔ اگر ہم میں زندگی نہ ہوتی۔ تو ہم غلّہ اور پھل پھول کھا کیسے سکتے تھے"!

رہوگن نے پوچھا:- "یہ سب لفظ بہ لفظ سچ ہے۔ لیکن ان دلیلوں کی رو سے آپ نتیجہ کیا نکالتے ہو"؟

بھرت بولا:- "نتیجہ نکالا نکلایا ہے۔ سچّی بات دل میں اثر کر کے اپنے نتیجہ کو خود پیدا کر کے اُسی وقت دکھا دیتی ہے۔ اگر ممکن ہو۔ تو تم ان میں سے کسی کی تردید کیجیے۔ لیکن تمہاری دلی حالت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تم میں انکے جھٹلانے کی جرأت اور طاقت نہیں ہے۔ ست کو کس نے است کیا؟ سانچ کو جھوٹ کی آنچ کب لگی! اور حق کو غیر حق کون کر سکتا ہے"!

رہوگن بھرت کی باتوں کو سن کر حیران رہ گیا۔ زبان بالکل بند ہو گئی۔

وہ بولنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خوشیوں کا اپنا قفل لگ گیا۔ کہ کھلنا محال ہوگیا۔ تب بھرت نے پھر اسے اپنی دلی تقویت کا سہارا دے کر ابھارا اور اس کی زبان کھل گئی ؛؛

رہوگن نے کہا :۔ بھگون! میں اس وقت اس طرح بے بس ہو رہا ہوں کہ کچھ کہہ نہیں سکتا ؛؛

بھرت بولا :۔ تم پھر اُسی بھرم اور پریپنچ کی طرف چلے۔ بے بسی نفی ہے نفی کی طرف کیوں مائل ہوتے ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے۔ کہ میری باتوں کے سننے سے تمہارے دل کے دریا کے اندر ہستی علم اور خوشی کی لہریں اس زور شور کے ساتھ لہرانے لگی ہیں۔ کہ اب اسی طرف توجہ کا رُخ ہے۔ کہو یہ حالت ہے یا نہیں ؟؛

رہوگن نے کہا :۔ بس بس! میرے جذبات کا مکمل اظہار آپ کے کلام سے ہو گیا۔ اب زیادہ وضاحت کی ضرورت کہاں ہے! یہ جو کچھ ہماری ذات سے ہوگا۔ تھا۔ اور کہا جا رہا ہے۔ یہ صرف ہستی۔ سرور۔ اور علم کے ظہور کا تماشہ ہے۔ اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ صرف نفی کے غلط اور متھیا پہلو کے شمول سے پیچتاپ کی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور وہ بھی است ہی ہیں؛؛

بھرت خوش ہوا۔ سمجھ گیا۔ کہ رہوگن نے اس کی مراد اپنے خاطر نشین کر لی۔ اور بھرت نے پھر یہ خوشی کا ترانہ چھیڑا۔

جو اشارہ کسی مایوس اثر تک پہنچے ۔۔۔ وہم معدوم و نفی کی نہ خبر تک پہنچے
حق سے ناحق پہ ہوئی جھلکی کچھ ایسی ۔۔۔ چھوٹے یکرنگی سے دیکھا تو نظر تک پہنچے
روز روشن ۔۔۔ ہو تماشا ہو جائے ۔۔۔ خود بخود تنے شمع سحر تک پہنچے
ہاشمیکے مسر ۔۔۔ نتیجہ نکلا ۔۔۔ خون کے رنگ اثر جگر تک پہنچے
۔۔۔ نعمت عظمت ۔۔۔ نکلے محروم

(۱۶)

گیان اور گیان کے حصول کا یقینی ذریعہ

دہریم داد و ستد کا یہ نتیجہ نکلا
طرز تیاضں سے ہے رسم گدایا نہ جُدا

رہوگن بولا۔" بھگون! آپ کو آفرین ہے۔ آپ اس طرح باتیں کرتے ہیں کہ دل میں پھر شک وشبہہ کی گنجائش نہیں رہنے پاتی۔ اس تعلیم کا اہتمام کتابوں یا شاستروں میں کہیں بھی نظر نہیں آیا!"

بھرت مسکرایا۔" 'نہیں' کا کلمہ کچھ اس طرح دل میں جگہ پکڑ گیا ہے۔ کہ 'نہیں' کے سوا 'ہاں' منہ سے نہیں نکلتا۔ یہ بات میں تمہاری دلاذاری کی نیت سے نہیں کہتا ہوں۔ آدمی غلطی میں پڑکر جب نفی کی مشاقی کرکے اگیانی بنجاتا ہے۔ تو اُسے 'نہیں نہیں' ہی کی سوجھتی ہے۔ میں نے بار بار یہ 'نہیں' یعنی 'نفی' ہی پر تیج ہے۔ جو ہستی سے خالی ہے۔ اور تم تو اسی کا اب تک جاپ کرتے ہو۔ خیر! یہ عبرت اور نصیحت کی بات تھی۔ تمہارے اعتراض کے دوسرے پہلو کی طرف اب نظر کرتا ہوں۔ جو شخص علماً عملاً مصلحتاً۔ اور فطرتاً اثبات پسند ہے۔ اور جس کے بھرم کی گتھیاں سُلجھ گئی ہیں۔ وہ بہ آسانی اَوروں کی گتھیاں بھی چٹکی بجاتے ہوئے سُلجھا دیتا ہے۔ اور جو شخص اب تک اُلجھن میں پڑا ہے۔ وہ اُنھیں اُلجھاتا ہی رہیگا۔ اور علمی اور فلسفانہ اصطلاحات کے پیچ میں ڈال کر پریشان کراتا رہیگا۔ مَیں نے اپنی تقریر میں تم کو یہ کبھی نہیں کہا۔ کہ شاستر یا وید مِتھیا ہیں۔ کیونکہ میرے دل میں 'مِتھیا' کے وہم کے لئے جگہ نہیں ہے۔ اور 'مِتھیا' سوا مِتھیا کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں۔ اس وقت میں تمہارے سنسکاروں کے جاگنے کی وجہ سے زندہ وید اور زندہ کتاب بن کر آیا ہوں۔ یہ اثبات کی زندہ کتاب

اور ست کا زندہ و پائندہ تمہاری نظر کے سامنے ہے۔ اُسے خوب اچھی طرح مطالعہ کرو۔ اور تمہاری گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ اور پریشانی حیرانی اور سرگردانی کا وہم بہ آسانی جاتا رہے گا۔ یہ تمہارے کلام کی تائیدی سند ہے۔ مَیں ہی حقیقت میں زندہ سند ہوں۔ اور کسی کی سند یا اور کسی کی شہادت کیا پیش کروں۔ تم نے اسے سمجھا کہ نہیں؟"

رہوگن بولا۔ "خوب سمجھا"۔

بھرت نے پوچھا۔ "کیا سمجھا؟"

رہوگن بولا۔ "مَیں نے یہ سمجھا کہ بغیر گورو کی مدد کے علم۔ آسائش اور ہستی کا تمام سامان بے حقیقت ہے۔ گورو کی ذات اثبات مطلق، علم مطلق راحت مطلق، ہستی مطلق۔ اور ذاتِ مطلق ہے۔ اور جس وقت اثبات کی یہ زندہ تصویر نگاہ کے سامنے آجاتی ہے۔ تو پھر حساب کتاب۔ اور فضول سوال و جواب کی ضرورت کا امکان نہیں ہوتا۔ وہ بطور خود کافی اور ضرورت سے زیادہ کافی ہے۔ گورو کی اہمیت کا خاطر نشین ہونا۔ اثبات پسندی کی اہم اور پہلی سیڑھی ہے۔ اور اُس کا ہمخیال اور ہم آہنگ ہونا دوسری سیڑھی ہے۔ اور اُس کی ہمخیالی اور ہم آہنگی آخری سیڑھی اور معراج یا منزل مقصود ہے۔ اسی وجہ سے شاستر بھی برابر بآوازِ بلند کہتے آرہے ہیں۔ کہ بغیر گورو کی مدد کے گیان نہیں ملتا۔ اور نفی یعنی بھرم کی جڑ نہیں کٹتی۔ مَیں نے یہ ذہن نشین کرلیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ نے گورو کی شکل میں اس ضروری مسئلہ کو ذہن نشین کرادیا ہے۔"

گھردین گیان۔ گیان بن مکتی نہ مل سکے گورو بن جڑ اگیان کی سادھو کیونکر ہل سکے

سلوک تائیدی کلام :-

دستو کہیں ڈھونڈھے کہیں کیسی یہ جی آوے ہاتھ کہیں کبیر تب پایئے جب بھیدی لیجے ساتھ
بھیدی لیا ساتھ کر دینا وستو لکھائے کوٹی جنم کا پنتھ تھا پل میں پہنچا جائے
یا کھوجت برہما تھکے سُر نر مُنی اور دیوا کہیں کبیر سن سادھو کر ستگورو سیوا

بھرت نے کہا:- "تم نے خوب سمجھا۔ اب اسی سمجھ پر گیان کی عمارت قائم کرنی ہے۔ گورو اثبات کی جیتی جاگتی مورتی ہے۔ وہ سامنے آ گئی۔ اُس کے سامنے آنے ہی سے نفی کے جذبات مغلوب اور اثبات کے جذبات غالب آنے لگیں گے۔ اور اس عمل و شغل سے جس وقت چیلا پورا پورا اثبات پسند اور مجسم اثبات بن گیا۔ پھر اور کیا چاہیئے۔ وہ گورو کا روپ۔ گورو کی ذات۔ اور خود اگورو بن گیا۔ اور کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ میں تمہارے ہی کلام کا پھر اس موقع پر اعادہ کرتا ہوں:-

وِدھک بن گورو۔ وِشواس۔ بن وِشواس نہ بھگتی رتی
بن بھگتی نہیں پریم۔ پریم بن نہیں گتی مُتی
بن گتی متی نہیں لہہ سکے کوئی ستیہ بویکا
بن بویک سُن سادھوا۔ کبھی کیوں سُوجھے ایکا
جب لگ ایک کی گم نہیں۔ نشچل سب بھاسن
سادھن بن کہاں پایئے۔ گورو گیان کا آسن

رہوگن بولا:- "بھگون! آپ گورو ہیں۔ آپ آزاد اور گیانی ہیں۔ آپ اودھوت اور سچے دھیانی ہیں۔ میں دل سے آپ کو گورو دھارن کرتا ہوں۔ جس گیان کا بیج آپ نے میرے دل کھیت میں بویا ہے۔ اُسے مہربانی کے پانی سے سینچئے۔ تاکہ اُس میں اکھوا پیدا ہو۔ یہی پھلتا پھولتا ہُوا عالیشان درخت کی شکل میں ہرا بھرا نظر آنے لگے۔ بس یہی خواہش اور تمنّا ہے۔ اور اس کے سوا میں اور کچھ نہیں چاہتا +

بھرت نے کہا:- "یہ خواہش گو نفی ہے۔ لیکن بری نہیں ہے۔ یہ اثبات کے قریب ہے۔ کیونکہ اس خواہش کے اندر بیخواہشی کی رُوح موجود ہے۔ اور وہ عمل و شغل کے سلسلہ میں اپنا کام کئے ہوئے بغیر نہ رہے گی" +

رہوگن اُٹھا۔ کہاروں کو چھوڑ کر جنگل میں چلا گیا۔ وہاں سے پھل پھول چُننے۔

بھرت اب تک وہاں اُسی طرح چُپ چاپ بیٹھا رہا تھا خواجہ واپس آیا۔ کمنڈل میں جل بھر کر پہلے گوُرو کے پاؤں دھوئے۔ اُن کا چرنامرت لیا۔ اور اس پانی کی بوند تھی اپنے سر اور جسم پر چھینٹے ڈالے۔ وہ مٹھی بھر پھول سامنے رکھکر ہات باندھے ہوئے کھڑا ہو گیا +

یہ دستور ہے۔ گوُرو کے پاس کوئی شخص خالی ہات نہیں جاتا۔ جو خالی جاتا ہے وہ خالی ہی رہتا ہے۔ خالی ہات جانا غرور اور اہنکار کی نشانی ہے۔ ہات میں بھینٹ اور نذر نیاز لے کر جانا اُن کی دلی تعظیم اور محبت کے اقرار کا ثبوت ہے یہ دستور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آتا ہے +

بھرت نے محبت کی نظر سے رہوگن کو دیکھا۔ اور اُسے دھیان دھن کی ترکیب جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ سِکھائی۔ تاکہ اُس کے شغل سے جو تعلیم زبان سے دی گئی ہے۔ اُس کا ساکشاتکار دل اور رُوح کی آنکھوں سے بھی کر لیا جائے اس کی غرض صرف اِتنی ہی ہے۔ آدمی پہلے ست سنگ میں جاتا ہے۔ علمی معلومات کو وسیع کر لیتا ہے۔ اور پھر عمل و شغل کو سیکھ کر گوُرو کے دھیان کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ اور پھر اُس کی مدد سے اندرونی ست سنگ کا مزہ لیکر وقت پر خود گوُرو کا عکس ہو جاتا ہے۔ سنت سماگم یعنی صحبتِ فقرا کی یہ اندرونی اور بیرونی صُورتیں ہیں +

—:(۱۷):—

رہوگن کو بھرت کا دیکشا دینا

ایک ذلّت ہے تو ہے ایک سے عزّت حرمت
کاہلی سے ہے جدا کوشش مردانہ جدا

گوُرو اور چیلا دونوں آمنے سامنے ایک وضع میں بیٹھ گئے۔ ایک سمے دل

کے ظرف کو وسوسات سے خالی کر لیا۔ دوسرے نے اُس میں اپنے خیالات بھرنے شروع کیے۔ ایک کے بغیر دوسرے کا امکان محال ہے۔ جو برتن خالی ہے۔ وہی بھرا جاتا ہے۔ اور جو بھرا ہے۔ اُسے کوئی کیا بھرے گا! گورو اور چیلے کے تعلقات اسی قسم کے ہیں۔ دل سے غلط توہمات کو خارج کر کے مفید خیالات کے داخل کرنے کی خواہش والے کا نام مُرید ہے۔ اور مفید خیالات کا اُس کے دل میں داخل کرنے والا مرشد ہے۔ یہ اُن کی حیثیت ہے +

بھرت بولا "اے راجہ! اب تک تو اور تھا۔ آج سے اور بنایا جا رہا ہے۔ ممکن ہے۔ اس سے پہلے تو اپنے شاہی نسل پر نازاں رہا ہو۔ آج تو رشیوں کے نسل میں داخل کیا جا رہا ہے۔ رشی سادھو اور فقیر ہیں۔ بادشاہ دولتمند اور امیر ہیں۔ ظاہرا یہ اُن کے درمیان تمیزی فرق ہے۔ باطنی فرق یہ ہے۔ کہ رشی۔ اور سادھو سچے دولتمند اور امیر ہیں۔ اور بادشاہ اور راجے کنگال اور [illegible] ہیں۔ راجہ کی دولت عارضی ہے۔ فقیر کی دولت دائمی ہے۔ راجہ پھر بھی سازوسامان کا محتاج ہے۔ سادھوؤں کے غنی ہونے کی وجہ سے محتاجگی کی مکروہ حالت پر غالب ہیں۔ یہ محتاجگی ہر حال میں ناپسند نہیں ہے" +

"راجہ دُشمنوں کو پامال کرتا ہے۔ اور سب کے دلوں پر اپنی حکومت کا سکہ بٹھاتا ہے۔ سادھو سادھن کرتا ہُوا اپنے دل کے نفی جذبات کو محکوم بنا کر اثبات کی سلطنت کا حکمران ہوتا ہے۔ دونوں کا کام ہونے کی تو یکساں ہی ہے۔ لیکن کام کے طبقات کا فرق ہے۔ راجہ زمین پر قابض ہوتا ہے۔ سادھو اپنے جسم دل اور دماغ کو فتح کرتا ہے۔ فاتح دونوں ہی ہیں۔ جو کام تو باہر کرتا تھا۔ سادھو اسے اپنے اندر کرتے ہیں" +

"یہ نہ سمجھ کہ تو جیا ہونے سے دُنیا کی حکومت سے دست بردار کیا جاتا ہے کبھی نہیں۔ تجھے صرف بہتر حکومت کا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔ راج کاج سے دست بردار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس ظاہری سلطنت کی وراثت

کے ساتھ مجھے باطنی سلطنت کا حق بخشا جا رہا ہے۔ اور وہی حکمران سچا حاکم ہے۔ جو گیان والا ہو کر راج کرتا ہے۔ گیان راجاؤں ہی کی میراث ہے۔ اور سچے گیانی صرف راجا ہی ہوتے ہیں۔ گیان ہر شے کا مدار علیہ ہے۔ گیان اُتّم پرشارتھ۔ کیشا تر دھرم پر ودھرمہ۔ گیان کا راستہ تمام راستوں پر فایق ہے۔ اور کشتری کا دھرم تمام دھرموں سے افضل ہے۔

"اب سن کہ سادھو کس قسم کے فتوحات کرتے ہیں؟ اُن کی فتح و نصرت نفی۔ میتھیا۔ اور بھرم کے طبقہ کی ہے۔ نفی کو پامال کرنا۔ اثبات کی طرف راغب ہو کر اُسے زندگی کا جُز بنا لینا۔ یہ سادھو کا کرتب ہے۔ جب تک سادھنا کی جاتی ہے۔ تب ہی تک سادھو کو سادھو کہتے ہیں۔ اور جب سادھن کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ اور سادھو مکمّل بن جاتا ہے۔ تب وہ سنت کہلاتا ہے۔ سنت پاک مُطلق ذات مُطلق اور کمالِ مطلق کو کہتے ہیں"۔

"سادھن ہی کا نام ابھیاس ہے۔ ابھیاس یا سادھن اور کچھ نہیں ہے وہ صرف عادت کی مشاقی کا نام ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو غلط وہم میں ڈال کر کمزور۔ اپاہج۔ اور نکمّا بنا لیا ہے۔ اور وہ ناحق سوچا کرتا ہے۔ کہ مجھ میں کمی ہے۔ یہ کمی کا خیال اُس کی زندگی کو بدنما۔ بدصُورت۔ اور بدوضع بنا رکھتا ہے۔ اسے دل سے نکالنا۔ اور اُس کے بدلے اس طرح سوچنا کہ انسان کا دل ہر قسم کے خوبصورت خیال۔ خوش نما طاقت۔ اور خوش وضع ممکنات کا مخزن ہے۔ زندگی کا بہتر بنانا ہے۔ جو کچھ ہے۔ وہ انسان میں فطرتاً پہلے ہی سے ودلیعت کیا ہُوا ہے۔ کہیں باہر سے کوئی چیز نہیں لانی ہے۔ اور نہ داخل کرنی ہے۔ صرف دل کی مخفی طاقتوں کا اُبھارنا منظور ہے۔ اور اس اُبھارنے ہی کی مشاقی کو سادھن۔ ابھیاس۔ اور عمل و شغل کہا جاتا ہے"۔

"لیکن اس اُبھار کے کام میں کئی باتیں ہیں۔ جو تیرے ذہن نشین کی جاتی ہیں۔ پہلی بات خیالی معراج ہے۔ جو دل میں پہلے سے داخل تو ہے۔ لیکن سمجھ

توجہ نہیں ہے۔ اِس وجہ سے کسی صاحبدل کی صحبت میں داخل ہونا اس طریقہ کی پہلی شرط ہے۔ تو میرے پاس آیا۔ ہمکلام ہوا۔ تونے مجھے اپنے سے بہتر تصور کیا۔ اور باتوں کے سلسلہ میں تجھے یہ ذہن نشین ہوگیا۔ کہ مَیں تجھ سے بہتر ہوں۔ اس طرح دل نے تسلیم کرنا ہی گورو کو دھارن کرنا ہے۔ جو معراج تمنا دل میں ہے۔ انسان اُس کی عملی صورت دیکھنے کا شایق رہتا ہے۔ تونے مجھے اپنے خیالی معراج کی عملی صورت کسی نہ کسی شکل میں دیکھ لی۔ اب تجھے دِل دیا۔ دل دینا متوجہ ہونا ہے۔ یہ کام تو تونے کر لیا۔ یا کم از کم اس کی ابتدا ہو گئی۔ لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ اب تو نے اگر مجھے اپنی معراج تمنا بنا لی ہے۔ تو مجھے خیالی طور پر اپنے دل میں جگہ دے۔ تاکہ خیالی معراج تیرے گوشت پوست دل دماغ۔ اور ظاہر باطن میں سرایت کر جائے۔ اور تو میرے جیسا ہو رہے۔ یہ مطلق ضرورت نہیں ہے۔ کہ تو مجھ جیسا اودھوت (رِند) بن جائے۔ صورت چاہے جیسی ہو۔ صرف حالت کو اپنے اندر پیدا کر لینا ہے۔ اور جب تجھے شانتی سلامتی سنتوشی۔ اور گیان کا کمال ہو جائے تا تو تو بالکل ہی مجھ جیسا ہو جائیگا۔ اور دُنیا میں رہتا ہوا دُنیا سے نرالا رہیگا اور سلطنت کرتا ہوا سلطنت کے تفکرات سے جو در اصل نفس کے خیالات ہیں آزاد رہیگا۔ صرف یہ مقصود ہے"۔

"اِس سادھن کے لئے صرف تین باتوں کی ضرورت ہے۔ اوّل معراج کا بار بار یاد کرنا۔ دوسرے یاد کرتے ہوئے اُس کے تصور میں محو رہنا تیسرے محویت پر غالب آکر اسے زندگی کا جُز بنا لینا۔ اور جب یہ تینوں مدارج طے ہو گئے۔ پھر تو اہل کمال ہو گیا۔ مجھ میں اور تجھ میں نام کے لئے بھی فرق نہیں رہا"۔

"جو شخص کسی خوبصورت انسان کی یاد کرتا رہتا ہے۔ وہ وقت پر اپنے خیالی جذبات کو حرکت دیکر خود خوبصورت ہو جاتا ہے۔ یہ بار بار یاد کرتے رہنے کی غرض ہے۔ جو تصور میں رہتا ہے۔ خوبصورتی خود خیالی شکل میں اُس کے

دل کے اندر جاگزین ہو جاتی ہے۔ اور جو خوبصورتی کے تصور میں محو ہو جاتا ہے۔ وہی شخص بدصورتی پر غالب آکر خوبصورتی کو اپنا رنگ روپ بنا لیتا ہے یہ مثال ہے"۔

"بار بار یاد کرتے رہنے سے دل چنچل نہیں ہوتا۔ اور تصور کے پختہ ہو جانے سے اُسے قیام اور قرار کا مرکز مل جاتا ہے۔ پھر اُسے ڈانواںڈول ہونے کا وہم نہیں رہتا۔ اور جب محویت آجاتی ہے۔ تب وہ باقرار۔ باسکون۔ اور با اطمینان ہو جاتا ہے ان تین عمل سے تین حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں"۔

"یاد کرنا ست یا ہستی کے خیال کو دل دینا ہے۔ تصور کرنا چت یا غور و فکر کی طاقت کو اُبھار کر اپنا محکوم بنا لینا ہے۔ اور محویت کا عمل آنند یا خوش ہونے کی کیفیت ہے۔ یہ تینوں باہم مل کر سچدانند کہلاتی ہیں"۔

"یہ تین عمل ثلاثہ کہلاتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ تین ہیں۔ لیکن اصل میں ایک ہیں۔ تم ہزار کوشش کرو۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ اب میں اس کی دوسری صورت دکھاتا ہوں۔ ست لوک یعنی دُنیا ہے۔ چت پرلوک یعنی عقبےٰ ہے۔ آنند رُوح یعنی لوک اور پرلوک کے پرے کی حالت ہے۔ اور شنو۔ ست سرشٹی ہے۔ چت استھتی اور آنند پرلے (یا۔ پرلے) ہے۔ پرلے صرف محویت کو کہتے ہیں۔ ان کی بدیہی صورتیں جاگرت۔ سُپن۔ اور سُوشُپتی ہیں۔ ست جاگرت یعنی بیداری ہے۔ چت سُپن یعنی خواب ہے۔ سُوشُپتی آنند محویت اور پرلے یعنی گہری نیند ہے"۔

"تم چونکہ اُتم ادھکاری یعنی اعلےٰ درجہ کے اہل ہو۔ اس لئے میں تمام مرحلے پہلے ہی سے تمہیں خاطر نشین کرا دیتا ہوں۔ اگر تم معمولی ادھکاری ہوتے۔ تو میں اس قدر تمہیں نہ سمجھاتا۔ یہ سچدانند۔ یہ سرشٹی۔ استھتی۔ اور پرلے۔ یہ جاگرت۔ سُپن۔ اور سُوشُپتی۔ اور یہ ذکر۔ تصور۔ اور محویت صرف ابتدائی مرحلے ہیں۔ انہیں میں مستغرق رہنے سے آنے جانے کا بھرم دُور نہ ہوگا۔ یہ سبب ہے

کہ میں نے تُم کو سچدانند تک کو وہم بتایا تھا۔ اُس کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ تُم بلند نظر بن کر سوچنے اور سمجھنے کے لئے مجبور اور مُستعد ہو۔ ان میں سے جو شخص کسی ایک میں غرقاب رہا۔ تو پھر وہ اصلیت اور حقیقت سے ہمکنار نہ ہوگا۔ حقیقت گو ہستی۔ سرور اور علم یعنی سچدانند سے باہر نہیں ہے۔ لیکن ہماری معراج تمنّا نہ ست اور ہستی ہے نہ علم اور چیت ہے۔ اور نہ آنند اور خوشی ہے۔ ہاں ہم فتحمند۔ فتح پسند۔ اور فتح دوست راجا کی طرح انہیں محکوم کر کے اپنا بنا لیتے ہیں۔ اور یہ ہم میں ہیں۔ ہم سے جُدا نہیں ہیں۔ لیکن حقیقی اثبات اور حقیقی ذات کی آخری منزل اب تک دُور ہے۔ جو شخص ان میں پھنسا رہیگا اُس میں کبھی نہ کبھی پھر اثبات کے خیال کے رہنے کی وجہ سے نفی کے جذبات کے اُبھار کا امکان رہیگا۔ اور اسی کو آواگون کا خطرہ کہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اثبات پسندی کو دل دے کر نفی کے جذبہ کو یکقلم مغلوب کردیا جائے۔ تاکہ اثبات ہی اثبات رہ جائے۔ پھر اس اثبات کو بھی القط کردیا جائے۔ اور اُس کا بھی وہم دل میں باقی نہ رہے۔ یہ اثبات مُطلق ہے لیکن اِسے اگر ہم یہ نام دیں گے۔ تو پھر گفتگو کے سلسلہ میں نفی مطلق کا وہم پیدا ہوجائے گا۔ اِس وجہ سے بغیر نام کی حالت کہی جاتی ہے۔ وہ انامی ہے اور زبان۔ اور دِل کی اُس تک رسائی نہیں ہے۔ یہی معراج ہے۔ یہی منزل مقصود ہے۔ یہی دُھرپد ہے۔ یہی سب کچھ ہے۔ اور اُس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے"۔

اِس کے بعد بھرت دو چار لمحوں کے لئے خاموش ہوگیا۔

رہوگن نے پھر ذکر۔ تصور۔ اور محویت کے طریقے سیکھے۔ لیکن وہ سینہ کا علم ہے۔ اور اُستادی اور شاگردی کے سلسلہ میں سینہ بہ سینہ چلا آیا ہے۔ نہ ہمیں اُس کے پردہ فاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ معمولی آدمیوں کو کتاب کی مدد سے یہ سبق پڑھایا جاتا ہے۔ جو لوگ حقیقی زندگی کے شایق ہیں

براہ راست گورو سے اُسے سیکھتے - اور سیکھ سکتے ہیں ۔

گورو کو اپنے اوپر مہربان پاکر رہوگن کا دل سے خوشی بھر گیا - اور اُس نے اس طرح اپنا احساس ظاہر کیا :-

بیگانہ جب نہیں کوئی اپنا کہیں کسے — بخشنے کا وہم جب نہیں تو بتا کہیں کسے
اے آسماں! زمیں ہے کب تو ہے تجھ سے الگ — اس احدیت کے بزم کا پردہ کہیں کسے
قطرہ حباب و موج کی ہستی میں کیا ہے فرق — حیران ہیں تلاطم دریا کہیں کسے
آئینہ میں جو عکس ہے وہ اصل ذات ہے — خواب اور خواب بیں کا تماشا کہیں کسے
نقطہ کے فرق رنگ کا نہیں وہم جب ہوا — پھر داغ عشق و نقش سویدا کہیں کسے
ہم تم ہو تم ہو ہم نہیں اس میں ہے شک ذرا — جب ہم نہیں بتاؤ کہ تم سا کہیں کسے

جب بزم مے میں نغمہ وحدت کا شور ہو
آواز ساز و قلقل مینا کہیں کسے

بھرت بھی خوش اور رہوگن بھی خوش ادھ فاصلوں کے درمیان ایک تحرک روح کا تماشا نظر آگیا - پھر دوبارہ گورو اور چیلے کی ہستی کا وہم کافور ہو گیا - بھرت نے زبان کھولی :-

دل ہوا آباد جس دم - خانہ ویرانی کہاں — تقویت حاصل ہوئی ہے اب پریشانی کہاں
محویت میں درد و غم کا جب نہیں کوسوں پتا — رنج کیوں ہونے لگا فکر تن آسانی کہاں
فرق علم و جہل کا تھا صرف دل کا وسوسہ — کیا ہے دانائی سے مطلب ہم میں نادانی کہاں
چور بن کر کب خدا کے گھر گیا شیطان بھی — حضرت ناصح اُسے ہو خبط دربانی کہاں

چاک داماں ہو کے گل خنداں ہوا ہے باغ میں
بیکلی سے جب کلی نکلی پریشانی کہاں

(۱۸)
گورو کا چیلے کو معرفت کی مراد اور مغز حقیقت سمجھانا

ہے شکر پارہ جگر - خون ہے دل کا پانی
دھرمیں عاشقوں کا آب ہے اور دانہ چُگا

بصیرت بولا:- اے رہوگن! اب اور ضروری باتوں کو ذہن نشین کرو - سادھنا صرف مقصد کا ذریعہ ہے - ذریعہ اور مقصد میں فرق ہوتا ہے - بین صرف دل کے راگ کے ظاہر کرنے کا آلہ ہے - وہ بطور خود راگ نہیں ہے - دوا صرف شفا کے جانب بیمار کے رجوع کرنے کا سامان ہے - ورنہ دوا شفا نہیں ہے - تعلیم طوائی کے ویسم کی طرف سے دانائی کی جانب توجہ پھیرنے کا طریقہ ہے - تعلیم دانائی نہیں ہے - کھانا پینا ہستی اور زندگی نہیں ہے - وہ زندگی کے خیال دلانے کا سامان ہے - کشتی اور اکھاڑے اور تمام آلات نشا ورزی طاقت نہیں ہیں - یہ جسم کے اندر چھپی ہوئی طاقتوں کے ابھارنے کے فرضی اسباب ہیں - صفات کے تعلقات ذات نہیں ہیں - بلکہ صفات کے سلسلہ میں ذات کی طرف طبیعت کا رُخ پھیرنا مقصود ہے - ایشور - برہمہ - وغیرہ اصطلاحات میں حقیقت نہیں ہے - ان سے صرف خیال کے رگ کو حرکت دی جاتی ہے - تو ذہن نشین کر لے - کہ راگ - صحت - دانائی - زندگی - طاقت - ذات - اور حقیقت تجھ میں ہے - تیرے سوا اور کسی میں نہیں ہے *

جس نے ان ہی سب کو سب کچھ سمجھ لیا ہے - اُس کا باطل وہم کبھی دور نہ ہوگا - اور نہ اُسے حقیقت کی سمجھ آئے گی - برہمہ کی ذات - ایشور کا گیان - اور ہر قسم کے طاقت اور حوصلہ کا سامان صرف تو ہے - یہ سب تجھ کو رو کی طرف سے صرف تیری ہی ذات پاک کے دیکھنے دکھانے کے لئے عطا کئے جاتے ہیں -

خبردار! اس بھرم میں نہ پڑنا۔ ورنہ گورو کی تعلیم کے حصول سے دور جا پڑو گے"۔

"تو ہے۔ اس لئے ایشور اور برہمہ بھی ہے۔ اگر تو نہ ہوتا۔ تو ایشور اور برہمہ کا پتا تک نہ ہوتا۔ جس طرح سورج کے اردگرد تمام چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوک۔ پرلوک۔ یہ دنیا اور عقبیٰ۔ یہ دیوی اور دیوتا۔ یہ ایشور اور برہمہ تیرے ہی سہارے رہتے ہیں۔ تو ان کے سہارے پر نہیں ہے دیکھ ان سب کا بیوہار تو کرتا ہے۔ یا یہ کرتے ہیں۔ تو انہیں سوچتا اور سمجھتا ہے یہ تجھے سوچتے اور سمجھتے ہیں؟ تو مرکز ہے۔ اور یہ سب چکر کھانے والے ساز و سامان تیرے اردگرد گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ تو سب کی ہستی ہے۔ تیری ہی ہستی سے ان کو بھی ہستی ملی ہے۔ اگر تو ہست نہ ہوتا۔ تو ایشور اور برہمہ کی ہستی کہاں ہوتی! تو سمندر ہے۔ جس کے اندر یہ سب پانی بوند۔ لہر اور طوفان کے جوش و خروش کے ساتھ موجود ہیں"۔

رگھوگن کا دل بھرت کی ان آخری باتوں سے متاثر ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔ "بھگون! کیا بیوہار کی نظر سے بھی یہ تعلیم مفید ہو گی؟"

بھرت ہنسا! "بیوہار اور پرمارتھ کا انحصار تجھ پر ہے۔ یا تو بیوہار اور پرمارتھ کے آسرے ہے؟ جب تو بیوہار کرتا ہے۔ اور پرمارتھ کماتا ہے۔ تب ہی تو بیوہار چلتا ہے۔ اور پرمارتھ قایم ہوتا ہے۔ یہ تو نظر نہیں آتا۔ کہ بیوہار تیرا بیوہار کرتا ہے یا پرمارتھ تیری آرتی میں لگا ہوا ہے۔ یہ تجھ سے چلتے ہیں۔ یا تو ان کے چلائے چلتا ہے؟ یہ سمجھنے بوجھنے کی باتیں ہیں۔ ہاں! ناوانوں کو یکبارگی یہ تعلیم نہیں دی جاتی۔ وہ ناقص توہمات۔ باطل خیالات۔ اور فاسد وسوسات سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں ابھی تک بلند نظری نہیں آئی۔ اس وجہ سے گیانی ان کو جلد نہیں چھیڑتے۔ ان کے ساتھ صبر کیا جاتا ہے۔ جب ان کی عقل اور دماغ میں وسعت آ جاتی ہے۔ تو ایشارات رہ کر دیا جاتا ہے۔ اور تفسیر مراد کے سمجھ لینے سے وہ آپ حقیقت کو پہچان جاتے ہیں۔ اگر پہلے ہی کہہ دیا جائے۔ تو یہ نادان بالکل چونکنے لگ جاتے ہیں۔ اور

اِن کا بھرم بڑھ جاتا ہے۔ یہ گیانیوں کے خاموش رہنے کا سبب ہے۔

رگھوگن نے نہایت تعظیم کی نظر سے بھرت کو دیکھا۔ اور اُس نے اُس کی شکل میں حقیقت اور صداقت۔ اصلیت اور ذاتیت کے چمکتے ہوئے جلال والے دیوتا کا درشن کیا۔

بھرت بولا "اے چیلے! شراب پینے والوں کو پتہ نہیں ہوتا۔ کہ اصلی نشہ اُن کے اندر ہی ہوتا ہے۔ وہ شراب سے نہیں آتا۔ اگر شراب میں نشہ ہوتا تو شراب کے عادی اُس کی مقدار معینہ میں اضافہ نہ کرتے رہتے۔ کتاب پڑھنے والے نادانوں کو یہ سچائی نہیں معلوم ہے۔ کہ اصلی علم کا مخزن اُن کے اندر ہے ورنہ وہ کتاب پر کتاب پڑھنے کے شیدائی اور سودائی نہ بنتے۔ شراب نشہ کا خیال دلاتا ہے۔ کتاب حقیقت کی جانب اشارہ کرنے کی چیز ہے۔ اور انسان ہی نے انہیں اپنی جدت سے یہ وصف بخشا ہے۔ جو شخص شراب بناتا ہے۔ وہ شراب اور شراب کے نشہ کا پیدا کرنے والا ہے۔ شراب اُس سے پیدا ہوئی۔ شراب نے اُسے نہیں بنایا۔ جو شخص کتاب لکھتا ہے۔ وہ کتاب اور کتاب کے علم کو اپنے اندر سے نکالتا ہے۔ کسی کتاب نے آج تک کسی انسان کو نہیں بنایا۔ ہر ذی عقل انسان اِسے بہ آسانی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ تو اِس بات کو سُن! اسی طرح مجھ ہی سے ایشور اور برہم۔ لوک پرلوک۔ اور بیوہار اور پرمارتھ کا علم نکلا ہے۔ تو اِس ایک بات کو خوب ذہن نشین کرلے۔ تاکہ بھرم اور مغالطہ کا امکان نہ ہو۔"

رگھوگن نے پوچھا "جب یہ حالت ہے۔ تو پھر سادھنا کی ضرورت کہاں باقی رہی؟"

بھرت مسکرایا "ضرورت کا سوال محتاج کے لئے ہے۔ جہاں محتاجی نہیں ہے۔ وہاں ضرورت کیسی؟ جب تک ذرا بھی انسان کے اندر کمی کا وہم ہو تب تک وہ سادھنا کو نہ ترک کرے۔ وہ صرف ذریعہ محض ہے۔ جو اُس کا اُس وقت تک سوچنے اور سمجھنے کا مددگار رہیگا۔ جب تک کمی کے پوری ہو جانے کا خیال نہ ہو۔

ورنہ اُس کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ جب آدمی سیر ہو جاتا ہے تب رُوٹی نہیں پکاتا۔ روٹی کا پکانا تو بھُوک کے وہم کی وجہ سے ہے۔ بھُوک گئی۔ اور ساتھ ہی روٹی کا خیال بھی کالعدم ہو گیا۔ گیانی کے لئے کتاب کے مطالعہ کی احتیاج کب ہے۔ دھیانی کو تب ہی تک تو دھیان کے مرحلوں سے گذرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک اُس نے دھیان کے مقصد کو حاصل نہیں کیا ہے۔ یوگی تب ہی تک تو جوگ کا سادھن کرتا ہے۔ جب تک اُسے یوگ یعنی وصال کی کیفیت سے آشنائی نہیں ہوتی۔ جب یوگ یعنی وصال ہو گیا تب وہ کیوں یوگ کا سادھن کرنے لگا۔ اور اگر اب بھی وہ سادھن میں لگا ہے۔ تو وہ بڑی سودائی ہے۔ اور ابھی تک اُسے وصال یا یوگ کا لُطف نہیں ملا ہے۔ یہ میں تجھے صحیح اور سچی سچی باتیں کہہ رہا ہوں۔

رہوگن خموشی اور سکوت کے ساتھ بھرت کی تعلیم کی رُوح کو جذب کرتا رہا اور اُس کی صُورت سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گُورو کا کلام خود بخود اُس کے اندر داخل ہوتا جا رہا ہے۔ اور اُس کے جیون کا سُدھار ہو رہا ہے۔

رہوگن بولا: "بھگوان! آپ دھنیہ (مبارک) ہیں۔ آپ جیسا گُورو دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ کیسی آسانی سے آپ حقیقت کو ذہن نشین کرتے اور کراتے ہیں"۔

بھرت ہنسا: "اے رہوگن! تُو دھنیہ (مبارک) ہے۔ تجھ جیسا چیلا دُنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ تُو کیسی آسانی سے خود بخود حقیقت کی مُراد کو اپنے ذہن نشین کرتا اور کراتا ہے۔

کیا اچھی گفتگو ہے۔ یہ تو وہی بات ہُوئی: "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو"۔ یعنی میں تیری تعریف کروں۔ اور تو میری تعریف کے پُل باندھا کرے۔ اور بات سچی ہے۔ چیلا گُورو کا آئینہ ہے۔ اور گُورو چیلے کا آئینہ ہے۔ وہ اُس کی صُورت میں اپنا رُوپ دیکھتا ہے۔ اور یہ اُس کے رُوپ میں اپنی صُورت دیکھتا ہے۔

وحدت کا سبق اسی طرح پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ اور اسی تعلیم کے سلسلہ میں سچا جیون سُدھار ہوتا ہے۔ اگر ایسی کیفیت نہ ہو۔ تو پھر کیسا گورُو اور کیسا چیلا! پھر تو سخت مباحثہ اور گروہ مجادلہ اور مناظرہ کی نوبت آئے گی۔ جس کا نتیجہ کچھ بھی نہ ہوگا!

رگھوگن نے کہا:۔ "آپ دھنیہ ہیں۔ یہی سبق اگر اور کوئی گورُو پڑھاتا۔ تو دُنیا اُسے ناستک۔ ملحد۔ اور دہریہ کہتی۔ اور لوگ کھٹکتے رہتے۔ لیکن آپ پرم آستک (سچے اثبات پسند) ہو۔ مَیں نے آپ سے بہتر رُوحانی مُعلم کہیں بھی نہیں دیکھا"۔

بھرت بولا:۔ "تو دھنیہ ہے۔ یہی سبق اگر اور کوئی چیلا پڑھتا۔ تو دُنیا اُسے ناستک۔ ملحد۔ اور دہریہ کہتی۔ اور لوگ کھٹکتے رہتے۔ لیکن تو پرم آستک (سچا اثبات پسند) ہے۔ مَیں نے تجھ سے بہتر رُوحانی سبق پڑھنے والا شاگرد کہیں بھی نہیں دیکھا"۔

اب رگھوگن بھی اپنی باری پر مُسکرایا۔ ابھی تک اُس کے لبوں پر کبھی ہنسی نہیں آئی تھی۔ بھرت تو بار بار ہنستا ہی رہا تھا۔ لیکن وہ پہلے نہیں ہنسا تھا۔ گورُو کی تعلیم کو غور سے سُنتا ہی رہا تھا۔ لیکن اب حالت بدل گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیونکہ مہربان گورُو نے چیلے کو آپ جیسا بنا لیا۔

جیسا گورُو ویسا ہی چیلا ۔ دونوں کا ہے رُوپ سوہیلا
سانچ کا سانچ سے ہوگیا میلا ۔ یہ کھیلا وہ بھی کھل کھیلا
بات بات میں سمجھ جو آئی ۔ دل سے گئی دل کی دُودھائی
جب اگیان کی مٹی بُرائی ۔ آپ ہی پرگٹی آپ بھلائی
اب نہیں بھرم کا نام نشان ۔ سانچ کو پکڑا سانچا جان
ایک شکل کے دو انسان ۔ دونوں ہی ہیں چتر سوجان
بھید بھاؤ جب من سے گیا ۔ چیلا گورُو جیسا تب بھیا
ایسا گورُو تمہیں مل جائے ۔ پل میں من کا بھرم نسائے

رادھا سوامی بھگتی دیجے - پار بھو سے کیجے
نج دیا سے اپنا کرکے - تار مجھ کو لیجے

گُرو ڈنڈوت کرکے رہوگن - بھرت کا حکم پاکر پر سوار ہُوا - اور جدھر اُسے جانا تھا - اُس طرف چلا گیا - اور بھرت اُسی جنگل میں مست ہاتھی کی طرح وچرتا رہا ✤

یہاں تک تو گورو اور چیلے کی داستان کا بیان پُران میں آیا ہے - اس سے زیادہ اور حالات نہیں قلمبند کئے گئے - اور مَیں بھی صرف اسی قدر سُنانا کافی سمجھتا ہُوں ✤

گورو آشیرباد دیں - کہ جو شخص اس کتھا کو اعتقاد اور وشواس کے ساتھ شروع سے آخر تک پڑھے جیون سُدھار کا مضمون اُس کی سمجھ میں آجائے اور وہ لوک پرلوک دونوں کو بناتا ہُوا پرم پد کا ادھکاری ہو - جو ہم سب کی زندگی کا منزل مقصود ہے ✤

رادھا سوامی ! رادھا سوامی دیال کی دیا !! رادھا سوامی سہائے !!!

ختم ہُوا - جیون سُدھار

دل کے دلی جذبات

مخزنِ مستی لاثانی ہے میخانۂ دل — بیش قیمت ہے مری نظروں میں پیمانۂ دل
دل کی وسعت کا پتہ ملتا نہیں دُنیا کو — خود خدائی ہوئی دیباچۂ افسانۂ دل
دل میں آ۔ دل سے لگا [illegible] — حب پیارے تجھے میرا یہ دیوانۂ دل
کبھی جنت کی نسیم آئی تو دوزخ کا سموم — ہر گھڑی رہتا ہے حرکت میں [illegible] دل
اس کے اندر [illegible] ہیں اللہ رے دل — [illegible] ہے بلاشبہ جو کاشانۂ دل

نکتے

(۱)۔ بلا غور و فکر۔ اور بغیر گیان ابھیاس کے ذات اور رُوپ کا سمجھنا سخت مُشکل ہے +

(۲)۔ جو نظر نہیں آتا۔ جس کی صُورت نظر نہیں آتی ۔ جو صُورت والا نہیں ہے۔ اُس کا دھیان مُشکل بلکہ غیر مُمکن ہے +

(۳)۔ کہنے کے لئے جو چاہے وہ کہہ لیا جائے ۔ کوئی کسی کی زبان نہیں روک سکتا۔ لیکن اس سنسکرت کے شلوک میں سچائی کو نہایت صفائی کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے "سادھکانام ہتارتھائے برہمہ رُوپ کلپنا " یعنی "سادھک اور شاغلوں کے حوصلہ بڑھانے کیلئے ہی برہمہ میں شکل و صُورت فرض کر لی گئی ہے" +

(۴)۔ رام نے وشِشٹ سے پُوچھا۔ کہ "اگر برہمہ آنند ہی ہے تو یہ جگت دُکھ رُوپ کیوں بھاستا ہے۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے " وشِشٹ نے دلیلیں تو بہت دیں۔ لیکن برہمہ کا آنند رُوپ ہونا رام کے ذہن نشین نہ کر سکے +

(۵)۔ برہمہ اگر ہے۔ تو وہ صرف "تتّو ماتر" ہے۔ یعنی "جوہر محض" ہے۔ اس سے زیادہ کہنا بھرم میں پڑنا ہے۔ اور بس اتنا ہی کہنا کافی ہے +

(۶)۔ "اگیان" یا "جہالت" اپنی ہستی نہیں رکھتی۔ گیان کے نہ ہونے کا نام "اگیان" اور علم کی معدومیت "جہل" ہے۔ اور جو شخص پہلے ہی سے معدوم ہو۔ اُس کا نام ہی کیوں رکھا گیا ہے؟ اور اس نفی کے ذاہمہ کی ضرورت ہی کیا تھی؟

(۷)۔ "پیدا کرنا" اور چیز ہے۔ اور "ظاہر ہونا" دوسری بات ہے۔ یہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ۔ اور نہ کوئی پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ پیدا کیا جاتا ہے۔ باپ بیٹے کو پیدا نہیں کرتا۔ اور نہ دُودھ بالائی کو پیدا کرتی ہے۔ بلکہ باپ سے بیٹا ظاہر ہوتا

ہے - اور دودھ ہی کی ایک اظہار حالت کا نام 'بالائی' ہے - اسی طرح یہ جگت یا 'عالم' پیدا نہیں ہوا - بلکہ یہ ظاہر ہوا ہے - اس کو سمجھ لو - اور 'خالق' 'خلقت' اور 'مخلوق' کا وہم کالعدم ہو جائے گا - کالعدم تو وہ اب بھی ہے - لوگوں نے غلطی اور غلط فہمی میں پڑ کر کچھ کا کچھ سمجھ رکھا ہے - اور اسی کو بھرم کہتے ہیں - یہاں تو کسی طاقت نے ایک چیونٹی تک کو نہیں پیدا کیا - اور کا تو کہنا ہی کیا ہے +

(۸) - جہاز بن جاتا ہے - پیدا نہیں کیا جاتا - درخت میں بیج اور پھل پھول کے ظاہر کرنے کا قدرتی مادہ ہے - کوئی درخت بیج پھل - پھول پیدا نہیں کرتا - صرف یہ بات ہے - جب ہمارے باپ تک نے ہم کو پیدا نہیں کیا - تو سب کا کوئی پیدا کرنے والا کہاں ہوگا ؟ پھول سے عطر نکالا جاتا ہے - پیدا نہیں کیا جاتا - آم سے مربع بنایا جاتا ہے - پیدا نہیں کیا جاتا - اگر اس 'ظہور' کی اصطلاح کو آدمی سمجھ لے - تو سچائی سمجھ میں آ جائے - اسی ظہور کو "پرگٹ" ہونا کہتے ہیں - اور بس +

(۹) - لوگ اعتراض کرتے ہیں - کہ اگر 'برہمہ' میں 'بھرم' نہیں تھا - تو وہ آیا کہاں سے ؟ ہم تو بھرم کی ہستی ہی کے قایل نہیں ہیں - بھرم 'نفی محض' ہے - اور جو شے نفی ہو - وہ رد کہاں سکتی ہے ؟ مشکل یہ ہے - کہ سو میں بمشکل ایک آدمی ملیگا - جو 'برہمہ' کی سمجھ رکھتا ہے - بھرم کی سمجھ تو سب کو ہے - لیکن برہمہ کی سمجھ کا بھی نہیں ہے - بار بار ہم کہتے رہتے ہیں - کہ 'برہمہ' صرف 'تتو' اور جوہر ہے - اور 'تتو' اور ... کو نہ 'یہ' کہہ سکتے ہیں نہ 'وہ' کہہ سکتے ہیں - اور گیان اور بھرم دونوں ہی اس کے سہارے ... ہیں - وہ نہ 'یہ' ہے نہ 'وہ' ہے - اس سے زیادہ کہنا لاحاصل ہے " اگر در خانہ کس است - حرفے بس است " +

(۱۰) - 'قید' اور 'نجات' 'بندھن' اور 'موکش' 'غلامی' اور 'آزادی' بعد ... قبیح الفاظ ہیں - نہ کسی کو کسی نے مقید کر رکھا ہے - اور نہ آزاد کر سکتا ہے - نہ

کسی نے کسی کو باندھ رکھا ہے۔ اور نہ کوئی کسی کو چھوڑاتا ہے۔ نہ کسی نے کسی کو غلام بنایا ہے۔ اور نہ آزادی دلاتا ہے۔ یہ سب دل کے وسوسات ہیں۔ سنسکرت کا مقولہ ہے "من۔ ایو۔ منشیانان۔ کارنم بندھ۔ موکش یو" یعنی بندھ اور موکش۔ قید و نجات۔ غلامی اور آزادی کا باعث صرف انسان کا دل ہے۔ دل کے تعلق کو قید اور دل کی بے تعلقی کو نجات کہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے +

(۱۱)۔ موت نہ خوفناک کیفیت ہے نہ خطرہ کی حالت ہے مرتا ہوا آدمی کسی قسم کی تکلیف نہیں محسوس کرتا۔ ہاں مرتے ہوئے کو دیکھ کر دیکھنے والا بیشک اپنی غلطی سے اُسے تکلیف میں سمجھتا ہے۔ بلکہ سچی بات تو یوں ہے۔ کہ زندگی خواب ہے۔ اور موت بیداری ہے۔ جو مرا جاگ اُٹھا۔ اور جو جیا سپنے دیکھتا ہے۔ جاگنے میں خوشی ہے۔ تکلیف نہیں ہے +

(۱۲)۔ میرے ست سنگیوں میں سے کوئی کوئی آدمی دل کے پیچتاب اور اضطراب کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ تو دُکھی ہوتے ہیں۔ لیکن میں سُکھی ہوتا ہوں وجہ یہ ہے۔ کہ یہ اضطراب کسی بہتر آنے والی حالت کا پیش خیمہ ہے۔ اضطراب اور کچھ نہیں ہے۔ صرف "کُرید" کا نام ہے۔ جب پھوڑا اچھا ہونے لگتا ہے تو خارش یا کھجلی پیدا ہوتی ہے۔ اُسے کھجاؤ نہیں۔ نہ اُسے چھیڑو۔ اور وہ آسانی سے اچھا ہو جائے گا۔ اسی طرح دل کی اس "کُرید" کی شکایت نہ کرو اور نہ اُس کے روکنے کی فکر کرو۔ ذرا صبر کرو۔ اور اُسی کے اندر سے خوشی کی حالت کا ظہور ہو گا +

(۱۳)۔ جسم کیا ہے؟ ذرات۔ خون۔ گوشت۔ ہڈیوں۔ اور رگ و ریشوں کی ترکیب کی مجموعی حالت ہے۔ یہ بطور خود مفرد نہیں ہے۔ اور اس لئے جب یہ ترکیب سے بنا ہے۔ تو ترکیب سے بگڑیگا بھی۔ اس کے لئے رونا دھونا کیسا؟ مرکب چیز کو تو بگڑنا ہی ہے۔ رتھ بطور خود مفرد نہیں بلکہ مرکب چیز ہے۔ جو لکڑی۔

لوہا۔ سوت۔ کپاس۔ وغیرہ کی بالاشتراک شمولیت سے پرگٹ ہوا ہے۔ ایسی چیز ایک حالت پر رہ کیسے سکتی ہے؟ جس طرح مکان اینٹ۔ مٹی۔ چونا۔ گارہ لکڑی۔ پتھر۔ لوہا۔ شیشہ سے بنا ہے ویسے ہی ہمارا تمہارا جسم بھی ہے۔ اِدھر تم نے مکان بنوایا۔ اُدھر وہ ٹوٹنے پھوٹنے لگا۔ اب مرمت کراؤ۔ لیکن مرمت کا کام بھی صرف کسی حد تک ہوتا ہے۔ ہمیشہ کس کا مکان قایم رہا ہے۔ اِسی طرح یہ جسم بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ اِسے سوچو۔ اور تم کو شانتی ملیگی ✦

(۱۴)۔ جسم دن میں سو سو حالتیں بدلتا ہے۔ اور بدلنے والی چیز کا اعتبار کیا ہے؟ دل بھی ہر وقت بدلتا ہی رہتا ہے۔ یہ بھی اعتبار کی چیز نہیں ہے۔ جیسے جسم اجزاء پریشاں کا مجموعہ ہے۔ اُسی طرح دل بھی اجزائے پریشاں کا مجموعہ ہے۔ وہ کثیف ہے۔ اور یہ لطیف ہے۔ جیسے جسم سے کام لیتے ہو ویسے ہی دل سے بھی کام لینا سیکھو۔ اور بس۔ اُس کے ہو کر نہ رہو۔ ورنہ وہ دُکھی کرے گا۔ جسم پرست کا جسم اُس کے لئے عذاب ہوتا ہے۔ ویسے ہی دل پرست کا دل بھی دل پرست کے لئے مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح کبھی کبھی جسم کی طرف سے غافل ہو جاتے ہو۔ ویسے ہی دل کی طرف سے بھی کبھی کبھی غافل ہو جایا کرو۔ اور تم بازی مار لوگے ✦

(۱۵)۔ میرے ایک آدھ دوست سنگی اکثر کہا کرتے ہیں۔ کہ "میں گورومت یعنی گورو کا معتقد تو ہوں۔ لیکن من دُکھی کیا کرتا ہے" میں اُن کی حالت سمجھ جاتا ہوں۔ یہ ابھی تک ذرا بھی گورومت نہیں ہوئے۔ یہ من مت ہیں۔ اگر گورو کا بھاو ہوتا۔ تو اُن کا من اُنہیں دُکھی کب کرنے لگا تھا؟ یہ اب تک زور کے ساتھ من کے گھاٹ پر بیٹھے ہیں۔ گورو گھاٹ کی تو اُن کو خبر نہیں ہے ✦

(۱۶)۔ گورو کیا ہے؟ صرف "ستور" جوہر "ذات" "ادھشٹان" "دار علیہ" اور حقیقت کا نام گورو ہے۔ جو جسم۔ دل۔ اور روح سے پرے کی حالت ہے۔ جسے ہم حالت بھی نہیں کہہ سکتے۔ جو "گورو" ہے۔ وہی "برہمہ" ہے۔ گورو کے سوا

اور برہمہ کیا ہوگا! لیکن دُنیا گوشت پوست کے لوتھڑے کو گورو مان رہی ہے اس وجہ سے بھرم میں پڑی ہے - چند روز کے ست سنگ میں یہہ بھرم جاتا رہے گا +

(۱۷)- مذہب سب سے زیادہ بھرمانے والا - اور قید و بند میں لانے والا ہے - اور سب سے تو جلد چھٹکارا مل جاتا ہے - لیکن یہہ موذی ایسی سخت بدبلا ہے - کہ مرے پیچھے بھی ساتھ نہیں چھوڑتا - میں اپنے ست سنگ میں اُن کو جگہہ دیتا ہوں - جو مذہب کی اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں - ورنہ عام آدمیوں کو تو میں اور جگہہ بھیجدیا کرتا ہوں - تاکہ وہاں اُن کی گھڑت ہوتی رہے - اور تجربہ کے بعد وہ پھر میرے پاس آکر ست سنگ کا لطف اُٹھائیں +

(۱۸)- تم پوچھو گے "کیا آپ با مذہب نہیں ہیں"؟ میں جواب دوں گا۔ "میں با مذہب تو ہوں - لیکن مذہب کی حیثیت سمجھتا ہوں - میں جسم رکھتا ہوں لیکن جسم کا مجھے علم ہے - میں دل والا ہوں - لیکن دل کی حقیقت سے واقف ہوں - میں جسم رکھتا ہُوا بے جسم - دل رکھتا ہُوا بے دل - اور مذہب رکھتا ہُوا لا مذہب ہوں - اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو - تو میری صحبت میں آؤ - اور اگر بے جسمی - بے دلی - اور لا مذہبی کے نام سے خوف کرتے ہو - تو بھول کر بھی میرے ساتھ تعلق نہ پیدا کرو - میرا طریق آزادانہ ہے - اور میں آزادی مکتی - اور نجات کا ہادی ہوں - اور مذہب کے بھی قید دینے کا یہ طرز احسن توڑا نیوالا ہے - مجھی کو سمجھنے والے بندی چھوڑ کہتے ہیں - اگر مذہب کی غلامی میں رہنے کی خواہش ہے - تو چلو ہوا کھاؤ - آزادوں کی صحبت سے تم کو کیا واسطہ ہے؟ آزاد کا نام "سنت" اور "پرم سنت" اور "سنت ستگورو" ہے +

(۱۹)- میں مکتی - آزادی - اور "نجات" کا ہادی تو ضرور ہوں - لیکن اس آزادی کے خیال کو بھی میں اہمیت نہیں دیتا ہوں - یہہ آزادی کا خیال بھی غلامی کی زنجیر ہے - اس پر بھی غالب آنے کی تعلیم میرے یہاں ہے - میں کیا کہتا ہوں -

اُسے بھی سُن لو:۔

یک جنم گورو بھگتی کر۔ جنم دوسرے نام
جنم تیسرے مُکتی پد۔ چوتھے میں نج دھام

جنم کی مُراد میرے بیان اسی زندگی کے میعاد مقرّرہ اور معہودہ وقت کا نام ہے
مَیں آواگون کے وہمی خبط میں بھی کسی کو نہیں ڈالتا ؞

مَیں اور کیا کہتا ہُوں اُسے بھی سُنو:۔

"ناصحا! غافل نیم دارم کُلاہ چار ترک
ترک دُنیا۔ ترک عقبےٰ۔ ترک مولےٰ۔ ترک ترک

مطلب خیز ترجمہ:۔

جو چاہو تُم سُوگتی سُوبھاگ
مجھ سے مِل کر تیاگو راگ

لوک پرلوک۔ ایش کا بھاو
تیاگو تیاگ کا سیکھو داو

تیاگ کا تیاگ کروگے جب تُم
تب پاؤ گے بھید انوپم

جو نہیں اپنی سمجھ کا بھاؤ
میرے سنت سنگ کبھی نہ آؤ

جب لگ ورتی اُنچ نہ ہووے
میرا بھید نہ پاوے کووے

بھرم بھید میں مَیں نہیں آؤں
بھید واد کی جڑ کٹواؤں

جڑ کٹائے دُوں پرمانند
سہج ہی کاٹوں جم کا پھند

میرے یہاں نہیں پاکھنڈ
یہاں تو رہے ساچ پرچنڈ
ساچے کو نہیں کوئی پتیائے
جھوٹے سنگ رل دھوکا کھائے
یہ دھوکا سمجھو سنسار
یا مَیں بھرم کا بھرا وِکار
دھوکا لوک پرلوک ہے دھوکا
یہ نہیں جائے جو جیت نہ ہوکا
اَبودھ کو کیا سمجھاؤں
اُس کا تو نہیں ٹھور نہ ٹھاؤں

(۲۰) - فقیر چند (بغدادی) مجھے اکثر لکھا کرتا ہے "آپ سچی بات کہتے ہو باون تولہ پاؤ رتی! لیکن وہ معمولی آدمی کی سمجھ سے باہر ہے۔ اسے پردہ میں رکھ کر کہنے سے اچھا ہوگا۔" مَیں جواب دیتا ہوں "مَیں کسی کا مُقلّد نہیں ہوں۔ اگر اور لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ تو مَیں کیوں جھوٹ بولوں۔ قدرت نے مجھے جس قسم کی شخصیت عطا کی ہے۔ چاہے کوئی پسند کرے یا نہ کرے۔ مَیں یہ غرض تو نہیں رکھتا کہ لوگ میرے پاس کثرت سے آئیں۔ اور مجھے بھینٹ دیا کریں میں محتاج نہیں ہوں۔ جو کسی کا دست نگر ہیں۔ جو محتاج ہیں وہ اوروں کو محتاج بناتے ہیں۔ جو غلام ہیں وہ غلامی سکھاتے ہیں۔ میرے ذمّے سچائی کے پرگٹ کرنے کا کام لگایا گیا ہے۔ اس لئے مَیں جیسا ہوں ویسا کرتا۔ کہتا رہتا ہوں۔ کوئی مانے تو واہ وا نہ مانے تو واہ وا!

سادھو ایسا چاہیئے۔ سانچی کہے بناے
کے ٹوٹے کے وہ جڑے۔ بن کہے بھرم نہ جاے

(۲۱) - ایک نے کسی سے پوچھا۔ "ایک اور ایک کتنے ہوتے ہیں؟" اس نے کہا

ایک دوسرا شخص جو وہاں بیٹھا تھا۔ بول اُٹھا۔ ایک ایک دو ہوتے ہیں!۔ ان جواب دینے والوں میں سے کون صحیح تھا۔ اور کون غلط تھا؟ ظاہرا جو ایک اور ایک کو دو بتاتا ہے وہ سچا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطنی طور پر وہ سچا ہے۔ جو ایک اور ایک کو ایک ہی بتاتا ہے۔ دونوں کی اپنی اپنی نگاہ ہے +

ہزاروں غلّہ کے دانوں کو ایک ایک کر کے کسی جگہ رکھنا شروع کرو۔ کثرت پسند تو انھیں ہزاروں ہی کی تعداد میں دیکھیگا۔ لیکن وحدت پسند کو صرف ایک 'کھلیان' ہی نظر آئیگا +

مرد اور عورت ایک ایک ہیں۔ جب دونوں ملتے ہیں۔ تو مِل کر ایک ہی شخصیت بنتی ہے +

برہم اور مایا کہنے کے لئے دو ہیں۔ لیکن اُن کی حیثیت ویسی ہی ہے۔ جیسے طاقت اور طاقت والے کی ہے۔ طاقت طاقت والے سے جُدا کب ہے! اور طاقت والے سے طاقت کو کس نے جُدا کیا ہے!

پانی اور پانی کی رطوبت صرف کہنے کے لئے ہی دو مختلف حالتیں ہیں اصل میں جو پانی ہے۔ وہی اُس کی نمی یا رطوبت ہے۔ آگ اور آگ کی حرارت اگر ایک نہیں ہیں۔ تو دو کیسے ہیں؟ لیکن انسان کا دل اُن کے درمیان تمیزی فرق کی تنات قایم ہی کر دیتا ہے۔ تاہم یہ صرف فرضی اور وہمی باتیں ہیں!

جہاں فرض اور وہم کی گنجایش ہوتی ہے۔ وہاں ہی دو صُورتوں میں اس وہم کا اظہار ہوتا ہے۔ لوگ ایک کو ذات دوسری کو صفات کا نام دیتے ہیں +

ذات میں ذاتیت ہے۔ ذات ذات ہے۔ اور ذاتیت اُس کی صفت ہے اور یہ صفت بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ جاتی ہے۔ تب اس بڑھنے والے سلسلہ کا نام 'صفات' پڑ جاتا ہے۔ لیکن کیا اصل میں ذاتیت سے ذات اور ذات سے ذاتیت جُدا کبھی ہوئی ہے؟ ذات میں ذاتیت کی صفت پیدا کر کے قایم کرنا اگر فرض اور خیال نہیں ہے تو کیا ہے؟

انسان میں انسانیت ہے۔ اور انسانیت میں انسان ہے۔ حق میں حقیقت ہے۔ اور حقیقت میں حق ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں لیکن جس وقت عقلی وہم انسان سے انسانیت کو جدا کر دیتا ہے۔ تو انسانیت کے وہم کا سلسلہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس میں علم۔ صبر۔ استقلال۔ نیکی۔ خوش گوئی۔ خوش فہمی۔ خوش خوئی وغیرہ کی ہزاروں صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اُنکی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ کہ اُن کا شمار حدِ امکان سے باہر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ان سب کو اکٹھا کر لو تو پھر یہ سب کے سب ایک لفظ 'انسانیت' میں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب انسانیت سے نظر اونچی کر کے انسان کا نظارہ دیکھا جاتا ہے تو پھر انسانیت کا وہم انسان میں آکر گم ہو جاتا ہے۔ اور سوا اس ایک 'انسان' کے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ صفات ذات میں آکر معدوم معلوم ہونے لگتی ہیں +

لیکن یہاں بھی دقت ہے۔ جب تک 'انسان' تک کا وہم کسی کے دل میں ہے تب تک انسانیت کا وہم بھی موجود رہیگا۔ کیونکہ یہ لفظ بھی 'فرضی' 'خیالی' اور 'وہمی' ہے۔ اس وہم کے دُور ہوئے بغیر وحدت کی سمجھ آنی مشکل ہے +

جو حق ہے وہی حقیقت ہے۔ اور جو حقیقت ہے وہی حق ہے۔ اس نکتہ کے سمجھ لینے سے خود بخود ذات اور صفات کا وہم جاتا رہتا ہے۔ اور پھر کہنے سننے کی مطلق ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی 'عرفان' 'گیان' 'سلوک' 'پنتھ' 'بھگتی' اور 'پریم' کا منزل مقصود ہے۔ منزل مقصود کی رسائی حاصل کر لینے پر بھی نہ ذات کا وہم رہتا ہے۔ اور نہ صفات کا +

دُنیا میں سب کے سر پر 'صفات' کے وہم کا بھوت سوار ہے۔ وہ اس وجہ سے کہ پہلے 'ذات' کا وہم دل سے پیدا ہوا تھا۔ اور ذات کے وہم نے 'ذاتیت' کے صفاتی وہم کو پیدا کیا تھا۔ وہ بیج تھا۔ اور یہ شاخ۔ ٹہنی۔ پتے۔ پھول۔ اور پھل کی صورت میں خود بخود نمایاں ہو گیا۔ ان سب کا نمایاں ہونا معمولی بات ہے۔ ایک سے خود بخود 'انیک' پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک نہ ہو۔ تو انیک بھی کبھی نہ پیدا ہو۔ اس نظر سے جو ایک ہے

وہی ایک ہے۔ جو کثرت ہے وہی وحدت ہے۔ وحدت اور کثرت میں نام کے لئے بھی فرق نہیں ہے۔ فرق صرف وہم میں ہے۔ اور وہم کی ہستی نہیں ہے۔ اس کی اگر ہستی مانی بھی جائے۔ تو چونکہ وہ وہم ہی ہے۔ اس لئے اُس کا پتہ صرف انسان کے دل میں ملیگا۔ اور وہی دل مریض کہلاتا ہے۔ مریض کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے وہ جو کچھ کہتا ہے۔ سچائی سے دُور رہکر کہتا ہے۔ اور اُس کی بات کی طرف دھیان دینا حکیم کا فرض نہیں ہے۔ حکیم تو صرف علاج کی تدبیر سے تعلق رکھتا ہے۔ تاکہ کسی طرح مرض دُور ہو جائے۔ بیماری کے جاتے رہنے سے صحیح الجسم آدمی جس وقت صحیح الحواس۔ صحیح العقل۔ اور صحیح الصحت ہو جائیگا۔ پھر اسے زیادہ سمجھانے بجھانے کی بھی چنداں ضرورت در پیش نہ ہوگی۔ "سلوک" "منتہی"۔ اور "طریقت" کا اہتمام اسی غرض سے مدنظر رکھا گیا ہے +

مریض اپنا علاج اگر حکیم سے نہیں کراتا۔ اور نہ اُس کی ہدایتوں کا کاربند ہوتا ہے۔ پھر سوا اُس کے کہ مرض بڑھتا جائے اور ہو کیا سکتا ہے!

لوگوں نے اس کثرت پسندی کا علاج وحدت پسندی کو سمجھا ہے۔ اور بات بھی ٹھکانے کی ہے۔ حالانکہ یہ وحدت پسندی بھی وہم محض ہے۔ تاہم بہتر ہے۔ لیکن فلسفہ۔ یا عقلی تراش و خراش کا سامان سدِ راہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اور بھی اس مضمون کو پیچدار بنا دیتا ہے۔ پھر گتھی اگر سلجھے بھی تو کیسے سلجھے! اُسے تو اور اُلجھا کر پریشان کرنا اور پریشان ہونا ہے +

فلسفہ نے جس قدر وہم اور توہمات پیدا کئے ہیں اور کسی نے بھی نہیں پیدا کئے۔ فلسفہ کا تعلق مادی عقل۔ فاسد عقل۔ اور تمیزی عقل سے ہے۔ وہ تو جدھر جھکیگا۔ برابر تمیز کی منات قایم کرتا ہوا "ایک" اور "تعدد" "کثرت" اور "بہنایت" کا وہم پیدا ہی کر جاتا ہے۔ "وحدت" پر بھی قایم نہ ہونے دیگا۔ اور دلی انتشار کے دور ہونیکی نوبت نہ آئیگی +

فلسفہ چلایا گیا۔ تو وحدت ہی کی طرف ہے۔ لیکن وہ وحدت کے میدان میں اگر اُس میں بطبعت بھرم کی صورتیں پیدا کرنے لگتا ہے۔ اور بنی بنائی بات بگڑ جاتی ہے اور پھر اس کا علاج محال ہو جاتا ہے +

مثلاً فلسفہ نے بتایا۔ کہ ذات وہ ہے جس کے سہارے صفات کا کھیل ہوا کرتا ہے۔ ذات اصل ہے۔ اور صفات غیر اصل ہیں۔ ذات کی ہستی ہے۔ اور صفات کی ہستی یا تو وہمی ہے یا نسبتی ہے +

سوال کرنیوالا اعتراض کرتا ہے۔ کہ اگر ذات اصل اور ہستی ہے تو اسکے سہارے "نیست" "فرضی" اور "وہمی" صفات کی موجودگی کا امکان کیسے ہوا؟ نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی کا امکان محال ہے۔ اگر "برہمہ" "ست" ہے۔ تو پھر "اسّت" یعنی بھرم آیا کہاں سے؟ دیکھو کیسا لطیف اعتراض کیا گیا؟ اب اس کا جواب دینا آسان نہیں ہے۔ اور جواب دینے کی تمام کوششوں سے ایسا دور تسلسل کا ابھر کھڑا ہوگا۔ کہ پھر اس کا خاتمہ نہ ہونے پائیگا +

فلسفہ کہتا ہے "جیسے رسّی میں سانپ کا بھرم ہوتا ہے۔ اور سیپ میں چاندی اور سراب میں آب کا وہم پیدا ہوتا ہے" +

معترض پھر اعتراض کریگا کہ "اس مثال سے "سانپ" "چاندی" اور "پانی" کی ہستی تسلیم کی گئی ہے۔ "سانپ" "چاندی" اور "پانی" کا وجود پہلے ہے تبھی مشابہت دکھائی گئی ہے" +

اس طرح سوال پر سوال بڑھتے جائیں گے۔ اور حقیقت سے دُوری ہوتی جائیگی اور اس قیل قال کا کوئی بھی نتیجہ نہ ہوگا۔ یہ فلسفہ کی کوشش کا ماحصل ہوگا۔ پنڈت جی چلے تھے "دُبیدی" بننے۔ اور وہ "دوبیدی" "تربیدی" اور "چتربیدی" بن گئے۔ فلسفہ نے سوا بھرم کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اور یہ ہم کھُلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں +

فلسفہ کے سمجھانے کی کوشش اندھے کی کھیر سے مشابہ ہے کسی نے کسی اندھے سے کہا "تم کھیر کھاؤ"۔ اس نے پوچھا "کھیر کیسی ہوتی ہے؟" جواب دیا گیا "سفید ہوتی ہے"۔ پھر سوال ہوا "سفید کیا ہے؟" وہ بولا "جیسے بگلے کا پر"۔ "بگلا کیسا ہوتا ہے؟" "بگلا ہنسئے کی طرح ٹیڑھا ہوتا ہے"۔ "ہنسیا کیسی ہوتی ہے؟" اس نے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کر کے بتایا۔ کہ "ہنسئے کی یہ صورت ہے"۔ اندھے نے اُسے ٹٹول کر کہا "نا بابا! میں یہ

کھیر نہ کھا لگا۔ یہ تو گلے میں جا کر اٹک جائیگی"۔ اور اس نے کھیر کھانے سے صاف انکار کر دیا۔

یہ حال فلسفہ کا ہوتا ہے۔ بات چیت کے سلسلہ میں نفس مراد سے اس قدر دوری ہو جاتی ہے۔ کہ پھر اس کے فاصلہ کا کم کرنا سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اعتراضات کی وہ بھرمار ہوتی ہے کہ باید وشاید!

ست پرش رادھا سوامی دیال نے یہ حالت دیکھی۔ اور نہایت مہربانی سے جیو کو جتایا کہ "بھائی! یہ راہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیا ہوا اگر کروڑوں میں سے کسی ایک کو اس فلسفہ کی مدد سے حقیقت کی سمجھ آ گئی۔ ننانوے لاکھ ننانوے ہزار نوسو ننانوے تو محروم ہی رہے۔ پس فضول بحث مباحثہ کو موقوف کرو۔ شبد یوگ کی آسان کمائی کی طرف توجہ دو۔ اور ہمارے جیسا دل بنا لو۔ تب حقیقت سے خود بخود آشنائی اور شناسائی ہو جائیگی۔ اور بھرم جاتا رہیگا۔ اندھے کے ساتھ کون کھیر کے مسئلہ پر بات چیت کر کے درد سر خرید ے۔ اگر کسی ترکیب سے 'کھیر' کا لقمہ اس کے حلق کے اندر اتار دو تب تو بات ہی اور طرح ہے وہ ماننے کب لگا۔ پس جس 'منتھ' کی بنیاد ست پرش رادھا سوامی دیال نے ڈالی ہے۔ وہ صرف کھیر کھلانے کا طریق ہے۔ کھیر کے مضمون پر بحث مباحثہ کرنیکا وہ طریق نہیں ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں:۔

یہ کرنی کا بھید ہے۔ ناہیں بدھی بچار
کتھنی چھوڑ کرنی کرو۔ تب پاؤ کچھ سار

جس کسی کو اس طریق کے جاننے سمجھنے کی خواہش ہو وہ ہماری تصنیف کی وہ رادھا سوامی جوگ ایک مرتبہ بغور پڑھ لے۔ خود بخود جان جائیگا۔ کہ یہ طریقہ کیسا آسان ہے سریع التاثیر اور سریع العمل ہے۔ علم بغیر عمل کا نا کارہ ہے۔ گیان بغیر سادھنا کے دو کوڑی کا ہے۔ یہاں فلسفہ کی تردید مدنظر نہیں ہے۔ صرف قصور ٹھکانے کی لگنا دے اس کتاب کی ابھی کچھ جلدیں دفتر میں موجود ہیں جس کا جی چاہے منگا کر اپنا شوق پورا کر لے ورنہ دو ایک مہینوں کے بعد وہ ختم ہو جائے گی۔ قیمت رعایتی ۱۲ آنہ۔

ملنے کا پتہ منیجر سنت سماگم دفتر روحانی۔ سادھو سٹریٹ لاہور

(۱) سنت سماگم کے نمبر ۴ و ۵ و ۶ میں یوگ سدھار کے معمول پر بحث ہے اس کے مطالعہ سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ جائے گا کہ یوگ کے سمجھنے میں لوگوں نے کس قدر غلطی اور غلط فہمی سے کام لیا ہے۔

(۲) سنت سماگم کے نمبر ۷ کے بعد شکھو شدھار کتاب آئے گی۔ جس کے پڑھنے سے یہ بات ذہن نشین ہوگی کہ انسانی زندگی کو کس طرح خوشی اور مسرت کے ساتھ بسر کیا جا سکتا ہے۔ ذرا سا سادھن اور گیان سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

(۳) سنت سماگم کو مفید بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ لیکن بازار میں کاغذات ملتا نہیں۔ اہل مطابع اس قدر بے پرواہ ہو گئے ہیں کہ پیچ گئی اجرت لے کر بھی وقت پر نہ تو کام کرتے ہیں اور نہ اچھی چھپائی کا خیال رکھتے ہیں۔

(۴) سنت سماگم کو نقصان اٹھا کر جاری رکھا گیا ہے۔ ناظرین اگر چاہیں تو ایک خریدار نیا دیا کریں۔ یوں ان کو اختیار ہے۔

(۵) سنت سماگم کی جلد ناظرین خود بنوا لیا کریں۔ جب تک سال کے بارہ نمبر پورے نہ ہو جائیں گے ہمارے یہاں جلد بندی کا انتظام غیر ممکن ہے۔

منشی دیوان لال مہتمم سنت سماگم لاہور

رادھا سوامی دیال کی دیا رادھا سوامی سہائے

سنت سماگم ستی صحبت فقرا

ستمبر ۲۷-۵-۶۷

—:(۱):—

گورو کے چرنوں میں پرارتھنا

دوہا

(۱)- وِدّیا بُدھی بویک کی - چرن کمل میں کھان
دیا مہر گورو کیجئے - دیجے شبھ متی گیان

(۲)- پریم بھگتی - سدگتی - سوگتی - سب تمھرے آدھین
دیا درشٹی گورو کیجئے - چہان پڑا جن دین

(۳)- کھٹاک کھٹک سالت رہے دُکھ دارُن - اُر - ہسول
اپنی دیا سے کاٹئے - بھو کلیش کا مُول

—:(۳):—

عجیب حال ہے جس کا بیاں نہیں ہوتا نہاں ہے زباں سے عیاں نہیں ہوتا
نہ تلملانے کی عادت کو اوٹ دیگا جواب بزیر کوہ اگر امتحاں نہیں ہوتا
کہاں کا عرش بریں اور کہاں کی فرش زمیں خدا کو ڈھونڈیں کہاں وہ کہاں نہیں ہوتا

زمیں کھاتی ہے گردش تو آسماں کو ہے چرخ
وہ کون ہے جسے چکر یہاں نہیں ہوتا

—:(۴):—

دُنیا کے رنج و غم کی شکایت نہ کیجئے رغبت اگر نہیں ہے تو نفرت نہ کیجئے
دو دن کی زندگی کا نہیں کوئی اعتبار اس کے لئے کسی سے عداوت نہ کیجئے
وقت سحر رہے معبُود کا خیال فکروں سے اس کو تمام مصیبت نہ کیجئے
پرہیز گوشت کھانے سے ہو پیٹ کو کبھی حیواں کی لاش کی کبھی تربت نہ کیجئے
بیہودہ وسوسوں میں دل کو پھنسایئے اس خاک چھاننے کی طبیعت نہ کیجئے

—:(۵):—

بحر ہستی میں ہماری زندگی اک لہر ہے آسمانِ آفرینش کا یہ روشن مہر ہے
دل کے جذباتِ خیالی کا نہیں کچھ اعتبار بچ کے رہنا اِس سے تم خود یہ طلسم دہر ہے
آ کے کب کوئی کبھی آباد دُنیا میں ہوا آنے والے جا رہے ہیں سب یہ کیسا شہر ہے
جس نے دُنیا کو دیا دل۔ آہ وہ حسرت سے مرا جام میں اس میکدہ کے کوئی قاتل زہر ہے
خوش نہیں پایا کسی کو سب ہیں آفت سے گھرے ایسے جینے سے مزہ کیا! اسکی تلخی قہر ہے

—:(۶):—

چاہ میں عزت کے اُلٹی اپنی رُسوائی ہوئی بیخودی کی مُنقلب صورت خود آرائی ہوئی

یوگ سدھا

واضح پیرایہ میں۔ یوگ کے اقسام
مقاصد۔ اور طرز عمل وغیرہ پر
عام فہم۔ اور دل پسند بحث

از تصنیف لطیف

منشی شیو برت لال جی

مصنف

کبیر جوگ۔ نانک جوگ۔ رادھا سوامی جوگ
پتنجلی یوگ سوتر۔ یوگ کے عملی سبق وغیرہ وغیرہ

صدہا کتب۔ جن کی بالاتر ہند میں کم از کم وسیع پیمانہ پر اشاعت ہے

فہرست مضامین

وغیرہ وغیرہ ابواب

بہت سے باب ہیں

رادھا سوامی! رادھا سوامی دیال کی دیا!! رادھا سوامی سہائے!!!

یوگ سُدھار

پہلا باب

یوگ کیا ہے؟ اور یوگ کا منزل مقصود کیا ہے؟

"یوگ" سنسکرت میں "ملاپ" کو کہتے ہیں۔ ملاپ کے سوا "یوگ" کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔ انسان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے۔ کہ ہر طرح کی خوشی کا امکان "ملاپ" میں ہے۔ اور ہر طرح کے دُکھ کا امکان بچھڑنے میں ہے۔ اس لئے اُس کے خاطر نشین ہو گیا ہے۔ کہ جب کبھی کسی شے کا سُکھ حاصل کیا جائے گا۔ تو وہ صرف اُس شے کے "ملاپ" یا "یوگ" ہی سے ملتا ہے۔ بغیر اس "ملاپ" یا "یوگ" کی مدد کے اُس کا امکان محال ہے +

یہ بات بیوہار (زندگی کے جسمانی استعمال) پرتی پیاس (دل کے خیالی جذبات) اور پرمارتھ (رُوحانی تعلقات) میں یکساں طور پر صحیح ہے۔ دولت۔ عزت۔ اور حکومت کی خوشی۔ ان کے پاس آنے یا ملنے۔ اور حاصل ہونے پر ممکن ہے۔ علم و عقل کا اکتساب محض علمی اور عقلی وسائل سے ہمدستی اور باتعلقی سے ہوتا ہے۔ اور رُوحانی خوشی کا ہاتھ آنا روحانی مخزن سے ملنے پر

مختصر اور موقوف ہے - یہ بیوہار - پرتی بھاس - اور پرمارتھ کی مختصر تشریح ہے - بیوہار کا تعلق جسم سے ہے - پرتی بھاس کا تعلق دل اور عقل سے ہے - اور پرمارتھ کا تعلق رُوح سے ہے - انسان انہیں تینوں اجزا سے بنا ہوا ہے - جسم - دل - اور رُوح سے خالی کوئی انسان نہیں ہے - اور ہر آدمی کی نظر بھی انہیں تینوں چیزوں پر رہتی ہے - اور زندگی کے چکر میں یہی تین پہیے ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں - اور انہیں کے گردش میں اس کے کاروبار ہوا کرتے ہیں ⁂

جسم - دل - اور رُوح کی تین صفاتی کیفیتیں ہوتی ہیں - جسم میں ہستی (یعنی ست) ہے - دل میں عقل و دانائی (یعنی چت) ہے - رُوح میں سرور اور خوشی (یعنی آنند) ہے - اور اس نظر سے انسان کو اگر بغور دیکھا جائے تو وہ خود اپنی مجموعی اور بالاشتراک یا ترکیبی حیثیت میں سچدانند ہے - کوئی ایسا نہیں ہے - جو ان سے خالی یا محروم ہو - ہوے کو تو یہ تینوں حالتیں ہر شخص میں ہیں - لیکن جو شخص کسی ایک حالت کی مشاقی کرتا ہے - وہی وصف کثرت کے ساتھ اس میں پیدا ہوتا ہے - اور وہی اس کی زندگی کی خصوصیت بن جاتا ہے ⁂

جو جسم کے یوگ کا عمل کرتا ہے - وہ جسمانی - جسم کا مضبوط - اور تنومند ہوتا ہے - جو دل کے یوگ کا عمل کرتا ہے - وہ دلی - صاحبدل - اور صاحب عقل بن جاتا ہے - اور جو رُوح کے یوگ کو دل دیتا ہے - وہ رُوحانی - اور رُوح کی نظر سے زی رُوح - اور خوش ہوتا ہے - یہاں اس ایک لفظ یوگ کی تین صورتیں ہو جاتی ہیں - جسمانی یوگ - دلی یوگ - اور رُوحانی یوگ - جسم کے عمل کا مشاق جسمانی یوگی ہے - دل کے عمل کا اپاسنا کرنے دلی یوگی کہتے ہیں - اور رُوح کے عمل کا ابھیاسی رُوحانی یوگی ہے ⁂

جسمانی یوگ کو کرم کانڈ کہتے ہیں - دلی یوگ کو اپاسنا کانڈ بولتے ہیں -

اور رُوحانی یوگ کو گیان کانڈ کا نام دیتے ہیں - جو شغل کہ جسم سے کیا جاتا ہے وہی کرم کانڈ ہے - جسے دل سے انجام دیتے ہیں - وہی اُپاسنا کانڈ ہے - اور جس کی جانب رُوح کو بالکل مایل کیا جاتا ہے وہی گیان کانڈ ہے +

کرم - اُپاسنا - اور گیان کے لئے ہر قوم کے درمیان خاص خاص قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں - صُوفی کرم کانڈ کو شریعت - اُپاسنا کانڈ کو طریقت - اور گیان کانڈ کو معرفت کہتے ہیں - وعلیٰ ہذالقیاس - اور دُنیا کے مجلسی مذاہب کی نگاہ سے ہر جگہ اسی قسم کے اصطلاحات موزوں - موضوع اور مُستعمل ہوتے ہیں - جو اپنے اصل و نسل کے نقطۂ خیال سے مُرادف اور ہم معنی ہیں +

ہندوؤں نے یوگ کو خاص قسم کا علمی فلسفہ قرار دیا ہے - اور اُسے مجلسی مذہب کے قیود سے علیحدہ کر کے ایک خاص قسم کی شاخ مقرر کی ہے - اور اُس کی تقسیم - تفریق - اور تفصیل کی نظر سے خاص خاص نام دیئے ہیں جسمانی یوگ کو ہندو یوگی ہٹھ یوگ - کرم یوگ - اور نشکام یوگ کہتے ہیں - دلی یوگ کو اَدنگ یوگ - بھگتی یوگ - اور پریم یوگ بولتے ہیں - اور رُوحانی یوگ کو گیان یوگ - وچار یوگ - اور سانکھیہ یوگ کا نام عطا کرتے ہیں - اور یہ الفاظ اُن کے خیال کی اچھی طرح سے وضاحت کرتے ہیں - صوفی جسمانی یوگ کو روزہ - نماز - صوم صلوٰۃ اور دلی یوگ کو مذہب عشق - اور رُوحانی یوگ کو علم عرفاں کا شغل اور معرفت بتاتے ہیں - اُن کے الفاظ بھی اپنے طور پر واضح اور صاف ہیں +

جسم - دل - اور رُوح چونکہ ہر انسان میں ہیں - اس لئے کثرت شغل یا خیال کی مزید توجّہ کی خصوصیت کے نقطۂ خیال سے جو جس طرف رجوع ہوا - وہ اُسی قسم کا یوگی ہو جاتا ہے +

جسم نیچا ہے - رُوح اُونچی ہے - اور دل درمیانی ہے - اِس لئے چاہے جسمانی کام کا ہو یا رُوحانی - اُن کی زنجیروں کی درمیانی کڑی یہ دل ہی ہے -

بغیر اس کے شمول کے کسی کا بھی کام نہیں چلتا - اور حقیقت میں دل ہی ایک ایسی چیز ہے - جو ہر شغل میں کار آمد ہوتا ہے - اگر یہ شریک نہ ہو - تو نہ جسم کا کام ہو سکتا ہے اور نہ رُوح کا - سبب یہ ہے - کہ جسم اور روح میں حرکت نہیں ہے حرکت دل کا خاصہ ہے - یہی ایک طرف اگر جسم کو متحرک کرتا ہے - تو دوسری طرف رُوح کو - اس لئے ہر قسم کے سادھن اور ریاضت میں اسی دل سے کام لینے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے ؛

جب یہ دل جسم سے ملتا ہے - تو جسمانی ہو جاتا ہے - اور اس میں جسمانیت آجاتی ہے - اور جب یہ رُوح سے ملتا ہے تو رُوحانی ہو جاتا ہے - اور اس میں رُوحانیت آجاتی ہے - اور جب یہ اپنے ہی آپ سے ملتا ہے - تو اس میں قلبیت دلی - اور خیال کی طاقت عود کر آتی ہے - اس کا سمجھنا کسی یوگ کے شغل شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے +

اس دل کا خاصہ ہے - یہ جس کی طرف متوجہ اور مائل ہو جاتا ہے - تو اس میں دو کیفیتیں آجاتی ہیں - اوّل تو وہ اس کی شکل اختیار کر لیتا ہے - دوسرے اپنے تقطیع اور تحلیل کے عمل سے اس کا علم حاصل کرتا ہے - دل میں خودی - اور بیخودی دونوں ہی قسم کے اوصاف ہیں - جب یہ اپنے غرور کے نشہ میں جسے اہنکار کہتے ہیں چور ہو جاتا ہے - تو اس میں حد درجہ کی خودی آجاتی ہے - اور جب یہ اسی اہنکار کی خیالی دیوار کو الٹ کر کسی شے سے جوڑ دیتا ہے - اور اپنی انیت کو گم یا فراموش - یا نظر انداز کر دیتا ہے - تو محویت - فنائیت - شیدائیت سودائیت - اور وارفتگی کی وجہ سے یہ بیخود ہو جاتا ہے - اس نقطے سے اور بھی ضروری ہے - کہ پہلے اس کی اصلیت کا کچھ نہ کچھ ظاہری یا ذہنی علم حاصل کر لیا جائے +

ہٹ یوگ وہ یوگ ہے - جس میں دل کی قوت ارادی کو پختہ اور مستحکم کر کے صرف جسم سے مربوط - مشغول - مصروف اور منسوب کیا جاتا ہے - اس کے

طفیل اُس سے جسمانی طاقت۔ صحت اور صحیح الجسمی آتی ہے۔ عمر بڑھ جاتی ہے۔ اور مختلف متعدد امراض سے جس کا ورثہ جسم کو قدرت سے ملا ہے۔ کسی حد تک نجات۔ وارستگی اور چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ اس ہٹ یوگ کا علم انسان نے کچھوے۔ سانپ۔ اور مچھلی وغیرہ کی حالتوں پر غور کرنے سے حاصل کیا ہے۔ اور خود اُس کے اندر اُس کا بیج موجود تھا۔ اگر ہٹ یوگی کی نظر صرف جسم پر رہتی ہے۔ تو وہ ہزار طاقتور۔ بلوان۔ اور پہلوان ہو۔ وہ حیوان کا حیوان ہے۔ اُس نے غلطی میں پڑکر صرف جسمانیت کو دل دیا۔ اور جسم کے طبقہ سے اُونچا نہیں چڑھا۔

اُپاسنا کانڈ وہ یوگ ہے۔ جس میں دل کی قوت ارادی کو پختہ اور مستحکم کر کے صرف دل کو دل سے مربوط۔ مشغول۔ مصروف۔ اور منسوب کیا جاتا ہے اُس کے طفیل اُس میں قلبیت۔ دلی طاقت۔ دلی صحت۔ اور صحیح القلبی آجائیگی۔ اور دل کے مختلف اور متعدد امراض سے جس کا دل کو قدرت سے ورثہ ملا ہے کسی حد تک نجات وارستگی اور چھٹکارا ہو جائے گا۔ اس اُپاسنا کانڈ کا علم انسان نے گرگٹ وغیرہ جانوروں کی حالت پر غور کر کے حاصل کیا ہے۔ اور خود اُس کے اندر بیج موجود تھا۔ اگر مانسک جوگی کی نظر صرف دل پر رہتی ہے۔ تو وہ ہزار طاقتور۔ صاحب دل۔ اور دلدار ہو۔ وہ بھوت۔ پریت۔ راکشش۔ پشاچ۔ دیوتا۔ پتر۔ کنر۔ گندھرب وغیرہ بنا رہے گا۔ سِدّھی سکتی والا ہو جائے گا۔ اُس نے غلطی میں پڑکر صرف قلبیت یعنی دل کے جذبات کو دل دیا ہے۔ اور دل کے طبقہ سے اُونچا نہیں چڑھا ہے۔ آج کل کے مسمریزم۔ ہپناٹزم۔ نشلزم۔ ٹیلیپیتھی۔ حاضرات۔ عملیات وغیرہ اگر ہم بگڑم شغل کرنے والوں کا انجام ایسا ہی ہوگا۔

گیان کانڈ وہ یوگ ہے۔ جس میں دل کی قوت ارادی کو پختہ اور مستحکم کر کے دل کو رُوح سے مربوط۔ مشغول۔ مصروف۔ اور منسوب کیا جاتا ہے۔

اُس کے طفیل اُس میں رُوحانی برکت۔ رُوحانی اظہار۔ اور رُوحانیت آجائیگی اور شاغل سرور اور راحت کا وارث ہوجائے گا۔ اور کسی حد تک موت کے خطرات پر غلبہ پا جائے گا۔ اس کا علم انسان کو قدرت کے خلقی نظاروں پر غور کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ جس کا بیج خود اُس کے اندر ہے لیکن اگر رُوحانی عامل کی نظر صرف رُوح پر ہے۔ اور رُوح ہی کو اُس نے اپنی منزلِ مُراد سمجھ رکھی ہے۔ تو وہ فوق الانسان۔ فوق الملایک۔ اور اشرف المخلوقات تو ہوجائے گا۔ لیکن اس اُونچائی پر چڑھنے پر بھی اُسے جنم مرن کی بندشوں سے صرف عارضی نجات ہوگی۔ قطعی نجات نہ ملے گی۔ کیونکہ اُس کی حداب تک طبقات ثلاثہ یعنی ترگنا تمک۔ اوستھا ہی تک محدود ہے۔ وہ رُوح کے طبقہ سے اُونچا نہیں چڑھا ہے۔ اور نہ اصلیت کے علم کا ماہر ہوا ہے۔ آج کل کے اکثر گیانی۔ عارف۔ اور صُوفیوں کی یہی کیفیت ہوگی۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے +

یوگ کی اصلی منزل ابھی تک کوسوں دُور ہے۔ جس کا پتہ ہم آگے چل کر دیں گے +

ہماری اس تحریر کو پڑھ کر لوگ چونکتا ضرور ہونگے۔ کیونکہ ہم جو بات کہتے ہیں نرالی کہتے ہیں۔ تقلید اور نقل سے ہم کو تعلق نہیں رہتا۔ لیکن ہم جھُوٹ نہیں کہتے۔ اور نہ کسی کو بھرم میں پھنساتے ہیں۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں اپنا کہتے ہیں۔ اور ہمیشہ گفتگو کے سلسلہ میں اپنا تجربہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اور چونکہ ہماری زندگی شغل و اشغال کے ذاتی تجربوں کے مرحلوں سے گذر چکی ہے اس لئے وہ دلیل اور یکتی سے خالی نہیں ہوتی ہے۔ بادن تولہ پاؤ رتی ٹھیک اور وہ اکسیر ہوتی ہے۔ کیا مجال کہ طالب صادق ہماری صحبت میں چند روز بیٹھے پر حقیقت کی سمجھ سے محروم رہے +

سنو۔ ہم نے انسان کو جسم۔ دل۔ اور رُوح سے مرکب بتایا ہے۔

اس زندگی میں یوں تو روزانہ کاروبار کے سلسلہ میں ان تینوں ہی کا اشتمالی اور بالاشتراک تجربہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ لیکن دن کے چوبیس گھنٹوں کے اندر اُس کی روزانہ سیر جسم۔ دل۔ اور رُوح کے طبقات پر فطرتاً اور قدرتاً ہوا کرتی ہے۔ اور یہ چکر ہمیشہ زندگی بھر جاری رہتا ہے۔ اور اگر اصلاح نہ کر لی گئی۔ تو یہ اس زندگی کے بعد بھی جاری رہیگا۔ اب ان تینوں کے تین طبقات کی طرف نظر کرو۔

جاگرت یعنی بیداری جسم کے کاروبار کا طبقہ ہے۔ جس میں بیوپار۔ پیشہ۔ تجارت وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ یہ کام آنکھوں کے کھلے رہنے سے ہوتے ہیں۔ سُپن یعنی خواب دل کے کاروبار کا طبقہ ہے۔ جس میں دل کے وسوسات خدشات۔ خیالات وغیرہ کا تعلق ہے۔ یہ کام آنکھوں کے بند ہونے سے ہوتے ہیں۔ سُوشپتی یعنی گہری نیند کا طبقہ رُوح کی خوشی اور سرور کی کیفیت ہے۔ جہاں جسم اور دل دونوں کی مفقودیت رہتی ہے۔ اگر انسان ذرا بھی اپنے دل میں غور کرے۔ تو اُسے یہ آسانی سمجھ میں آجائے گا۔ کہ باوجودیکہ ہم روزانہ رُوح کے طبقہ میں جاتے ہیں۔ تاہم یہ کبھی نہیں ہوتا۔ کہ رُوح کی روحانی انقلاب سے یہ آواگون یعنی آنے جانے کا نقص تمام و کمال مٹ جائے اور ہم لاکھ شغل و عمل کرتے رہیں۔ اُس پر غالب نہ آسکیں گے۔ جس طرح ہم روز جاگتے۔ سوتے۔ اور گہری نیند میں جاتے ہیں۔ ویسے ہی اگر کسی شغل کی بھی مشاقی خوب کر لی ہے۔ تو اس جسم کے چھوڑنے پر بھی گو خوشی کی حالت زیادہ دنوں تک دیرپا رہے۔ لیکن ہمیشہ کے لئے اس چکر سے نجات نہیں مل سکتی۔ اور جن کو ست سماگم یعنی صحبت فقرا کا لطف نہیں ملا ہے۔ وہ تو بمشکل سے سمجھ بھی سکیں گے۔ جو یہاں ہے وہی وہاں ہے۔ اس لئے یوگ کی منزل مُراد ابھی کتنی دور ہے۔ اور رادھا سوامی مت ہی اُسے پہنچا سکتے ہیں۔

دوسرا باب

یوگ کیا ہے؟ یوگ سے مراد کیا ہے؟ (مسلسل) شاستروں کے نقطۂ نگاہ سے

ہندوؤں کے درمیان یوگ کی بے شمار کتابیں ہیں۔ اور ان کے سوا مشکل سے کسی قسم کی علمی۔ ادبی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ پُوران۔ فلسفہ یا اور طرح کی کتاب ملے گی جس میں یوگ کا کم و بیش اشارہ نہ آیا ہو۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ہندوؤں کی نظر میں یوگ کے مسئلہ کی اہمیت گہری طرح سے کھُبی ہوئی تھی۔ اس قسم کی تصانیف کی فہرست سُنانا نہ صرف فضول اور طوالت کا کام ہے۔ بلکہ اُن سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ ان میں سے دو کتابیں خاص قسم کی وقعت رکھتی ہیں۔ ایک تو پتنجلی رشی کا یوگ سُوتر ہے جس سے بہتر اور مکمل تر کتاب اب تک کسی نے بھی قلمبند نہیں کی۔ دوسری یاگیہ ولکیہ یوگ جو غلط۔ فرضی یا صحیح طور پر یاگیہ ولکیہ رشی سے منسوب ہے۔ لیکن سابق الذکر تصنیف کے پایہ کی نہیں ہے۔ تاہم بہت باتوں میں اُس کی تعلیم واضح تر اور نہایت صاف ہے۔

پتنجلی فرماتے ہیں:۔ یوگشچت ورتی نِرودھہ یعنی چت کی ورتیوں پر غالب آنا یوگ ہے۔ پتنجلی جی کی سمجھ میں جس نے چت یعنی دل کے وسوسات۔ اور تخیلات پر غلبہ پا لیا۔ اُس نے یوگ کے مقصد کو پورا کر لیا۔ پتنجلی جی گو کہنے کو تو بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔ لیکن یوگ کے اصلی مقصد کے واضح کرنے کے لئے اُن کے الفاظ غیر کافی ثابت ہوتے ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے الفاظ

نہایت ہی مطلب خیز اور واضح ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ یوگ کی اصلیت کا پتہ نہیں دیتے ✦

یاگیہ ولکیہ رشی فرماتے ہیں :- "جیواتم پرماتم سنجوگہ" یعنی محدود شخصی روح کا غیر محدود روح کے ساتھ پیوند ہونا یوگ ہے۔ یہ الفاظ زیادہ واضح ہیں ✦

دونوں مصنفین کے الفاظ باہم مقابلہ کرنے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایک تو دل کی یکسوئی ہی کے راز کو صرف ذریعہ بتا رہا ہے۔ اور دوسرا اُسے مقصد اور ذریعہ دونوں سمجھ رہا ہے۔ مہرشی پتنجلی اُسے مقصد اور ذریعہ کا درجہ دیتے ہیں۔ اور یاگیہ ولکیہ اُسے ذریعہ محض قرار دیتے ہیں ✦

اس مقابلہ کرنے کے نتیجہ سے کوئی شخص یہ نہ خیال کرے۔ کہ مہرشی پتنجلی غلطی پر ہیں۔ نہیں۔ ان کا یوگ سُوتر جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے۔ دوسری کتاب سے زیادہ وسیع اور اہم ہے۔ اس دوسری کتاب کی نسبت تو ہم کہہ بھی نہیں سکتے۔ کہ وہ یاگیہ ولکیہ ہی کی تصنیف ہے یا اُن سے صرف وہ منسوب کی گئی ہے۔ ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ پتنجلی نے یوگ کی معمولی تعریف کی حیثیت میں صرف دل کی طاقتوں کے ضبط کرنے کی جانب توجہ دلائی ہے۔ اور دل ہی کے کاروبار پر اختیار اور غلبہ پانے کو اہم قرار دیا ہے ۔ یاگیہ ولکیہ اُس سے آگے بڑھ گئے ہیں ✦

ہم اس کو اور واضح کئے دیتے ہیں۔ مہرشی پتنجلی نے اپنے آپ کو عملاً دل کے مرکز تک محدود رکھا ہے۔ اور عملاً بتدریج اور باتوں کی وضاحت کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ یاگیہ ولکیہ نے عملاً اور علماً پرماتما کو مرکز تصور کر کے دل کو اُس کی جانب مائل رکھنے کو یوگ قرار دیا ہے۔ اور مابعد کے تمام یوگیوں نے اسی خیال کی تائید کی ہے۔ اور اپنی اپنی اثبات پسندی کا ثبوت دیا ہے ✦

یوگ کا طریق ہمیشہ ہی سے پرماتما کی بھگتی پر زور دیتا آیا ہے۔ اور

سوا ایک آدھ یوگیوں کے اس سے علماً اور عملاً کسی نے بھی انحراف نہیں کی ہے +

مابعد زمانہ میں یوگی راج مہاپربھو کرشن بھگوان نے یوگ کو اور بھی وسیع تر مضمون بنا دیا ہے - جس کا ثبوت اُن کی بھگوت گیتا کی ایک طرح پر مکمل تعلیم ہے - جس میں نکتوں کے ساتھ اُن کی فرید وضاحت کا سامان بھی موجود ہے - وہ فرماتے ہیں - کہ یوگ کی بے شمار قسمیں ہیں - وہ ایسی چیز نہیں ہے - کہ اُسے کسی ایک ہی قسم کے خیال تک محدود کیا جائے - یہاں تک کہ کرم بھگتی گیان اور دُکھ سُکھ کا غور و فکر یوگ کی یکسوئی کی حالت پیدا کرتا ہے - اور دنیا کا خیال بھی یکسوئی کی طرف لے جاتا ہے - یہ الفاظ ہمارے اپنے ہیں - جو گیتا کی تعلیم کے موافق ہیں - اور گیتا کا مطالعہ ہم کو یوگ کے وسیع تر میدان میں عمل قدمی کرنے کا موقع دیتا ہے - ہم مہاپربھو کرشن کی رائے کو پتنجلی اور یاگیہ ولکیہ کی تعلیم پر بھی فایق اور قابل ترجیح سمجھتے ہیں - اور وقتاً فوقتاً کہتے سنتے کے عادی رہے ہیں - کہ یوگ صرف مادی تدبیر نہیں ہے - بلکہ وہ قدرتی فعل ہے - جس کے اظہار کی صورتیں ہم کو ہر مخلوق کے طرزِ عمل میں نظر آتی ہیں +

یوگ وسشٹ - ہندوؤں کے درمیان ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی تصنیف ہے - جو گیان کانڈ کے مضمون میں لاثانی اور بے نظیر سمجھے جانے کی حیثیت رکھتی ہے - کہنے کے لئے تو وہ گیان کی کتاب ہے - لیکن اُس کا نام یوگ وسشٹ یعنی وسشٹ رشی کا یوگ رکھا گیا ہے - اس وجہ تسمیہ کا کوئی خاص سبب ہے - اور وہ یہ ہے - کہ وسشٹ نے در پردہ گیان ہی کو یوگ اور اصلی یوگ قرار دیا ہے - کسی قسم کا مادی اور تربیتی طریق خواہ کوئی کیوں نہ ہو - اُس وقت تک مکمل نہیں قرار دیا جا سکتا - جب تک اُس میں گیان یعنی علم حقیقت کا شمول نہ ہو - محض دل کی تربیت یا من کی کثرت ہی سبب کچھ نہیں ہے - بلکہ اگر

کسی شئے کو سب کچھ کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف 'گیان' ہی ہو سکتا ہے۔
اصلی شانتی صرف گیان ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ بشرطیکہ گیان کو ذریعہ اور مقصد
دونو سمجھ لیا جائے۔ گیان 'ذات' سروپ۔ نج روپ۔ اور حقیقت و اصلیت کو
کہتے ہیں۔ یہ علم ہے۔ اور ساتھ ہی بھی معلوم بھی ہے۔ اور علم و
معلوم ہوتے ہوئے بھی عالم یعنی جاننے والے کی ذات بھی ہے۔ یہ
جملے جن میں تثلیثی مدراج کو دانستہ شامل کیا گیا ہے۔ ملبارگی سمجھ میں نہ آینگے
دلی یکسوئی۔ صحبت۔ اور تیقّن کے ساتھ ساتھ اِن کا ذہن نشین ہونا ممکن ہے
اسی بات کی قطعی طور پر تشریح وشنو پوران نے کی ہے جس کا
کلام سب سے زیادہ واضح ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"یوگینو مکتی کا مسیہ پراناً یاما دی سادھنم
سادھیم چہ محم برہمہ پُنر ناورتتے" یتہ (ادھیاء اشلوک ۲۲)

ترجمہ "نجات کے خواہشمند یوگی کا سادھن پرانا یام وغیرہ ہیں۔ مقصد
پرماتما ہے۔ جہاں سے پھر واپسی نہیں ہوتی۔"

یہ 'پرماتما' کیا چیز ہے۔ جسے 'یوگ' کا مقصد قرار دیا گیا ہے؟ یہی
اصل 'ذات' 'ہستی' کا مخزن'۔ اصلیت کا سرچشمہ 'حقیقی کیفیت' اور حقیقت
کی جمعیت' اور سب کچھ ہے۔ اور یہی منزل مقصود ہے۔ یہی معراج تمنا ہو
چاہے اسے کسی نام سے موسوم کرو۔ لیکن اگر یہ ایک لفظ 'پرماتما'
اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جائے تو پھر آستک ناستک' حق پرست
وغیرہ حق پرست' روح پرست اور مادہ پرست' 'منکر اور مقر' وغیرہ فرقوں
کے درمیان جو اختلافات ہیں۔ وہ بالکل کالعدم ہو جائینگے۔ اور پھر نام کے
لئے بھی کسی قسم کا لفظی جھگڑا نہ رہ جائے گا۔

یہاں تک اختصار اور مجمل بحث کرنے کے بعد اب ہم یوگ کے
مضمون پر اور روشنی ڈالیں گے۔ تاکہ پڑھنے والوں کے دلوں میں ہماری

نفس مراد موثر ہوکر داخل ہوجائے۔ اور پھر کسی کو بھرم اور مغالطہ میں پڑنے کا خوف اور خدشہ باقی نہ رہے۔

تیسرا باب

یوگ کی اہمیت

ہم نے کہا ہے کہ یوگ ہر مخلوق کا قدرتی فعل ہے۔ اس سے کسی کو بھی خالی یا محروم نہیں کہا جا سکتا۔ اور ہم نے اپنے طور پر بھگوت گیتا کے مختصر حوالہ سے یہ بھی کہا ہے۔ کہ کرشن بھگوان نے یوگ کی بیشمار مدات قایم کرکے یوگ کی یکسانیت کی موضح اور مکمل تعلیم دی ہے۔ افسوس ہے ہم کو اب تک بھگوت گیتا کی شرح لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ اس کی دلنشین اور خاطر پسند وضاحت کر دی جاتی۔ تاہم کبھی نہ کبھی اگر فرصت ملی تو ہم توجہ کرینگے۔

راستے کئی ہیں لیکن منزلِ مقصود ایک ہے۔ تمام ندی نالے۔ دریا وغیرہ مختلف راہوں سے ایک ہی سمندر کی جانب چلے جا رہے ہیں۔ اور اُن کا سمندر کی طرف جانا قدرتی عمل ہے۔ اس سے کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے جو جس سے نکلا ہے۔ پیدا ہوا ہے۔ ظاہر ہوا ہے۔ وہ لا محالہ اُسی کی جانب جائے گا۔ چونکہ جدائی میں بے چینی ہے۔ اور ملاپ میں چین ہے۔ نادان سے نادان آدمی اسے سمجھ سکتا ہے۔ ہزار کوئی شخص کثرت پسند۔ دوئی پسند۔ یا تفرقہ پسند طبیعت رکھتا ہو۔ لیکن وحدت کی طرف سے نظر میچنا اور ملاپ کی جانب سے آنکھیں پیچ رکھنا اُس کے حدِ امکان سے باہر ہے۔

اور نتائج فراہم کریگی۔ جس سے جلد ہمارا کام ہو جائے۔
یہ طریقہ یوگ ہے۔ جو رشیوں منیوں یوگیوں اور سنتوں کے صدیوں کے تجربات پر مبنی ہے۔ مختصر لفظوں میں وہ تھوڑے فاصلہ کی راہ ہے جو پیچ در پیچ دور دراز مسافت کو کم کر کے اہل طریقت۔ سالک اور متلاشی کو موقع دیتی ہے۔ کہ قدم اٹھائے ہوئے بے کھٹکے چلے آؤ۔ اس راستہ میں تمہارا کوئی مزاحم ہونے والا نہیں ہے۔
یہ چھوٹی مختصر اور آسان راہ ہے۔ اور راستے دور کے ہیں۔ یہ اس کی اہمیت ہے۔ اور جس کا جی چاہے وہ ہم سے اس پر بحث کر کے اپنے دل کو مطمئن کرے۔ بشرطیکہ اسے حقیقت کی ذرا سمجھ بوجھ ہو۔

چوتھا باب
انسان کا دل اور یوگ

دل میں ہر قسم کا ساز و سامان ہے۔ جو کچھ ہے یہی ہے۔ اسی میں تیزی ہے۔ اسی میں سستی ہے۔ اسی میں شوق ہے اسی میں بدشوقی ہے۔ اسی میں اپج اور جرأت ہے۔ اسی میں اپاہج پن اور نالائقی ہے۔ یہ خواہشوں کا مخزن ہے۔ اسی میں پستی ہے۔ اسی میں بلندی ہے۔ بادشاہوں کی دولت فقیروں کی استغنا۔ گداؤں کی بے سروسامانی۔ عالموں کا علم اور فلسفہ۔ جاہلوں کی جہالت اور نادانی۔ غرضکہ سب کچھ اسی کے اندر ہے۔ اس کے باہر کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کا جی چاہے اسے مانے۔ جس کا جی چاہے اسے نہ مانے۔ خدا اور خدا کا خیال۔ اور خدا کی خدائی آخر یہی کہاں ہے؟ وہ بھی

اسی دل کے اندر ہے۔ دل نہ ہو تو پھر کیسا خدا۔ کیسی خدائی؟ اور کیسا خدا اور خدائی کا خیال؟ دیوانوں کو دیکھو۔ انہیں کس کی پرواہ ہے! عقل والوں کی حالت ملاحظہ کرو۔ اُن کو ہر بات کی پرواہ ہے۔ کیا یہ سب دل ہی کے تماشے نہیں ہیں! ہمارے اِن کلموں کو گستاخانہ نہ سمجھو۔ ہم بات سچی سچی کہتے ہیں۔ ہاں تم انہیں سمجھو یا نہ سمجھو۔ یہ تمہارے دلی نمو اور دلی نشو و نما سے متعلق ہے۔

جب دل جلدی سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اُس کا کام جلد ہوتا ہے۔ اور جب دل سُستی کو پسند کرتا ہے اُس کا کام دیر سے ہوتا ہے۔

اسی دل ہی کو راہ پر لگانا ہے۔ اور یہ دل ہی ہر شخص کی انفرادی زندگی اور شخصی حیثیت کی راہ کا شغل طریقت ہے۔ جو جیسا ہے ویسا ہی کرتا ہے۔ اور ویسا ہی کرے گا۔ تم لاکھ سر پٹکو۔ وہ اپنی سی کئے بغیر نہ رہے گا۔ کیونکہ اس نے خاص خیال کا جامہ پہن کر اپنے اظہار کی صورت قایم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رادھا سوامی سنت نے کسی کے ساتھ مذہبی چھیڑ چھاڑ کی ممانعت کی ہے ہماری تعلیم صرف اُن ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے جنہوں نے اپنے دل میں کسی خیال یا عقیدہ کو اپنا منزل مقصود بنا لیا ہے۔ اور جو اُس کی تکمیل۔ تکسیب اور تحصیل کے خواہشمند ہیں۔ اور جن کا اس زندگی میں ابھی تک کوئی خاص مقصد نظر نہیں آتا۔ یا جن کو اُس مقصد کی قطعی سمجھ ابھی تک نہیں آئی۔ اُن کے چھیڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اِن کو اپنی راہ چلنے دو۔ صبر کے ساتھ انتظار کرو۔ یہ تجربات کے مدارج طے کرنے کے بعد جب وہ اِدھر مائل ہونگے تو سمجھانے بجھانے میں آسانی اور سہولیت ہوگی۔

انسان کے دل میں دو طرح کے جذبات ہوتے ہیں۔ ایک خارج بینی کا دوسرا باطن بینی کا۔ ایک میں باہر مکھی ورتی ہوتی ہے۔ دوسرے میں انتر مکھی ورتی ہوتی ہے۔

جو بالکل خارج بین ہے۔ وہ ابھی دُنیا پرست ہے۔ جو باطن بین ہے وہ خدا پرست ہے۔ گو اصل میں خدا اندر اور باہر دونوں ہی میں ہے۔ خارج بیں کا خدا دُنیا ہے۔ اور باطن بیں کا خدا بشرطیکہ اُسے سمجھ آ جائے۔ اُس کی اپنی ذات ہے۔ جس دل والے کی دلی نظر ابھی تک جسم اور جسمانی تعلقات پر ہے۔ وہ لاکھ سمجھانے پر بھی باطن۔ روح اور ذات کے مسئلہ کو نہ سمجھ سکے گا۔ اس لئے اُسے دُنیا کے معاملات میں وابستہ رہنے دو۔ ہاں اگر ممکن ہو تو اُس کی بہتری کے نظر سے کسی ایسے خدا کا خیال دلا دو جو باہر اُس کی توجہ کا مستحق ہو۔ ہندو مذہب نے اِسی خیال سے مختلف قسم کے مذہبی طریق ایجاد کئے تاکہ کسی کو مذہبی مفاد سے محرومیت نہ رہے۔

اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ جو باہر دیکھیگا کبھی نہ کبھی اُس کے عکس یا تصور کو اپنے دل کے اندر قایم کر سکے گا۔ اور اس عمل سے اُس کے اندر باطن بینی خود بخود آتی جائے گی۔ بیداری کے حالات جس طرح خواب کے واقعات کی صورت میں اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ ویسے ہی اُس کی بھی کیفیت ہو جائیگی۔

اِسلام (مسلمانی مذہب) نے بُت پرستی کی بیخکنی میں حصّہ لیا۔ ظاہر اور باطن خدا پرستی سے عملاً اور علماً محروم ہو گیا۔ اور اسلام کی اصلی روح جس کا تعلق حضرت محمد صلعم سے بالعموم اور حضرت علی کرم وجہہ سے بالخصوص تھا غایب ہو گئی۔ تب پارسی مُسلموں نے اُس کے ساتھ زرتشت شی کی تصوف کا پیوند لگا کر مُرشد پرستی کے آئین کی از سر نو تجدید کی۔ اور اُس مذہبی نقص کو دُور کر دیا۔ اس مُرشد پرستی کا رواج اصل میں رشیوں نے دیا تھا۔ جو بعد ازاں جینیوں اور بُدھوں کے مذہبی تلقین کا روح و رواں بن گئی۔ اِس سے روحانی ترقی میں بہت مدد ملتی ہے۔ اور جلدی کامیابی کی صورت نظر آ جاتی ہے۔ اور جہاں دل میں یکسوئی کا گذر ہونے لگے گا پھر ظاہر باطن۔ بھیتر باہر۔ اور داخل خارج کے معاملات کا فرق نہیں رہ

جاتا۔

اُتر گیتا کا کلام ہے۔

اگنیر دیوؤ دوجاتی ناں مُنی نا۔ ہردی دیو تم
پرتیما سولپ بدھی ناں سیروتر ودو تاتما نام

ترجمہ:۔ دوجنمے (براہمن مخصوص) کا دیوتا آگ ہی ہے۔ مُنیوں کا دیوتا اُن کے دل میں ہے۔ اگیانیوں کا دیوتا مورتی میں ہے۔ اور گیانیوں کا دیوتا ہر جگہ ہے۔"

تجلیات کا ظہور آگ کے شعلوں میں ہے جس کی براہمن (اور آتش پرست پارسی) پرستش کرتے ہیں یہی تجلیاں جب مُنیوں۔ (باطن پرستوں صوفیوں دھیانیوں) اندر منجلی ہو جاتی ہیں تو انہیں روشن ضمیری بخشتی ہوئی باطن میں قرار اور سکون بخشتی ہیں۔ اگیانیوں کو اب تک اس کی سمجھ نہیں ہے۔ اس لئے وہ باہر بُت پرستی کرتے ہیں۔ ہاں گیانیوں کو وہی جلوہ ہر جگہ نظر آتا ہے اُن کے لئے ظاہر و باطن سب یکساں ہیں۔ یہ اُس شلوک کی مزید تشریح ہے

یوگ کا مقصد دل کی طاقتوں کا اُبھار کر کے یکسو کرنا ہے۔ اور اس وجہ سے یوگ کبھی ایک طرح کا نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں تک کہ جسے لوگ بُت پرستی کہتے ہیں وہ بھی یوگ کی شکل۔ اور محض ابتدائی صورت ہے۔ بشرطیکہ اصلیت سمجھ میں آجائے۔

پانچواں باب

انسان کا دل اور یوگ (مسلسل)

ہم نے یوگ کی تعریف میں رشیوں کے نقطہ نگاہ سے دو باتیں کہی

ہیں سلا، یوگ دل پر قابو پانے کا مضمون ہے۔ (۲) یوگ ایشور یا پرماتما سے ملنے کا مضمون ہے۔ تم کو اختیار ہے۔ چاہے اِن کو ایک سمجھو یا دو مختلف باتیں تصور کرو۔ اگر یوگ کو صرف دل پر قابو پانے کا راز سمجھتے ہو تو تین حالتیں اُس کے قابو میں کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہونگی (۱) قوت ارادہ کی پختگی۔ (۲) خواہش ہونے پر دل کو کسی مقصد کے ساتھ بغیر کھٹکے کے جوڑ دینا اور اُس کے علم یا غرض کو پورا کرنا۔ اِس جوڑنے کو سنسکرت زبان میں سنیم کہتے ہیں سنسکرت 'سم' (بھلے) اور 'یم' (روکنا) یعنی چیت کو جہاں ٹھہرانا چاہا۔ وہاں اُسے روک رکھنا۔ (۳) سدھی شکتی یا طاقت اور کامیابی کو حاصل کرنا۔ یوگ کی اِس تعریف میں اُس کے خارج اور باطن ہونے کے دونوں ہی طبقات کا شمول ہے۔ اور مضمون بہت وسیع اور کثیر المراد ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یوگ کا مقصد شروع ہی سے یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ صرف 'پرماتما' سے ملنے اور جُڑنے کا طریق ہے۔ تو وہ کثیر المراد نہ ہوگا۔ اُس کا مقصد صرف ایک ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ 'پرماتما' کے سوا دل کی کشش یا یکجہتی یا اتصال اور یا اُس میں محویت کے سوا اور کوئی غرض ملحوظ خاطر نہ ہوگی۔ کام تو دونوں ہی طرح کی کوششوں میں ایک ہی جیسا کرنا ہوگا۔ لیکن مقصد و مُراد میں فرق ہوگا ایک قسم کا طرز عمل 'یوگی' کو صاحب معجزہ وکرامات بنائیگا۔ دوسرے میں وہ صرف 'خدا رسیدہ' ہوگا۔ 'خدا رسیدہ' ہونا خود خاص قسم کا کمال ہے لیکن یہ ایسے معراج پسند طبیعت کی نظر بقبول کرتی اور مقصد کی جانب نہ جائیگی اور نہ وہ سدھی شکتی کے جھگڑے بکھیڑے کی طرف مائل ہوگا۔*

اگر یوگ کی اِس مُراد کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے تو اِس سے یہ

---

* تاثیری کلام ۔ صوفی نیست وسیت راز سپانیست یا یار رسیدہ را دگر مطلب نیست

لگیگا کہ یوگ حاصل کرنے کا امکان نہ صرف بامذہب ہی آدمیوں میں ہو سکتا ہے۔ بلکہ اوروں کے لئے بھی اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ اِس قسم کی علمی تکسیب کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ جو ہر انسان کے لئے عام مسئلہ ہو جاتا ہے۔ اور قوت ارادگی کی پختگی اور اس سے کام لینے کے سوا وہ اور کچھ نہیں ثابت ہوتا۔ دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ 'یوگ' ہی ہے۔ اور 'یوگ' ہی سے ہے۔ لکھنا پڑھنا، علم و ہنر، فتح و نصرت، نیکی، بدی، سب کا انحصار اِسی قوت ارادی کی تکمیل پر موقوف ہے۔ ہاں صورتیں بیشک سب کی جُداگانہ ہیں۔ دیوتا اور راکشس دونوں ہی اپنے اپنے کام کی تکمیل میں 'یوگ' ہی سے کام لیتے ہیں۔ یوگی اِس راز کو خوب جانتے تھے۔ اور اِس لئے اُنہوں نے 'یوگ' کو دیدہ دانستہ صرف 'علم الٰہی' کا مضمون بنا دیا۔ تاکہ جو لوگ 'معرفت'، 'حقیقت'، 'اصلیت' اور 'ذاتیت' کے شائق اور طالب ہوں۔ وہ بھرم میں نہ پڑیں۔ اور پہلے ہی سے اپنے مقصد کی وضاحت کر کے اُس کے شغل میں مصروف ہوں۔ اور بہ نسبت پہلے خیال کے بہت بہتر ہے۔

ہندوؤں نے 'یوگ' کے مضمون کو اِس قدر ترقی دی تھی کہ زندگی کے کسی محکمہ کو اُس سے خالی نہیں چھوڑا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے تمام تصانیف میں ہر جگہ بار بار 'یوگ' کا مضمون زیرِ بحث آتا رہتا ہے۔ مذہبی معاملات کے سلسلہ میں بھی اُسے کبھی کبھی ایسی 'خوشگوار' اور 'ناخوشگوار' تکمیل کی صورت اور حیثیت بخشی گئی ہے۔ یاد و شاید 'تنتر شاستر' جو 'انشٹھان'، 'مارن'، 'موہن'، 'اچاٹن'، وغیرہ کے خیالات سے بھرے ہوئے ہیں۔ یوگ ہی کی کتابیں ہیں۔ جو اکثر انسان کے سفلی اور حیوانی نفسانی جذبات کو یکرخ بنا کر سفلیت اور حیوانیت کے خطرات میں پھنسا دیتے ہیں اور اُن کے سلسلہ میں انسان یا انسانی گروہ کی ضرر رسانی اور نقصان دہی کا اِمکان۔ احتمال۔ گمان

اور خطرہ رہتا ہے۔ مابعد زمانہ میں مہایوگی شو بھگوان نے پاروتی مہارانی جی کی زیر ہدایت اسی وجہ سے تنتر شاستر کی باتوں کو مبہم، مشکل اور غیر عملی بنا کر عوام کی توجہ کو اُدھر مائل ہونے سے روک دیا۔ لیکن "یوگ، چونکہ دل کا قدرتی فعل اور شغل و عمل ہے وہ تو مر نہیں سکتا تھا۔ اور اُس کا اہتمام ابتک ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ لیکن شو بھگوان نے حتی الامکان اُس کی اصلاح کی نظر سے قریب قریب "تنتر" کو مشکل اور دشوار ضرور بنا دیا۔

سنیچم کرنے والے یوگی نہ صرف ذہنی طاقتوں سے کام لینے کی لیاقت رکھتے ہیں بلکہ اجرام سماوی اور آسمانی مخلوق سے مل کر دنیا میں بہت کچھ اودھم مچا سکتے ہیں۔ اور انقلابات کی صورتیں پیدا کر کے دکھا سکتے ہیں۔ یہ وجہ اُس کے محدود المعنی۔ اور محدود المراد بنانے کی تھی۔ لوگ ممکن ہے اسے مبالغہ سمجھیں۔ اور یوگ کی طاقت کو بعید الامکان تصور کریں۔ لیکن اگر وہ ذرا بھی اپنے دل کی جانب متوجہ ہو کر اُس کے ممکنات کا مطالعہ کرنے لگ جائیں تو تمام باتیں جو ہم مختصر الفاظ اور معمولی اشاروں میں بتا رہے ہیں دم کے دم میں صاف اور واضح ہو کر اُن کی سمجھ میں آجائیں۔

انسان کا دل عجیب و غریب قسم کے ساز و سامان کا بھنڈار ہے۔ اسی میں اور اسی کے اندر سب کچھ ہے۔ اس سے باہر کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ باہر نظر آرہا ہے۔ نظر آئے گا یا نظر آیا تھا۔ اُس کا بھی ظہور اُسی کے اندرونی، باطنی، بطنی، اور ذہنی، ممکنات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی کو سمجھو کون سی بات ہے جس کا گذر تمہارے دلوں میں نہیں ہوتا۔ کون سا خیال ہے۔ جو تمہارے دل کے اندر نہیں آتا۔ اور اگر یہ کیفیت ہے تو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ ان سب کی جڑ یا ان سب کا بیج خود تمہارے اندر ہے "جڑ" اور بیج ہی سے ہر قسم کے پھل پھول۔ شاخ، ٹہنی اور پتے نکلتے ہیں ہاں ذرا موافق ساز و سامان پانے کی دیر ہے۔ جہاں سہولیت کی

رطوبت اور عمل کی حرارت کا میل ہوا۔ اور بس کونپلیں پھوٹنے لگیں۔ اور کامیابی کی صورت میں عمل اور شغل کا لہلہاتا ہوا درخت، دم کے دم میں ہرا بھرا ہو کر اپنی خوشنمائی۔ یا۔ بڑھوتی کا تعجب خیز اور حیرت انگیز نظارہ دکھانے لگا۔

یہ معمولی سمجھ کی بات ہے۔ اور ہر عقلمند انسان ذرا سا دل کی توجہ اور غور و فکر کی دھار کو حرکت دے کر بہ آسانی ذہن نشین کر سکتا ہے۔

"یوگ" دل کے تمام ممکنات کے "ابھارنے" "نشو و نما دینے" "خوبصورت بنانے" اور "مکمل کرنے" کی یقینی اور شرطیہ تدبیر ہے۔ جو ہمیشہ بے خطا ثابت ہوتی ہے۔ اور عامل کو کامیابی کے نشانہ یا منزل پر پہنچا کر تب چین لیتی ہے۔

"جو کچھ ہے دل ہی ہے۔ اور دل ہی کے اندر سب کچھ ہے۔"

اس دل کی کیفیت اب کسی قدر تمہارے ذہن میں آگئی۔ بہتر ہے۔ اب ہمارے ہم خیال بن کر اس راہ میں آجاؤ۔ تاکہ ہم بہ آسانی "یوگ" کے "سہل" اور "مشکل" "آسان" اور "دقیق" "اعلیٰ" اور "دشوار" مضمون کو بتدریج تمہارے ذہن نشین کراتے چلیں۔ اور اگر شوق صادق ہے۔ تو تمہیں اپنے "طرز عمل" "طرز تحریر" اور "طرز کلام" سے کام کا آدمی بنا دیں۔

چھٹا باب

انسان کا دل اور یوگ (مسلسل)

اگر یہ دل سست اور کاہل رہیگا تو بچھو کی طرح "سست قدم" "کاہل الوجود" اور "بد صورت" بنا رہیگا۔ اگر یہ دل چنچل اور منہ زور ہو گا۔ تو بندر کی طرح "چنچل

گودیں پڑا ہُوا دُنیا کے درخت کی شاخوں پر چھلانگیں مارتا رہیگا۔ کبھی کا میاں کے پھل کھاتے گا۔ اور کبھی اُس کے شاخ اور پتّوں کو توڑ توڑ کر خراب اور برباد کرتا رہیگا۔ اور اگر یہ دِل عقل اور خورد تامّل کے دام میں پھنسا رہے گا۔ تو راکشس کی طرح صرف نفسانی اور جسمانی گورکھ دھندوں کے تابع ہو کر اپنی لطیف مزاجی اور باریک بینی سے اور آدمیوں کو اپنا محکوم اور تابع رکھ کر غلط کاریاں کا مُوجد ثابت ہوگا۔ اور اپنی ایجادات اختراعات اور بدلیاتت سے آپ خود دُکھی ہوگا۔ اور دوسروں کو دُکھی کرتا رہے گا۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو اگیانی ہوگا

اُس کی یہی تین صورتیں ہیں ۔ مُوڑھ چنچل۔ اور اگیانی۔ ریچھ مُوڑھ (سُست) ہے۔ بندر چنچل ہے۔ اور راکشس اگیانی ہے۔ ہم دنیا کے عالموں فلاسفروں۔ سائنس دانوں۔ اور عاقلوں کو اگیانی راکشس کہتے ہیں۔ تم ان کی باتوں پر نہ جاؤ۔ خود سمجھ بوجھ کر اپنا ذاتی نتیجہ اور اپنی ذاتی رائے قائم کرکے جان لو۔ عقلی سودا والوں کو مغز حقیقت سے آگاہی کبھی نہیں ہوتی۔ چاہے تم مانو۔ یا نہ مانو۔

اور یہ ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ دِل تین گنوں کا تابع رہتا ہے۔ تم میں سُستی ہے۔ رج میں کشمکش ہے۔ اور ست میں لطافت پسندی ہے۔ جو تہذیب۔ طرز تمدّن۔ اور عقلی کاروبار کی جان ہے۔ مہذب انسان کا رُخ اگر اصلیت کی جانب نہیں ہے۔ تو اسے بالکل راکشس سمجھو۔

شری رام چندر جی کے تین وزیر تھے جاموونت۔ سُگریو اور وبھیشن جاموونت ریچھ تھا۔ سُگریو بندر تھا۔ وبھیشن راکشس تھا۔ جاموونت میں فطرتاً کاہلی تھی۔ سُگریو میں فطرتاً چنچل پنا تھا۔ اور وبھیشن میں عقل و تمیز تھی رام جی نے ان تینوں کو سادھ لیا۔ اور اپنا بنا کر ان سے کام لیا۔ اور راون جیسی زبردست دنیاوی طاقت کو ان کی مدد سے مغلوب کر لیا۔ یہ وزیر تم کو قدرت نے عطا کئے ہیں۔ اور تم کو بھی راون جیسی طاقت سے مڈبھیڑ کا موقع ملا ہے لیکن تم رامائن کو پڑھتے ہوئے بھی اصلیت سے

علم سے محروم رہتے ہو۔ اگر ایک مرتبہ ہماری وگیان رامائن ہی کا بغور مطالعہ کر لیتے تو یہ راز دم کے دم میں صاف ہو جاتا۔

تم کو چاہیئے کہ ہمارے مفہوم کو ذہن نشین کرو۔ اور اس دل کی تربیت میں لگ کر 'یوگ' کی ماہیت کو سمجھو۔ اور اگر چاہو تو اس یوگ کی کمائی کر کے انسانی زندگی کے مقصد کی آسانی کے ساتھ تکمیل کر لو۔ ہم تم کو آہستہ آہستہ ایسا سریع الاثر طریقہ سکھا دینگے کہ تم خود ہی اپنی آنکھوں سے کامیابی کی صورت کو دیکھ کر عش عش کرنے لگ جاوٴگے۔ ہاں ست سنگ اور ابھیاس کی ابتدا میں بیشک ضرورت ہے۔

دل کے ان تینوں جذبات کی صورتیں بدل دو۔ اور ہندوٴں کے مذہبی نقطہ نگاہ سے ان کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم کیا کریں۔ اشاروں کے سمجھنے کی لیاقت کسی میں نظر نہیں آتی۔ اس وجہ سے طوالت کا سہارا لیتے ہیں۔ اور ہر پہلو سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ کسی طرح تو ہماری مراد تمہارے ذہن میں اتر جائیگی۔

ان تینوں کی تبدیلی کیسے ہوتی ہے؟ اسے بھی لفظوں سمجھ لو۔ موڑھ جامونت کو بیل بنا دو۔ جو ہل جوتنے کے جوئے کو کندے پر رکھ لے۔ سوگریوں کو ہنس کی صورت عطا کر دو۔ تاکہ دودھ کو پی لیا کرے۔ اور پانی کو چھوڑ دیا کرے۔ اور وبھیشن کو گرڑ بنا دو تاکہ وہ عالم فضا کے لطیف طبقہ کا چکر لگاتا پھرے۔ اور زہریلے سانپوں کو نگلتا ہوا۔ امرت یا آب حیات یا پاک گنگا کے جل کو پیتا رہے۔

بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی سمجھو۔ اس دل کی تین حالتیں یا کیفیتیں ہیں۔ سفلی۔ (نیچا) درمیانی (نچلا) اور علوی (اونچا)۔ تم سفلی ہے تم درمیانی ہے۔ اور ست علوی ہے۔ سفلی کو شو کہتے ہیں۔ درمیانی کا نام برہما ہے۔ اور علوی کا نام وشنو ہے۔ یہ تینوں

گنُنوں کی بدیہی اور مجسّم صورتیں ہیں۔ جو نظام کائنات کے قدرتی قانون کی تین مجسّم حالتیں ہیں۔ شیو۔ تم ہے۔ برہما رتج ہے۔ وِشنو ست ہے۔ اس سے زیادہ انہیں اگر کوئی کچھ اور سمجھتا ہے تو سخت غلطی اور بھرم میں پڑا ہوا ہے۔ اور ہندؤں کے مقدس پُرانوں کے سمجھنے اور بیان کرنے کی اُس میں ابھی تک کافی لیاقت نہیں آئی۔ شیو کی سواری میں بیل ہے۔ برہما کی سواری میں ہنس ہے۔ اور وشنو کی سواری میں گرڑ ہے۔ ہل جوتنے والا بیل گیان ہے۔ جو بیٹھا ہُوا جُگالی کیا کرتا ہے اُڑنے والا ہنس کرم ہے۔ جو زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتا ہے اور بلند پرواز گرڑ بھگتی ہے۔ جو بید لی۔ مدولی۔ اور دوولی کے زہریلے سانپوں کو نگلتا ہُوا۔ یکرخ۔ یک دل۔ اور یکسو ہو کر صرف گنگا جل کے امرت کو پیتا رہتا ہے۔ مسلمان صوفیوں کی اصطلاح میں اسی دل کو۔ دل مدوری دل صنوبری اور دل نیلوفری کہتے ہیں۔ یہ در اصل سنسکرت زبان کے وسیع المراد الفاظ کے ترجمے ہیں۔ ترجمہ میں دھوکا ہوتا ہے۔ اور چونکہ اُن کے یہاں نہ باقاعدہ اور مکمل فلسفہ ہے۔ اور نہ تعلیم کا کمال ہے اس وجہ سے وہ کبھی کبھی دل مدوری کو دل نیلوفری سے اُونچا بنا دیتے ہیں۔ اور کبھی نیچا کر دیتے ہیں۔ ہم اُن کے خیال پر بھی روشنی ڈال دیتے ہیں اس وجہ سے کہ رادھا سوامی مت کے دائرہ اعتقاد میں اب مسلمان صوفیوں کی تعداد بھی کثرت سے شامل ہونے لگی ہے۔ دل مدوری اصل میں سِفلی دل ہے جو ناف میں رہتا ہے۔ اور یلا اپنی سمجھ بوجھ کا حال بتاتے ہوئے ایڑی سے چوٹی تک دایرہ لگاتا رہتا ہے۔ اس کے کام کے سلسلہ میں وسیع رقبہ گھیر رکھتا ہے۔ اور جُگالی کرنے والے شیو کے بیل سے مشابہ ہے۔ دل صنوبری درمیانی دل ہے جو سینہ میں رہتا ہے اور اپنی سمجھ بوجھ کا اظہار کیا کرتا ہے۔ یہ برہما کی سواری کا ہنس ہے۔ جس کے کام کا طبقہ

محدود ہے۔ اور تیلو فری عُلوی دِل ہے جو اِن آنکھوں کے پس پُشت دونو ابروؤں کے درمیان نقطہ سویدا میں رہتا ہے۔ اور وشنو کی سواری کا گرڈ بنا ہُوا عالم بالا میں پَر پرواز کو کھول رکھتا ہے اس کے کام کا رقبہ بھی بہت وسیع اور غیر محدود ہے۔ اور یہ وشنو جی اس کا قاصد ہے۔ دِل صنوبری کا تعلق شریعت یعنی کرم کانڈ سے ہے۔ دِل نیلوفری کا تعلق طریقت یا اُپاسنا کانڈ سے ہے۔ اور دِل مدوّری کا تعلق معرفت یعنی گیان کانڈ سے ہے۔ لوگوں کو سُن کر تعجب ہوا کہ سفلی دِل کو معرفت اور گیان کا منحصر علیہ بنا مانا گیا ہے۔ لیکن یہ غلط نہیں ہے معرفت اور گیان کی یہ تعریف اور خصوصیت ہے کہ اپنی 'خودی' اور ہمانیت کا اظہار نہ کرتا ہوا یکسوئی سے بیٹھ کر محویت اور استغراق کا دلدادہ بنا رہے۔ اور بار بار اُسی کی نگاہبانی کرتا رہے۔ باقی دو دلوں کا قاعدہ چکر لگانے اور پرپرواز کھولنے کا ہے دِل کو مخروطی یا گوشت پوست کا لوتھڑا نہ سمجھو یہ جوہر ہے۔ اصُول ہے۔ اور تتو ہے۔ ذرا سنت سماگم یعنی صحبت فقرا میں کچھ دِنوں بیٹھو تب اِس کی سمجھ آوے۔

ستو۔ گیان کا ادھشٹاتا وشنو ہے۔ کرم کا ادھشٹاتا برہما ہے اور اُپاسنا یا بھگتی کا ادھشٹاتا وشنو ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح کے بموجب سفلی دِل کا تعلق معرفت سے درمیانی دِل کا تعلق شریعت سے اور عُلوی دل کا تعلق طریقت سے ہے یہ ہمارے الفاظ ہیں۔ ورنہ صوفیوں نے تو غلطی میں پڑ کر دِل مدوّری کو عُلوی سمجھ لیا ہے۔ گو مُراد میں عملاً فرق تو نہیں آتا لیکن منتعلمہ الفاظ مبہم ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھنے سمجھانے میں قصور ہوتا ہے۔ اسی لئے وضاحت کی ضرورت لاحق ہوئی۔

اِن تینوں دِلوں کو تبدریج مادی اور تربیتی مرحلوں سے گذار کر

اور صاف اور لطیف بنا کر شری رام چندر جی کی طرح اُن سے کام لینا ہے۔ یہ کام کس طرح کیا جائے گا۔ اس کی تشریح کرنا "یوگ" کا مقصد ہے۔

جب تک اس دل کی تثلیثی کیفیتیں نہ سمجھ میں آئیں گی۔ اور اُن کو لطیف بنا کر اُن پر قابو نہ حاصل کیا جائے گا۔ تو ان میں تین طرح کے نقص پیدا ہونگے۔ اور وہ "یوگ" کی منزل مُراد تک رسائی حاصل کرنے میں ناکامیاب ہو گا۔

دل ہونے کو تو ایک ہی ہے لیکن طرز عمل کی وجہ سے اس کی تین صورتیں ہو جاتی ہیں۔ اور تینوں کے تین مقام بنجاتے ہیں جیسے سمجھ لو بڑھئی ہاتھ میں بسولا یا تیشہ لئے ہوئے۔ لکڑی کے تختہ پر کام کر رہا ہے۔ یہاں بھی دل کی تین صورتیں اور تین مقام اور تین حالتیں اور تین طرح کے کام تم دیکھ رہے ہو۔ دل پہلے تو بڑھئی کے جسم پر اپنی بیٹھک رکھتا ہے۔ دوسرے وہی تیشہ یا بسولے والے ہاتھ میں ٹھہرا ہوا کھٹ کھٹ کرتا ہے۔ تیسرے وہی تو ہے جو بار بار لکڑی کے تختہ پر ضرب لگاتا ہوا اُسے گھڑتا ہے۔ ایک ہی اصول ہے جو تین مختلف طبقات میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اُس کی علوی حیثیت بڑھئی کے اندر ہے۔ درمیانی حیثیت بسولے والے ہاتھ میں ہے۔ اور سفلی حیثیت لکڑی کے تختہ میں ہے جو اُسے گھڑ رہا ہے۔ یہ تین کیفیتیں دل کی ہیں۔ اور انہیں کی نظر سے اس کے نشست کی طبقہ کے خیال سے نیلوفری صنوبری اور مدوّری۔ یا علوی درمیانی۔ اور سفلی نام دیا گیا ہے ابھی ان کے اوپر اور حالت ہے جو آہستہ آہستہ زیر بحث آئیگی۔ دل کے تین نقص کا نام آنتیہ۔ ندرا۔ اور پرمادہے آنتیہ

سُشُپتی کو کہتے ہیں ۔ ندرا نیند کا نام ہے ۔ اور پرماد بے پروائی ہے ۔ یا غلطی میں پڑکر نشہ جیسی حالت میں مخمور ہو کر اپنی "انانیت" یا "خودی" کا اظہار کرتا ہے ۔

یوگی اگر اِن خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ۔ تو پھر وہ عمل کے کام میں ناکارہ ہو جاتا ہے ۔ اور اُس کی کی کمائی ہوئی محنت برباد ہو جاتی ہے ۔ اور وہ کیوں ؟ کیونکہ وہ بیچ ہی میں اٹک کر رہ جاتا ہے اور منزلِ مُراد تک نہیں پہنچ سکتا ۔

آلسیہ یا کاہلی جسمانیت یا درمیانی یا صنوبری دل کا نقص ہے ندرا یا نیند علوی و نیلوفری دل کا عیب ہے ۔ اور پرماد سفلی یا مددی دل کا قصور ہے

یوں تو یہ سب کی نظروں میں عیب ہی ہیں ۔ لیکن اکثر یوگ کے شاغل پھر بھی اِنہیں جوں کا توں نہیں سمجھ سکتے ۔ اس وجہ سے لگے ہاتھوں ہم اِن کی بھی وضاحت کئے دیتے ہیں تاکہ ہمارے پڑھنے والوں کو کم از کم واقفیت ہو جائے ۔ اور اگر وہ یوگ کے شغل کو دِل دیں تو غلطی یا غلط فہمی کا خمیازہ نہ اُٹھائیں ۔ ہم اس کو نہایت آسانی سے ذہن نشین کرائینگے ۔

کرم کانڈ کرنے والے یا شریعت کے پابند میں اگر جسمانی سُستی آگئی تو وہ اُس کے ارکان کے انجام دینے میں قصوروار ہوگا بھگتی ۔ اُپاسنا ۔ یا طریقت کے شاغل کو اگر نیند میں سونے کی عادت آگئی تو وہ کثیف مزاج بن جائے گا ۔ اور گیان یا معرفت کی راہ میں اگر پرماد یا بے پروائی کی غفلت آگئی ۔ تو وہ یا تو اناڑیوں جیسا "اہم برہم" اور "انا لحق" کی صدا سُناتا پھریگا یا گیان اور معرفت کی راہ سے کوسوں دُور جا پڑے گا ۔ اور

عین الیقین کا درجہ نہ حاصل کر سکے گا ۔ اکثر صوفی اور ویدانتی اس مکروہ مرض میں مبتلا نظر آتے ہیں ۔ یاد رہے کہ "اہم برہمہ" یا "انا الحق" کہنا معرفت اور گیان کی مراد نہیں ہے ۔ یہ اظہار حقیقت کا غلط اور بیہودہ طریق ہے ۔ نہ تو یہی کیفیت ہوئی کہ اوچھے اور ذلیل ہمت آدمی نے ذراسی شراب کیا پی لی کہ ابل اور اچھل پڑا ۔ ایسے میں نہیں رہا ضبط کی طاقت کی محدودیت یا کمی نے اول جلول اور اناپ شناپ بکنے لگ گیا "یوگ" ضبط کا مضمون ہے کم ظرف آدمی کو ادھر رجوع نہ ہونا چاہیئے ۔ ورنہ یا تو انانیت پسند بن جائے گا یا مجذوب ہو جائے گا ۔ اور ہر دو حالتوں میں وہ اصلیت سے کوسوں دور جا پڑے گا ۔

یہ وجہ ہے کہ ہم یوگ کی تعلیم دینے سے پہلے یہ عیب ذہن نشین کرا دیتے ہیں ۔ تاکہ ہمارے پڑھنے والے کم از کم غلطی میں نہ پھنسیں ۔

ہم نے جان بوجھ کر شریعت طریقت اور معرفت کے سلسلہ میں ان نقطوں کو ذہن نشین کرایا ہے ۔ یوگ میں یہ تینوں ہی باتیں عجیب طرح سے شامل ہیں ۔ یہ کرم ۔ بھگتی اور گیان کا معجون مرکب ہے ۔ کم از کم راد ھا سوامی جوگ میں تینوں ہی کا نہایت خوبصورتی کے ساتھ شمول ہے ۔

ساتواں باب

دل کے نقص اور یوگ

دل میں پانچ حالتیں نظر آتی ہیں ۔ جن کی وجہ سے اس میں ناقابلیت کا

نقص رہتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جن کو ہم دل کی ناقابلیت کہتے ہیں۔ وہی اصلاح پاکر اس کی قابلیت بنجاتی ہیں۔ یہ پانچ نقص چت۔ من۔ بدھی۔ اہنکار ہیں۔

چت میں گھڑی کی سوئی کی طرح حرکت کرنے کی عادت رہتی ہے۔ اور جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو بار بار چھیڑتا رہے۔ ویسے ہی یہ بھی لمحہ لمحہ ضرب لگاتا اور اپنی ہی ذہنی خیالی اور قوت یادداشت کے مجموعی نتیجوں سے خود مضروب ہوتا رہتا ہے۔ اس کی مثال انسان کی پلکوں کی حرکت سے کسی حد تک مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ یہ پلکیں صرف چت ہی کے زیر اثر متحرک رہتی ہیں۔ اور جو شخص جس قدر کمزور خیالات۔ اور ناقص مکروہ محسوسات کی عادتوں کا مشاق اور عامل ہوگا۔ اس کی پلکیں ویسے ہی کثرت سے جھپکتی رہینگی یہ حد درجہ کی دلی کمزوری کی علامت ہے۔ بچوں کو دیکھو۔ جب تک ان پہ مایا اور بھرم کا حملہ نہیں ہوتا۔ وہ یک ٹک دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں یہی کیفیت جانوروں کی بھی رہتی ہے۔ لیکن جہاں دنیاوی تخیلات کی کثرت کے ساتھ انسان پہ حملے ہونے لگے۔ اسی کثرت کے ساتھ اس کی پلکیں بار بار جھپکتی ہیں۔ یہ حد درجہ کی بزدلی۔ ضعف اور نقص کی حالت ہے۔ جب آدمی بالکل سنساری اور دنیاوی ہوتا ہے اور سنسار اور دنیا کا رنگ زور کے ساتھ چڑھ جاتا ہے تو اس کی یہ عادت خود بخود ہو جاتی ہے۔ اور اس کا دل ویسا ہی بن جاتا ہے۔ جیسے ابلتے ہوئے چشمے یا نکلے ہوئے بجول سے اس کی 'بو' کے بار بار نکلتے رہنے کی کیفیت ہوتی ہے۔ یہ چت کا نقص ہے۔

من میں اسی چت کی حرکت کی وجہ سے 'جوب' یعنی جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ دو صورتوں میں اپنا اظہار کرتا ہے جنہیں سنسکرت میں سنکلپ وکلپ کہتے ہیں۔ 'اخیپ' اسے کہتے ہیں جو کلپ۔ کے ساتھ ہو

اور وکلپ اُسے پہلاتے ہیں۔ جو کلپ سے جُدا ہو۔ کلپ کے معنی ہیں 'بناتا' یا دو 'کرپ' (قابل ہونا) ہے۔ یہ دونو الفاظ قابلیت اور ناقابلیت کے مرادف ہیں۔ من کی جو متضاد خیالی دھاریں چلتی رہتی ہیں۔ وہی سنکلپ وکلپ کہلاتی ہیں۔ ان کو تم پس و پیش۔ نفرت رغبت نیک و بد پسندی۔ اظہار غیر اظہار وغیرہ معنی پہنا سکتے ہو۔ ہر شخص کے دل میں یہ موجود رہتی ہیں۔ اور ان کا باعث 'چت' کی پھڑنا ہے۔ چت ضرب لگا لگا کر بہاتا رہتا ہے۔ اس وجہ سے من پر بھی وہی اثر انداز ہو کر اُس میں متضاد کیفیت پیدا کرتا ہے۔ چت ہی کی دوچتائی سے دل میں جولی اور ہیدلی یعنی نیک دلی اور بد دلی کے جذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور چونکہ قدرت کے تبدیلی پذیر طبقات میں یہ صورتیں بننے اور بگڑنے۔ قائم ہونے اور ہٹنے کی شکل میں موجود ہیں۔ اس لئے یہ من چت کی بنیاد پر یہ تماشے دکھاتا رہتا ہے۔ چت کی بار بار کی حرکت دل کے متضاد وسوسات کی شکل میں قائم ہوتی رہتی ہے۔ اسی کا نام 'من' ہے جو من کا خیالی عمل ہے اور جسے 'سوچنا' کہتے ہیں۔ یہ اُسکی کمزوری اور نقص ہے۔

تیسری کیفیت بُدھی یا عقل ہے۔ بُدھی اپنی باری پر چت اور من کے زیر اثر آکر تمیزی حس کے دایرہ میں چکر لگاتی رہتی ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ فرق اور تمیز کے مذات کا موجد بنتی ہے۔ یگانہ بیگانہ کی تمیز۔ وحدت اور کثرت کی تمیز۔ اچھے اور بُرے کی تمیز وغیرہ وغیرہ اُس کی خصوصیت ہے۔ اور اس کی جڑ ذہین کے غور و فکر پر ہے۔ اسے بھی کمزوری کہتے ہیں۔ بُدھی سنسکرت لفظ 'بُدھ' جاننے یا علم رکھنے سے نکلتی ہے۔ اس کا خاصہ علم ہے۔

چوتھی کیفیت اہنکار ہے۔ اہنکار سنسکرت لفظ 'اہم' (میں) اور کار (کرنے) سے نکلا ہے۔ جو 'میں پنے' (یا انانیت وخودی) کے جذبہ کو

مضبوط کرے وہ 'اہنکار' کہلاتا ہے - یہ اُس کا چوتھا نقص ہے۔
اِس دل کی چاروں حالتوں کی مختصر لیکن واضح تشریح یہ ہے۔
چت بار بار ضربیں لگاتا ہوا چیتتا ہے - من اِن ضربوں کو پس و پیش کے سلسلہ میں سوچتا ہے - عقل غور و فکر کے بین بین فیصلہ کرتی ہے - اور اہنکار طاقت اور کمزوری کو لئے ہوئے اُسی فیصلہ کو مضبوط کرتا ہے - اور اُس پر ٹھہرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔
اِن چاروں کے پرے اِن کی مشترکہ کیفیت ہے جو 'انبھو' کہلاتی ہے - اور اُس 'انبھو' کی بنیاد چت - من - بدھی اور اہنکار پر ہے۔ 'انبھو' کا ترجمہ حس لطیف کیا جا سکتا ہے - لیکن وہ انبھو کی طرح واضح نہیں ہے - 'انوبھو' کو 'انو بھوتی' بھی کہتے ہیں - یہ سنسکرت لفظ "انو" (بعد سلسلہ اور متشابہ طریقہ) اور 'بھو' یا 'بھوتی' (ہونے) سے نکلا ہے - 'انوبھو' قطعی فیصلہ ہے - جو قوت یادداشت کے تابع یا ماتحت نہیں ہے -
یہ پانچوں کیفیتیں پانچ مختلف قسم کے انسانی گروہ سے متعلق ہیں -
معمولی حقیر درجہ کے آدمی میں دو چیتائی رہتی ہے - کیونکہ وہ چت کے ماتحت ہیں۔ معمولی لیکن ذرا اور زیادہ درجہ کے آدمی ہیں 'من' کے وسوسات اور تخیلات رہتے ہیں - کیونکہ وہ من یا دل کا غلام ہے - عقلمند اور عاقل آدمیوں میں بدھی رہتی ہے - کیونکہ اُنہوں نے عقل یا بدھی کو اہمیت دے رکھی ہے۔ خودبیں - خودکار - خوددار - اور خودپسند آدمی میں خودبینی - خودکاری - خودبینی خودی اور خودپسندی - اور خودداری رہتی ہے - جو سوا اہنکار کے اور کچھ بھی نہیں ہے - یہ اکڑ - ضد - اور غرور ہے - گو غرور سے پورے طور پر اصلی مراد کی وضاحت نہیں ہوتی - 'انانیت' کا عربی لفظ اس سے بہتر ہے اور انبھو یا انوبھو اُن خاص قدسی صفات آدمیوں کا خاصہ ہے - جو

جو ان عیوب سے بری ہیں - اور روشن ضمیر کہلاتے ہیں -

ان پانچ کیفیتوں کی مزید صراحت ہم انسان کے مذہبی جذبات کے سلسلہ میں کئے دیتے ہیں - تاکہ ہمارے پڑھنے والوں کو بخوبی ذہن نشین ہو جائے کہ کون شخص کس درجہ کس حیثیت یا کس قابلیت کا آدمی ہے - "کرم کانڈی" یا "عاید شریعت" کا تعلق صرف جسمانیت سے ہے - یہ سب سے ادنے درجہ ہے - "اُپاسنا کانڈی" یا "عالم تصور کے پابند" کا تعلق صرف دل سے ہے - یہ اس سے بڑھ کر ہے - اہل طریقت - نقشبندی - یا اہل سلوک وغیرہ اسی قسم کے آدمی ہیں - فلاسفر - عاقل اور واچک گیانی کا تعلق صرف بدھی یا عقل سے ہے - وہ دونوں سے بہتر ہیں - چاہے وہ خدا پرست ہوں یا دہریہ ہوں - ہم بطور خود ان میں سے کسی کو نیچے درجہ کا آدمی نہیں سمجھتے - "گیان کانڈی" یا اہل عرفان - عارف اور گیانی کا تعلق "اہنکار" سے ہے - یہ تینوں سے بہتر ہیں - اہنکار "اہنگرہ اپاسک" یعنی "انانیت پسندی" کی اکڑ رکھنے والے ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ وہ دلی جذبہ کے زیر اثر کر "اہم برہمہ" "انا" اور "انا الحق" کی صدا سناتے رہتے ہیں - اور ان چاروں سے اونچے "سنت" یا "ولی" ہیں - جن کا تعلق صرف "الوہیو" یا حس لطیف سے ہے - اور وہ حق پسند - حقیقت پسند - ذات حق - اور ذات حقیقت ہوتے ہیں - یہ پانچواں گروہ چار قسم کے آدمیوں سے بہتر ہے - یہ پانچ طرح کے انسان - مذہبی دنیا میں ہم کو ہر جگہ نظر آتے ہیں - اور ان سے بھی بہتر وہ ہوتے ہیں - جو پرم سنت کہلاتے ہیں - ان کی تعریف کرنا ہمارے حد امکان سے باہر ہے - گو آگے چل کر ہم اشارہ اشارہ میں ان پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کرینگے - چار طرح کے آدمی تو بالکل من ہی کے گھاٹ پر رہتے ہیں - پانچویں ان سے اعلےٰ پایہ کے ہیں - اور پرم سنت من کے گھاٹ سے اونچے بلکہ "الوہیو" کے بھی حدی اور بیحدی کے طبقہ

کے پرے ہیں۔
یہ چاروں حالتیں دل کے نقص کہلاتی ہیں۔غرض یہ ہے کہ اگر وہ سفلی طبقہ سے متعلق ہیں تب تو وہ بالکل ہی ناقص ہیں۔ اگر علوی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں تو بیشک بہتر۔بزرگ تر۔ اور مبارک تر ہیں۔لیکن دل کے نقص پر ابھی تک اُن کو غلبہ نہیں رہا ہے۔
رشیوں نے دل کی اِن حالتوں کو مدِّ نظر رکھ کر اُس کو بھی 'اندری' یا 'حواس' کا خطاب دیا ہے۔گو من کس طرح کی اندری ہے۔یہ کمتر آدمیوں کی سمجھ میں آئے گا۔سنسکرت میں اسے 'انتہہ کرن' ' اندرونی حواس' یا 'انتہہ کرن چتشٹے' یعنی 'چار طرح کے اندرونی یا باطنی حواس' کا نام دیا ہے۔اور اسی نظر سے ہم نے اُوپر کہا ہے۔کہ چاروں طرح کے لوگ 'من کے گھاٹ' پر رہنے والے اور اُسی سے تعلق رکھنے والے ہیں۔اس وجہ سے وہ انسان کامل نہیں کہے جا سکتے۔
مضمون واضح ہوگیا۔لیکن لگے ہاتھ ہم باہری اِندریوں کی تفصیل بھی نہایت اختصار کے ساتھ کر دیتے ہیں۔تاکہ اُن کے جان لینے سے اندرونی حواس کا اور بھی تیقن یا یقین ہو جائے۔
باہری اندریاں۔جیجھیا (قوت ناطقہ)، ہاتھ۔پانوں۔مقعد۔آلہ تناسل ہیں۔کرم کرنے کی وجہ سے یہ کرم اندریاں کہلاتی ہیں۔
گیان اندریاں۔جیجھیا (قوت ذائقہ) ناک۔آنکھ۔کان۔اور چمڑے ہیں۔صوفیوں کی اصطلاحات میں یہ ذائقہ۔شامہ۔باصرہ۔سامعہ اور لامسہ کہلاتی ہیں۔گیان یا عِلم حاصل کرتے رہنے کے سبب سے اِن کا نام گیان اندری پڑا۔
یہ باہری ہیں۔کیونکہ اِن کا رُخ باہر کی طرف ہے۔اور چار

مذکرۃ الصدر چونکہ اندر ہیں۔ اور ان کا رُخ اندر کی طرف ہے۔ اس لئے وہ 'انتہ کرن' یعنی 'باطنی حواس' یا 'اندرونی اندریاں' کہلاتے ہیں۔

ہم نے اِن چاروں کی کیفیتوں کو نقص اس وجہ سے کہا ہے کہ یہی دُنیا میں بھرمانے اور بُھلانے کے سامان ہیں۔ اور جنہوں نے اُوپر کے چار قسم کے انسان کے مضمون پر غور کیا ہے وہ بہ آسانی ہمارے منشا مراد کو سمجھ لینگے۔ اور مزید غلطی میں نہ پڑینگے۔

لیکن پھر بھی ہم کو انہیں سے کام لے کر اصل حقیقت تک رسائی کرنا ہے۔ اس لئے 'یوگ' اِن کے امراض کا معالج بن کر اِن کے نقص کو کمال کی حالت میں تبدیل کرنے آیا ہے۔ تاکہ اِن کی مدد اور اِن کے تجربہ سے ہم کو اُونچے چڑھنے کی حالت نصیب ہو۔ اور ہم اُس مقصد کو حاصل کر سکیں جو 'یوگ' یا 'یوگی' کی معراج تمنا ہے۔

یہ چاروں اپنے سنکلپ وغیرہ سے 'وِرپہ' اور 'وکلپ' پیدا کرتے ہیں۔ وکلپ کے معنی تو ہم نے بتا دیئے۔ 'وِرپہ' اختلاف، ضد اور تقابل کو کہتے ہیں۔ جو دشمنی، خصومت۔ اور پریشانی کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور جس کی وجہ سے ہم اِس دُنیا یا دُنیا کے سازوسامان کو اپنے سے مختلف سمجھتے اور ناحق کا دُکھ مول لیتے ہیں۔ اور 'یوگ' اسی 'مغایرت' 'غیریت' 'علیحدگی' 'انفصال' اور 'جدائی' کے خیال کے دُور کرنے اور دُور کرانے کی کوشش ہے۔

ہم نے اپنی تحریر کے ضمن میں کسی نہ کسی شکل میں دِل کے بیٹھنے کے طبقات کا پتہ تو دیا ہے۔ لیکن یہاں پھر بھی اس کی مزید صراحت کر دیتے من کی بیٹھک سینہ میں ہے۔ چِت کی ناف میں ہے۔ بُدھی کی آنکھوں میں ہے اور اہنکار کی پیشانی کے اُس جگہ میں ہے جہاں پنڈت سُرخ صندل کا ٹیکا لگاتے ہیں۔ یہ ہمارا اپنا انبھو ہے۔ ورنہ شاستروں نے تو چِت کی جگہ ناف۔ من کی جگہ گلا۔ اہنکار کی جگہ ہردے اور بُدھی کی

جگہ پیشانی قایم کی ہے - لفظوں پر جانے کی اس قدر ضرورت نہیں ہے - مطلب سے مطلب ہے - ہم شاستروں کی مُراد کو بھی سمجھے ہوئے ہیں - اور اپنے خاص 'انجھو' کا بھی علم رکھتے ہیں - لیکن اپنے 'انجھو' کو اس وجہ سے شاستروں کے ماتحت نہیں کرتے - کیونکہ ہم نے اپنے عمل وشغل اور تجربہ کی بناپر اُسے سمجھا ہے - اور ذاتی علم - کتابی علم پہ زیادہ فایق اور قابل ترجیح ہوتا ہے -

یوگی اِن نقصوں کے دُور کرنے کی نظر سے اِن پر قابو پانے کی ترکیب سکھاتے ہیں - اور اسی کا نام 'یوگ' ہے - اِس یوگ کو پتنجلی بھگوان 'چیت' کی مغلوبیت کا نام اِس وجہ سے دیتے ہیں کہ اگر چیت پر فتح مل جائے تو پھر اوروں پر بھی یقینی فتح مل جاتی ہے - کیونکہ بھرانتی - اشانتی - اور بھرم کی بنیاد چیت ہی پر ہے - اگر جڑ کاٹ دی جائے تو پھر کام آسان ہو جاتا ہے - بلکہ پورا اور مکمل ہی ہو جاتا ہے -

ہم نے چار انتہ کرن اور اُن کے مقامات کی وضاحت تو کر دی - اُن کے نام بھی بتا دیئے لیکن ابھی تک نہ 'انجھو' کا پتہ دیا اور نہ اُس کی جگہ بتائی - یہ مقام پیشانی کے درمیانی حصّہ سے ذرا اُونچا ہے - جو پیشانی کے سُرخ صندل کے ٹیکا لگانے کی جگہ سے کچھ بلند ہے - اور جہاں پنڈت لوگ نادانستہ دایروں کی صورت میں سفید صندل کا اکثر ٹیکا لگاتے ہیں اِس انجھو کا تعلق 'سُرت' سے ہے - جو اِن چاروں سے پَرے کی کیفیت ہے - اور یہ اصطلاح رادھا سوامی مت میں برخلاف اور اور یوگ کے طریقوں کے بہ کثرت مستعمل ہوتی ہے -

---

آٹھواں باب

دل کے نقص اور یوگ کا علاج

جب کسی چشمہ سے پانی زور شور کے ساتھ بہتا ہے تو وہ اپنے ساتھ ہزاروں قسم کے کوڑے کرکٹ اور میلے کچیلے سامان کو بہاتا ہؤا چلتا ہے اور دریا کا اصلی رنگ نظر نہیں آتا۔ خواہ جس وقت کسی جھیل یا تالاب کے پانی میں ہوا کے جھکولوں سے زیادہ لہریں اُٹھنے لگتی ہیں تو پھر اُس جھیل یا تالاب میں کنارے کے درختوں کا عکس نہیں نظر آتا۔ اسی طرح جب دل کے سمندر میں جوش اور خروش رہتا ہے تو اُس میں کچھ سکون اور شانتی کے نہ رہنے سے روحانیت کا اثر معلوم نہیں ہوتا اور نہ اصلیت کی جانب نظر جاتی ہے۔ یہ انتہ کرن۔ اپنی مجموعی حیثیت کی نگاہ سے سمندر سے مشابہ ہے۔ اور چِت کی چنچلتا اُس کی لہریں ہیں۔ جو جس قدر چنچل ہو گا۔ وہ اُسی قدر شانتی سے دُور ہو گا۔ اور اصلیت کا علم اُسے نہ حاصل ہو گا۔

یوگ بتاتا ہے۔ کہ اِس چنچلتا کے مرض کا علاج ہو سکتا ہے اور وہ علاج صرف دو ہی باتوں پہ موقوف ہے۔ ایک ویراگ اور دوسرا ابھیاس۔ اِن دونو کے سوا۔ اور کوئی تیسری ترکیب نہیں ہے۔ جو شخص اِس چنچل بننے کی عادت یا حالت کو مرض سمجھتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے دُکھی ہے۔ وہ یوگ کے شفا خانہ میں جا کر ویراگ اور ابھیاس کی مجرب گولیوں کا استعمال کرے۔ اور کسی معالج یوگی سے یہ گولیاں حاصل کرے۔

(۱) ویراگ - سنسکرت لفظ 'وی' (محرومیت) اور 'راگ' (خواہش) سے نکلا ہے۔ خواہش سے بے تعلقی۔ آزادی۔ محرومیت اور جُدائی کا نام ویراگ ہے۔ اِس خواہش میں 'دین' اور 'دُنیا' خواہ 'دُنیا اور عقبیٰ' یعنی 'لوک اور پرلوک' دونوں ہی قسم کی تمنا اور آرزو سے علیحدگی مُراد ہے۔ اگر کسی طرح کی خواہش بھی دِل میں رکھی گئی تو پھر اُسے ویراگ نہیں کہا جائیگا خواہش ہی کی بے تعلقی ویراگ کہلاتی ہے۔ لیکن اِس بات کا اچھی طرح ذہن نشین کرنا آسان نہیں ہے۔ اہل مذہب بہشت اور ویکنٹھ کی لالچ دیتے رہتے ہیں جس میں یہ لالچ ہے۔ وہ یوگ کا ادھکاری نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بہشت اور ویکنٹھ بھی دُنیاوی ہی حالت کی دوسری لطیف صورت ہے جس کا واضح بیان ہم نے اس سنت سالم یعنی صحبت فقرا کے دوسرے نمبر پرلوک سدھار میں کر دیا ہے۔ یہاں اُس پر مزید بحث کی اب ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

(۲) ابھیاس - سنسکرت لفظ 'ابھی' (نزدیک) اور 'اس' (چلنے) سے نکلا ہے۔ یعنی کسی شئے کے نزدیک ہو کر چلنا ابھیاس ہے۔ اس کا ترجمہ اُردو میں عمل و شغل کی مشاقی کیا جاسکتا ہے۔ خیال کو یا جِت کو کسی شئے مفروضہ یا مقصود کے قریب بار بار لانے کی کوشش کی تدبیر کی پیروی ہی کو ابھیاس کہتے ہیں۔ اور جب تک اِس میں کامیابی نہ حاصل ہو جائے۔ تب تک اُس کے جاری رکھنے کی عادت کو ابھیاس ہی کہا جاتا ہے۔

اِن دونوں باتوں کو پہلے خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ جب تک دل میں کسی قسم کی تمنا رہے گی۔ تب تک اُس سے بے تعلقی نہیں ہوگی۔ اور جب تک بے تعلقی نہ ہوگی ابھیاس یا یوگ کا سادھن نہ بن سکے گا۔ یوگ کو بے خواہشی کی خواہش کا عمل کہا جا سکتا ہے۔ بے خواہشی کی خواہش

کو گو ایک قسم کی خواہش کا نام دیا جائے ۔لیکن وہ خواہش نہیں ہے بلکہ خواہش کی بیکلی ہے۔

جب تک یہ خواہش ہے ۔ تب تک چت بار بار اُسی کی طرف مایل رہیگا ویراگی نہ ہوگا ۔ اور ویراگی نہ ہونے کی وجہ سے وہ ابھیاس کی جانب رجوع نہ ہوگا ۔ اور کام نہ کر سکے گا ۔ اس لئے اُسے خوب ذہن نشین کرکے تب اس منزل میں قدم اُٹھانا چاہیئے۔

لوگوں نے گھر بار چھوڑنے اور جنگل میں تنہائی کی زندگی بسر کرنے کو ویراگ کا نام دیا ہے ۔ اِس طرز عمل کو گو ویراگ کہہ لیا جائے ۔لیکن چونکہ تعلق اور بے تعلقی کا انحصار صرف دل کی وابستگی اور غیر وابستگی ہی سے متعلق ہے ۔ اس لئے صحیح معنی میں دل کے کسی امر سے بے تعلق بنانے کا نام ہی ویراگ ہے ۔ اس کے سوا وہ اور کوئی شے نہیں ہے ۔ دُنیا میں رہو ۔ دُنیا کو چھوڑ کر جا کہاں سکتے ہو ۔ ہاں دُنیا کے ہو کر نہ رہو ۔ یہ ویراگ ہے۔

اِس ویراگ کا حاصل کرنا مشکل ہے ۔ ہر شخص سے اِس کی اُمید نہیں کی جا سکتی ۔ اِس لئے اس ویراگ کی تکمیل میں بھی مدراج اور مراتب ہیں برا دھاسوامی مت زوردار لفظوں میں کہتا ہے کہ کسی کو دُنیا کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ دُنیا میں رہ کر بھی ویراگ کیا جا سکتا ہے اور اس کی سہل ۔ آسان اور قطعی تدبیر یہ ہے کہ کسی ایسے کامل بزرگ سنت کی چند روز صحبت کرو جس نے عملاً اور علماً تعلق میں بے تعلقی اور بے تعلقی میں تعلق کی زندگی کی مثال قایم کر رکھی ہے اور اُس کے فیض صحبت کے اثر سے تم میں خود بخود ویراگ کی حالت آتی جائیگی ۔ اور یہ مشکل کام آسان ہو جائیگا ۔ ورنہ لاکھ کوشش کرو ۔ اس کا اہتمام محال اور دشوار ہو اِس میں شک نہیں ایسے آدمی بھی ہیں جو فطرتاً ویراگی ہوتے اور ہو سکتے ہیں

لیکن یہ عام نہیں ہیں۔ شاذ ہیں۔ اور شاذ کو معدوم کہا جاتا ہے۔ سنتوں کی اس صحبت کو ست سنگ کہا جاتا ہے۔ اور ست سنگ ویراگی بنانے کی عام تدبیر ہے۔

جب کچھ دنوں صحبت کا فیض حاصل کر لیا گیا۔ تو دل خود بخود وسوسات اور خدشات سے کسی حد تک آزاد ہونے لگے گا۔ اس وقت اسے ابھیاس میں لگانا آسان ہو جائے گا۔

اب ہم کو ضرورت پڑی کہ یہاں پھر دوبارہ ابھیاس کی مزید تشریح کر دیں۔ ابھیاس اور کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف خیالی مشاقی واہمہ کا عمل اور تصور کا دلی تعلق ہے۔ خیالی طور پر دل کو کسی خوشنما۔ دلپسند اور مرغوب کام میں لگا دو۔ اور وہ جس قدر اس سے گہرا تعلق پیدا کرتا جائیگا اسی قدر غیر خوشگوار۔ غیر دلپسند اور غیر مرغوب اسباب سے خود بخود جدا ہوتا جائے گا۔ اور جس خیال کو لے کر ویراگ کی ابتدا کی گئی ہے۔ وہ اسے مکمل کر دے گا۔

ویراگ اور ابھیاس ہر کام میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جب کسی شے سے بے تعلقی کرنا منظور ہو۔ تو دل کو اس کی ضد سے متعلق کر دو۔ اور اس میں کامیابی ہو جائے گی۔ اور اگر اس تعلق اور بے تعلقی کی سمجھ نہیں آتی۔ یا اس کا اہتمام نہیں کیا گیا تو ویراگ کا جیس اور سانگ تو بنا لیا جائیگا لیکن اصلی مراد سے ہزاروں کوس کی دوری رہے گی۔ یہ دنیا عالم مثال ہے جہاں اس جگہ دنیاداروں کی کثرت ہے۔ جو رات دن اسی دنیا کے دام میں پھنسے رہتے ہیں۔ وہاں ایسے بھی لوگ ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ جو بے پروائی کے ساتھ دنیاوی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی دنیا کے ہو کر نہیں رہتے۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ پھر غور کرنے سے آپ ہی آپ ایسے بزرگ نظر آنے لگیں گے اور مقصد بھی یہی ہے۔ کہ بغیر ترک دنیا کئے ہوئے

تم بھی تارک الدنیا ہونے کی حیثیت حاصل کر لو۔ اور بیہ جنگل میں جاکر رہنے سے بدرجہا بہتر اور خوش تر ہے۔ اور ساتھ ہی آسان بھی ہے۔ صرف ست سنگ میں رہنے۔ ست سنگ کے بچن سننے اور ست سنگ کرانے والے کی مثالی اور عملی زندگی سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ اور بس۔

اِس ویراگ اور ابھیاس کی اور بھی ہم مزید تشریح کر دیتے ہیں۔ دل کی عادت ہے کہ یہ بے تعلق نہیں رہ سکتا۔ اگر اسے دنیاوی سازو سامان میسر نہ آئیں تو یہ اپنی قوت یادداشت کے زور سے خیالی طور پر انہیں اپنے دل کے اندر پیدا کر کے اُن میں لپٹا رہتا ہے۔ یہ تم سمجھ سکتے ہو۔ اور جب اُس کی یہ کیفیت ہے تو پھر بالعوض اِس کے کہ اُسے اِن کے چھوڑنے کی ہدایت کرو۔ اُسے بہتر اور خوشنما تر چیز دیدو۔ اور جب وہ اِدھر رجوع ہو جائیگا تو وہ آپ ہی آپ اُن سے بے تعلق ہو جائیگا اور اس نئے تعلق کے سلسلہ میں جب اُسے گذشتہ اور موجودہ تجربات کا علم ہونے لگے گا۔ تو اس نئے تعلق کی ماہیت اور اصلیت بھی سمجھ میں آجانے لگی۔ اور یہ بھی وقت پر اُس کا گریبان گیر دامنگیر لفظ گلوگیر نہ ہو سکے گا۔ اور ابھیاس اور ویراگ ساتھ ساتھ خوش اسلوبی سے چلتے ہوئے جنیی کامیابی کا منہ دیکھ لیں گے۔ مختصر لفظوں میں ویراگ پرانے ناخوشگوار تعلقات سے بے تعلقی ہے۔ اور ابھیاس نئے خوشگوار تعلقات سے تعلق کا مضمون ہے۔ دھوکا نہ کھانا۔ یہ ابھیاس اور ویراگ بھی آئندہ مقصد۔ آئندہ معراج نما۔ اور آئندہ دُھریہ کی نظر سے صرف ذریعہ محض ہیں۔ انہیں کو ہمیشہ دل دینا۔ یا انہیں کا ہو کر رہنا بھی مقصود۔ اور منظور نہیں ہے۔ مقصد اور ذریعہ میں فرق ہوتا ہے۔ مقصد مقصد ہے اور ذریعہ ذریعہ محض ہے۔ ہاں مقصد کے خیال سے ذریعہ سے کام لیا جاتا ہے

اور حیرت انگیز نتیجے دکھا دیتا ہے۔ جو لوگ کسی کام میں ناکامیاب دکھائی دیتے ہیں اُس کا سبب یہ نہیں ہے کہ کسی آسمانی یا زمینی طاقت کی طرف سے اُن کی مزاحمت اور مخالفت کی جاتی ہے۔ بلکہ انہوں نے دل کو اپنا نہیں بنایا ہے۔ جس وقت دل کو اپنا بنا لینگے۔ وہ بھی بڑے کامیاب ہو جائینگے۔

دل پر مسلط۔ با اختیار اور حاکم ہونے سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بے شمار ہیں۔ اُن کا حساب لگانا نہ صرف ہمارے بلکہ کسی انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم یہاں تجربہ کی بنا پر چند باتیں سُنا دی جاتی ہیں۔ جو تم کو یاد رہ سکیں گی۔ اور جس وقت تم اپنے ذاتی تجربوں سے اُن کا مقابلہ کروگے تو یقیناً سچی اور صحیح پاؤ گے

پہلا فایدہ تو یہ ہے کہ صاحبدل یعنی دل پر اختیار رکھنے والا کبھی مضطرب بے چین اور بے قرار نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو شے اضطراب بے چینی اور بیقراری پیدا کرنے والی ہے اُسے اُس نے اپنا زیر اور محکوم بنا لیا ہے۔ اور اس نظر سے اُس نے زندگی کے بہت بڑے دُکھ کو نہ صرف اپنا زیر بنا لیا۔ بلکہ جب چاہے شوخ اور چنچل گھوڑے کی طرح اس کی لگام دل کو سُکھ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اور دُکھ کو اپنی خواہش اور مرضی کے موافق جب چاہے معدوم کر سکتا ہے۔

دوسرا فایدہ یہ ہوگا۔ کہ چونکہ دل کی حالت اچھی رہتی ہے جسمانی حالت بھی درست رہے گی۔ اور امراض کا حملہ اُس پر کمتر ہوگا۔ انسان کے جسمانی مرض زیادہ تر اُس کے دل کی خرابی اور دلی تو ہمات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ وہ دل کو جب چاہے گا۔ موڑ لے گا اور جب چاہے گا کام میں لگائے گا۔ اُس کا آنا جانا۔ رُکنا اور

بڑھنا - اُس کے اپنے اختیار میں رہے گا۔
چوتھا فائدہ یہ ہوگا - کہ نہ صرف اُس کے دلی تجربات اور معلومات میں وسعت ہوگی - بلکہ وہ عام آدمیوں سے زیادہ عقلمند اور لطیف الحس بن جائے - اور مشکل سے مشکل مضمون کو چاہے وہ اُس کے متعلق ہوں یا نہ ہوں لمحہ میں سمجھ جائے گا۔
پانچواں فائدہ یہ ہوگا کہ اُس میں خاص قسم کی سدھی شکتی آ جائیگی جو اور کچھ نہیں ہیں - صرف قوت ارادی کی پختگی کے اثرات اور نتائج ہیں خرق عادت کا آنا معمولی سی بات ہے۔
چھٹا فائدہ یہ ہوگا کہ اُس کا رُخ ہمیشہ رُوح کی جانب رہیگا - اور خواہش کرنے پر اُسے استغراق اور سمادھی حاصل ہوگی۔
ساتواں اور آخری فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اُس کی زندگی سادہ - سیدھی سادی ہوگی - اور خیالات کی نظر سے وہ ہمیشہ بلند باطن اور وسیع نظر بنا ہوا بہ تدریج سچی سادھن کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرلے گا - اور اس کے مقابلہ میں وہ جیون مکت دشا (زندگی میں نجات) کی کیفیت حاصل کرکے مرنے کے بعد ودیہ مکت کا درجہ پا جائے گا۔
جسمانی اور رُوحانی کاروبار میں یوگ کے سادھن کرنے والے کو یکساں طور پر کامیابی ہوتی ہے - کامیابی ہی کا نام یہ شکتی اور شکتی ہے - اور گو یہ یوگ کے مضمون میں صرف آٹھ ہی قسم میں محدود دی گئی ہیں - اور وہ فہرست غلط نہیں ہے۔ لیکن نوعیت کے لحاظ سے یہ بے شمار قسموں کی ہو سکتی ہیں - ساری بات دل کے یک کرنے پر منحصر ہے - جو دل کے یکسو کرنے کا راز سمجھ گیا ہے۔ وہ ساری ہی کسی کام یا خیال یا واہمہ میں اپنا دل جوڑ سکتا ہے۔ وہ بمقابلہ اوروں کے بہت جلد اپنا کام کرلے گا - اور اس کی تھوڑی دیر اور تھوڑی

روحانی محنت کا کام دوسروں کے سالوں اور عمروں کے کاموں کے
زیادہ شاندار مفید اور دیرپا ثابت ہوگا۔ دنیاداروں کے کام جلد فنا
ہو جاتے ہیں لیکن رشیوں۔ منیوں۔ ولیوں۔ نبیوں۔ اوتاروں۔ تیرتھنکروں
سنتوں اور سادھوؤں کے خیالات کا سلسلہ مدتوں کیا بلکہ اگر وہ چاہیں
تو ابدالآباد تک جاری رہ سکتا ہے۔ اور یہ تم دیکھ رہے ہو دنیاوی
سلطنتیں بگڑ جاتی ہیں اُن کی رعایا خود ہی انقلاب کے سامان پیدا کر
کے انہیں غارت کر دیتی ہے۔ لیکن روحانی بادشاہیں بہت دنوں
تک اُن کے گذر جانے کے بعد بھی قائم رہتی ہیں۔ جیسا کہ مختلف
مذاہب پنتھ اور سمپردا کی صورت میں تم دیکھ سکتے ہو۔ سبب یہ ہے
کہ ان میں سے سب کے سب کسی نہ کسی درجہ کے یوگی تھے۔

عقل۔ دل۔ جسم اور حواس یہ سب ناپائیدار ہیں۔ پائیداری روح میں
نسبتاً سب سے زیادہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ روحانی طریقہ ہیں
جس آئین۔ دین اور پنتھ کا سنگار کیا جاتا ہے۔ وہ بہت دنوں
تک چلتا ہے۔ ناستک [illegible] کی نظر سے کچھ کسی قدر لوگ کا
مشغول رہتا ہے۔ لیکن روح کے ساتھ تعلق نہ پیدا کرنے کی وجہ سے
اُس طریق کی بنیاد ریت [illegible] پر رہتی ہے۔ ان کی نظر
جسم اور جسمانی اخلاق اور تہذیب سے اونچے نہیں جاتی۔ [illegible] جیسے
ان کے علم اور خیال میں پائیداری کا حصہ قلیل رہتا ہے۔

تم دیکھتے ہو مدرسہ کا ایک لڑکا بمقابلہ دوسروں کے محنت
جدوجہد میں مصروف ہو کر [illegible] اونچا ہے۔ تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ کسی کسی شخص
خواہ وہ [illegible] ساہوکاری یا اور [illegible] کا [illegible]
[illegible] کے [illegible] جاتا ہے۔ اس کا سبب
صرف یہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے جنموں میں کمائی کی تھی اس کا

کو پہلے سمجھ لینی چاہئیں۔
اس میں سب سے زیادہ ضروری باتیں جسم کو تندرست رکھنا اور عمل و شغل میں اعتدال کی پیروی کرنا ہے۔ جو جسم کو صحیح اور تندرست نہیں رکھ سکتا۔ ابتدا میں وہ یوگ سادھن کے بالکل ناقابل ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص شغل کے سلسلہ میں جسمانی طبقہ کی طرف سے کچھ دنوں بعد سبکے پرواہ ہو جائے تو اس کی دوسری بات ہے۔ لیکن ہم پھر بھی یہ کہیں گے کہ جو یوگ کی آخری منزل پر رسائی کرنے کا خواہشمند ہو۔ اُسے منزل مُراد تک پہنچنے سے پہلے جسمانی صحت کا لحاظ رکھنا چاہئے ورنہ جسمانی بیماری۔ کمزوری۔ اور نقص اس کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوگی۔ اور وہ ادھورا رہیگا۔ اسی طرح جو اعتدال کی راہ پر نہیں چلتا وہ افراط۔ تفریط۔ کمی بیشی۔ اور تیزی سستی کے نقص کا بھی شکار ہو جائیگا شغل نہ زیادہ کرو۔ نہ کم کرو۔ زیادہ کرنے سے تھکاوٹ آ جائے گی۔ اور اُسے چھوڑ بیٹھو گے۔ کم کرنے سے تمہیں اُس کی لذت نہ ملے گی۔ اور شوق نہ بڑھے گا۔ اس لئے اس اندازہ کے ساتھ کام میں لگو کہ اس کی لذت ملتی رہے۔ اُس کا علم حاصل ہوتا جائے۔ اور تم میں نہ سستی آنے پاوے اور نہ قناعت یا صبر یا تشفی (سیری) کا نقص پیدا ہونے پاوے۔ ہم نے دونو قسم کے آدمی بیرکثرت دیکھے ہیں۔ کم کرنے والے ... رس بلا رہے۔ نہ لذت ملی۔ اور وہ کھو گئے۔ اور زیادہ کرنے والوں کو ... لا۔ لیکن چونکہ وہ زور کے ساتھ ایک ہی مرکز پر عمل کرتے رہے ... لطیف ہو گئے۔ اصلیت کا جزوی علم مل گیا۔ اور اُسی پر قانع اور ... شی ہو کر بیٹھ رہے۔ اور عمل کو چھوڑ دیا۔ اس دل کی عجیب کیفیت ہے۔ ... کثیف رہتا ہے۔ تب بھی دُکھدائی ہوتا ہے۔ اور جب لطیف بن جاتا ہے تو اور بھی زیادہ دُکھدائی ہو جاتا ہے۔ اور جہاں ذرا تنوں

کی سمجھ آنے لگی۔ تب وہ 'خدا' یا 'برہمہ بننے' کا دعویدار ہو کر پھر عمل و شغل کو پوچ اور غیر ضروری سمجھ لیتا ہے۔ اور درمیانی مرحلہ میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ یہ حد درجہ کے نقص ہیں جنہیں ہم پہلے کسی اور شکل میں کہہ آئے ہیں۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ بمقابلہ جسمانی کام کے خیالی کام مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ آسان تو اس لئے ہے کہ خیال کے تانے بانے بُنتے رہنا ہر شخص کے دل کا فطرتی فعل ہے۔ لیکن جب اُسے کسی اور خاص قسم کے خیال کی مشاقی کی ہدایت کی جاتی ہے۔ تو وہ مشکل ہو جاتا ہے۔ انسان اپنی مرضی سے چاہے کسی جگہ دو چار گھنٹے بیٹھا رہے۔ لیکن جب اُس سے یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں آدھ گھنٹہ بیٹھے رہو۔ تو یہ بیٹھنا مشکل کام بن جاتا ہے۔ اسی نظر سے ہم نے اُسے آسان اور مشکل دونوں بتایا ہے۔ یوگ میں قاعدوں کی پابندی کرائی جاتی ہے۔ قید و بند کی حالت سے ہر شخص فطرتاً گھبراتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ وہ طبعاً آزاد ہے۔ لیکن اصول یہ ہے کہ جب تک تادیب کی بندش اور تربیت کے قیود کے مرحلوں سے کسی کو نہ گذارا جائے۔ تب تک اُس میں خاص قسم کی کامیابی کا امکان محال ہوتا ہے۔ یہ دینی۔ دُنیاوی۔ اور رُوحانی معاملات میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یوگی چونکہ ان ضابطوں کی پابندی ضرور قرار دیتا ہے۔ اس وجہ سے اُن کا لحاظ کرنا ہر یوگ کے شائق۔ خواہشمند اور عامل کے لئے لازمی ہے۔

دوسرا حصّہ

پتنجلی بھگوان کے یوگ کی سرسری نظر

گیارھواں باب

اشٹانگ یوگ

پتنجلی بھگوان کے یوگ سوتر میں یوگ کے آٹھ انگ لازمی اور ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔ اور یہ اِس لئے اشٹانگ یوگ کہلاتا ہے۔

ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) یم (خارج کرنا)

(۲) نیم (پابندی)

(۳) آسن (بیٹھنے کی وضع)

(۴) پرانایام (پران یا حبسِ انفاس کا عمل)

(۵) پرتیاہار (خیال کو باہر سے مرکز پر لانے کی کوشش اور محنت)

(۶) دھارنا - (خیال یا دھیان کو پکڑ رکھنا - اور اسے مرکز پر جمانا)

(۷) دھیان - (عمل دھیان - یا دھیان کے خیال کی مشغولی - یا اُس پر

بالاستقلال جم کر بیٹھ رہنا)

(۸) سمادھی۔ (عمل تصور میں محویت۔ استغراق اور فنائیت کا درجہ حاصل کرنا۔ یعنی بہت دیر تک اُس میں اس طرح جم کر بیٹھنا کہ تن بدن کا ہوش نہ رہے۔ اور خودی کو تصور میں بالکل معدوم کر دیا جائے)

پہلے کے پانچ باہر مکھی یعنی خارجی عمل ہیں اور پچھلے تین انتر مکھی یعنی باطنی عمل ہیں۔

اب ہم اِن آٹھوں اصطلاحات کی اپنے طور پر اس طرح عام فہم زبان سلیس عبارت اور عامیانہ پیرایہ میں بیان کرینگے تاکہ ہر شخص جو یوگ کے سیکھنے کا شایق ہے ۔ فضول باتوں میں نہ پڑ کر اُن کی اصلیت اور اصلی مراد سے بہ آسانی واقف ہو جائے۔ اور یوگ کو دشوار یا غیر ممکن عمل نہ تصور کرے۔

بارھواں باب

(۱) یم (نفی کے خیالات کا ترک)

یم سنسکرت مادہ "یم" سے نکلا ہے جس کی مُراد صرف "روکنے یا روک رکھنے" کی ہے۔ اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی کئی ہیں۔ مثلاً۔ "مزاحمت کرنا" "غلبہ پانا" "مغلوب کرنا" "چھوڑ دینا" "ختم کر دینا"۔ "بلا ضبط" "اطاعت" "خلوص" "صبر و استقلال" "پاک ہو جانا" وغیرہ وغیرہ

پتنجلی نے اِس "یم" کی پانچ صورتیں قایم کی ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں :۔

(۱)۔ اہنسا (غیر دلآزاری۔ معصومیت۔ غیر ضرر رسانی)
(۲)۔ ستیہ۔ (سچائی یعنی جھوٹ سے گریز)
(۳)۔ استیہ۔ (ترک سرقہ۔ چوری نہ کرنا)
(۴)۔ برہمچریہ (عورت کی صحبت سے پرہیز)
(۵)۔ اپریگرہ (بے تعلقی خیرات سے پرہیز)

ان کو ہم نے اپنے طور پر نفی کے خیالات کا ترک کہا ہے لیکن متذکرہ الصدر فہرست میں تین الفاظ یعنی اہنسا۔ استیہ۔ اپریگرہ تو نفی کی خود صورت رکھتے ہیں۔ باقی دو۔ یعنی ستیہ اور برہمچریہ۔ اثبات کی شکل والے ہیں۔ ان سے ہمارے خیال میں غلطی نہیں ہوتی بلکہ یہ اور بھی اُسے تقویت دیتے ہیں۔ سُوتر کی لفظی ترتیب کو مدنظر رکھ کر یہ ہر دو لفظ اثبات ہی کی صورت رکھے گئے ہیں صرف یہ فرق ہے۔ ورنہ مُراد وہی ہے۔ نفی کو ترک کر دو۔ نفی کا ترک بغیر اثبات کے قبول کے نہیں ہوتا۔ ایک کے گرہن (قبول کرنے) سے دوسرے کا تیاگ (ترک) خود بخود ہو جاتا ہے۔

یم اخلاق کی درستی کا پہلا زینہ ہے۔ جو یوگی کی راہ میں آتا ہے۔ اگر اس کا خیال نہیں کیا گیا تو پھر آگے کی ترقی محال اور غیر ممکن ہوتی ہے۔ پانچوں کو واضح لفظوں میں اس طرح سمجھو۔

(۱) کسی کو نہ ستاؤ۔ نہ کسی پر ظلم کرو۔ دلآزاری سے ہمیشہ بچتے رہو۔
(۲)۔ جھوٹ نہ بولو۔ نہ خلاف واقعہ یا مبالغہ آمیز گفتگو کرو۔
(۳)۔ چوری نہ کرو۔ نہ کسی کی چیز پر اپنی نیت بگاڑو۔
(۴) عورت کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور ایسے افعال یا خیال سے بچتے رہو جس سے برہمچریہ کے زائل ہونے کا خوف ہے
(۵) کسی سے خیرات نہ لو۔ نہ اُس کی اُمید رکھو۔

اور کیوں اس یم کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ وجہ ظاہر ہے:-
(۱) جو کسی کو ستائیگا۔ کسی کے جسم اور دل کو صدمہ پہونچائے گا۔ وہ اوّل تو خود ہی اپنے خیال سے اپنے دل کو گندہ۔ ناپاک اور زہریلا بنائیگا اور پھر مظلوم کے دل سے جو آہ۔ اور مصیبت کے خیال کی دھاریں اور بد دعائیں نکلیں گی۔ وہ اس مردم آزار۔ دلآزار اور ستمگار کے دل کی سفلی احساس کو غلبات نفسانی۔ خواہشات جسمانی اور جذبات حیوانی سے بھر بھر کر گھنا بنا دینگی اور وہ لطیف مزاج نہیں ہوئیگا۔ بڑی ہنسا۔ تو غیبت بدگوئی۔ توہین۔ تذلیل۔ اور عیب جوئی ہے۔ اس سے کمتر درجہ کی گو نشخواری ہے۔ دونو ہی عادتیں بری ہیں۔ اور دونوں ہی یوگ کی دولت سے محروم کرنے والی ہیں۔ ہنسا کرنے والا حد درجہ کا سیاہ کار۔ غضبناک۔ بے انصاف۔ اور ظالم ہوتا ہے۔ اس میں درندہ حیوانوں کے جذبات آجاتے ہیں۔ اور وہ انسانی صورت میں درندہ ہونے سے خراب رہتا ہے۔ شکار مارنے والے حیوانات غضبناک تو ہوتے ہیں لیکن بزدل بنے رہتے ہیں۔ شجاع نہیں ہو سکتے۔ آڑ میں شکار مارنے کے عادی ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے نباتات کھانے والے حیوان شجاع دلیر۔ نڈر۔ اور زندہ دل ہوتے ہیں وعلیٰ ہٰذا لقیاس۔

سب شاستروں نے یکزبان ہو کر کہا ہے۔ کہ "اہنسا (یعنی ہنسا نہ کرنا) ہی سب سے بڑا دھرم ہے۔ اور ہنسا (یعنی دلآزاری جسم آزاری) سب سے بڑا ادھرم ہے۔ مارنا۔ قتل کرنا۔ گوشت کھانا یہ جسمانی ہنسا ہے بدگوئی۔ غیبت۔ نکتہ چینی زبان کی ہنسا ہے۔ حسد۔ بغض۔ بدنیتی۔ بدخواہی عداوت یہ دلی ہنسا ہے۔ قول۔ فعل اور خیال سے کسی کو کسی قسم کا صدمہ۔ آزار۔ یا ضرر نہ پہنچانا اہنسا ہے۔ *

نوٹ:- تائیدی کلام اگلے صفحہ میں ملاحظہ ہو

(۲) اسی طرح جو جھوٹ بولتا ہے وہ بلا ضرورت دل کو ناپاک بناتا ہے۔ فائدہ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ نقصان بہت ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ جھوٹ سے کسی اور کو ضرر نہ پہنچے۔ گو یہ مشکل ضرور ہے۔ لیکن جھوٹ بولنے والا کسی طرح ضرر یا نقصان سے بچ نہیں سکتا۔ جھوٹ بولنے سے انسان میں تین عیب آجاتے ہیں۔ شرم۔ خوف اور پس و پیش۔ اور اس عادت والے کو کبھی یوگ کا عمل نہیں سکھایا جاتا۔ اور وہ سیکھ کر بھی کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(۳) چوری کرنے سے انسان میں مکر و فریب کی عادت آتی ہے۔ اور جو شخص چوری کرتا ہے۔ وہ نادانستہ دوسروں کے برے سنسکار ان کی چیزوں کے لینے سے اپنے دل میں داخل کر کے کمزور ہو جاتا ہے۔

(۴) زن پرستی۔ زنا۔ عیاشی۔ اور دوسری قسم کی غلط کاری انسان کے دل اور جسمانی طاقت کو سخت ضعف پہنچاتی ہیں۔ اور وہ لاکھ کوشش کرتے جائیں اور کچھ ہو یا نہ ہو جائے۔ لیکن صاحب دل کبھی لاکھ جنم میں بھی نہ بنیں گے۔ اور اس قسم کے سفلی جذبات کے مغلوب کو یوگ سیکھنے کا کبھی استحقاق نہیں ہے۔ وہ ان جذبات کا غلام ہے۔ کہنے والے کہہ گئے ہیں کہ "جہاں کام رہتا ہے۔ وہاں رام نہیں رہتا"۔ کام شہوت کو کہتے ہیں۔ اس سے بچنا پرم دھرم ہے۔

(۵) اپریگرہ کے معنی بے تعلقی کے ہیں۔ اور یہ بے تعلقی زیادہ خیرات لینے

بقیہ نوٹ تا [illegible] [illegible]
مطلب خیز ترجمہ [illegible]
(۲) [illegible]
مطلب خیز ترجمہ [illegible]

سے ہے۔ یوگی اگر کسی کی روٹیوں کا محتاج ہے تو اس سے کہو کہ ہوا کھائے۔ سب کچھ کرے۔ لیکن یوگ کا خیال بھول کر بھی نہ کرے۔ ابھی اس کے لئے اُس سے تعلق پیدا کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ جو شخص حق و حلال بِلا کے رزق کی کمائی نہیں کرتا یا نہیں کر سکتا۔ وہ یوگی نہیں ہو سکتا۔

اور بات یہی سچی ہے۔ کون جانے کس کا غلہ کس قسم کا ہے۔ اور کس ترکیب سے حاصل کیا گیا ہے وہ خاص قسم کے اثرات سے خالی کب رہ سکتا ہے ایک بات تو یہ ہوئی۔ دوسرے وہ خاص قسم کے اثرات سے خالی کب رہ سکتا ہے۔ ایک بات تو یہ ہوئی۔ دوسرے جیسا وہ اپنے رزق کیلئے دوسرے کا محتاج ہے۔ تو یہ محتاجگی سخت عیب ہے۔ اور کون جانے کوئی شخص ویسی غذا مہیا بھی کرا سکتا ہے یا نہیں۔ جو یوگ جیسے عامل کے دلی جذبات کے صالح بنانے کا اثر بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ غذا کا اہتمام مقدم اور یوگ کا سادھن متوخر ہے۔ اپریگرہ کا تعلق صرف خیرات ہی کی بے تعلقی سے نہیں ہے۔ بلکہ فضول خواہشوں سے بچ کر رہنے سے بھی ہے جو خواہشات اور وسوسات کا غلام ہے۔ وہ لوگ سمجھنے کا حق نہیں رکھتا یہ شغل بوالہوس اور نادان دل کے لئے نہیں ہے۔

ہم نے نہایت ہی اختصار سے یم کے مضمون پر بحث کیا ہے اور اس موقع کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ لکھنے میں طوالت ہوگی۔

ان نفی کے خیالات۔ یعنی (۱) وئانز ری (۲) محمو سٹ (۳) چوری (۴) زنا اور (۵) خیرات کے خیال سے بچ کر رہنا یم کہلاتا ہے۔

بِلا۔ تا بندی یا امر ۵ خدا زر کنت کتی منتعل۔ پراگندہ روزی پراگندہ دل
متصب چیہ ترجمہ۔ روزی ڈلے کو سادت ہر کام۔ کر نہیں روزی عبادت ہو گئی

تیرہواں باب

نیم (اثبات کے خیالات کی پابندی)

نیم سنسکرت مادہ 'نی' (پہلے) اور 'یم' (روکنے) سے بنا ہے۔ یہ کثیر المعنی لفظ ہے۔ بعض بعض معنی یہ ہیں:۔ 'مطابقت' 'ٹھیکہ' 'اقرار' 'وعدہ' 'تقرری' 'پابندی' 'دستور' 'قاعدہ' 'لازمی شرط' 'اختیار' 'تیقن' 'رسم' 'رواج' وغیرہ وغیرہ قریب قریب یہ تمام معنے ہماری مراد کو ظاہر کرتے ہیں۔ جس طرح یم کے بارے میں کہا جا چکا ہے۔ کہ اُن کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اُسی طرح نیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُس کا اختیار کرنا یا اس کا پابند ہونا لازمی ہے۔ یہ دونوں یوگ کے مبتدی عامل کے لئے سخت شرائط ہیں۔

نیم بھی یم کی طرح پانچ ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) شوچ:۔ (پاکی۔ طہارت۔ صفائی)

(۲) سنتوش۔ (صبر۔ قناعت۔ موجودہ حالت پر راضی رہنا)

(۳) تپ:۔ (مجاہدہ۔ ریاضت۔ قوت برداشت۔ حلم۔ اور سختی کا عادی ہونا)

(۴) سوادھیائے (مذہبی کتابوں کا مطالعہ جو یوگ سے بالخصوص متعلق ہیں۔ اور انسان کو بالعموم نیک دل۔ نیک باطن اور نیک عمل بنانے میں مددگار ثابت ہوں)

(۵) ایشور پرندھان:۔ ایشور کا قایل ہونا۔ اُس کی مشیت پر راضی

اور اس کو کرتا دھرتا سمجھ کر اُسے عقل کُل۔ صانع کا بل۔ مانتے ہوئے اُسی کو اپنی معراج تمنا بنا رکھنا۔

قریب قریب یہہ سب باتیں سواء "ایشور پرندھان" کے جسمانی اثبات کی صورتیں ہیں۔ "ایشور پرندھان" نیاب خیالی اور دلی عقیدتمندی کا مضمون ہے۔

اب انکی مختصر اور واضح تشریح کی جاتی ہے:۔

(۱) شوچ (صفائی۔ جو شخص نہاتا دھوتا نہیں اور جسم اور اپنے اردگرد کے حالات کو پاک صاف نہیں رکھتا۔ وہ چنچل۔ بددل اور بد دماغ ہوگا اس میں لطافت نہیں آئے گی۔ اور لطافت نہ آنے کی وجہ سے وہ یکدل۔ یک رُخ اور یکسو نہ ہوگا۔ اس کے سوا اُس کو طرح طرح کی جسمانی امراض کا خطرہ رہے گا۔ جو دلی طاقت کو متحد نہ ہونے دینگے اس صفائی کے مضمون میں کئی مدیں ہیں پہلی مد تو نہانا دھونا ہے دوسری مد مکان یا جائے سکونت کو صاف رکھنا ہے۔ تیسری مد خورش اور غذا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور یہہ سب کی سب ضروری ہیں۔ اگر انسان نہاتا نہیں۔ اور اپنے لباس کو وقتاً فوقتاً نہیں دھوتا۔ تو جسم اور لباس میں گندگی کے سوا "جُوں" وغیرہ پڑتے رہینگے۔ اگر انسان رہنے کی جگہ کو پاک نہیں بناتا تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوگی۔ اور اگر انسان سوچ سمجھ کر غذا نہیں کھاتا تو پیٹ میں کیڑے پیدا ہونگے۔ بلغم۔ صفرا۔ اور صفرا کا مادہ زور پر رہیگا۔ اور کوئی نہ کوئی ان میں سے اُسے پریشان رکھے گا۔ اور قبض ترین منگے گا۔

غذا کا مضمون یوگی کے لئے بہت اہم ہے۔ غذا کی ترتیب اور ترکیب میں چار تتو (عنصر) شامل رہتے ہیں۔ خاک۔ ہوا۔ آگ۔ اور پانی ان ہی کی صفائی پر غذا کا دارومدار ہے۔ اور یہہ غذا کی صورت میں انسان کے اندر داخل اور خارج ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں خاک۔ ہوا۔ آگ اور

پانی پاک صاف نہ ہوں۔ وہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اور جس جگہ کی غذائیں ان چاروں باتوں کی پاکی کا اہتمام نہ ہو۔ اُسے بھی استعمال کرنا مُضر ہے۔ یوں ہی ناپاک نشہ آور چیزوں کا کھانے والا یوگ کے شغل کے قابل نہیں ہوتا۔ چیز جہاں تک ہو سکے نہایت لطیف اور پاک ہو۔ اور یہ مشکل نہیں ہے۔ بہت آسان ہے۔ کم از کم سادہ غذا کا اہتمام تو ہر شخص سہولیت سے کرتا ہے۔ اور کر سکتا ہے۔

غذا کے معاملہ میں یوگیوں نے یہ رائے دی ہے کہ وہ ساتوک (یعنی لطیف) ہو۔ راجسک (چنچل بنانے والی) اور تامسک (کثیف) نہ ہو۔ کیونکہ یوگ چونکہ لطیف عمل و شغل کی مشاقی کا کام ہے۔ اس وجہ سے لطیف غذا کا خیال رکھنا لازمی شرط ہے۔

ساتوک (یعنی لطیف) غذائیں جو گیہوں۔ شکر۔ چاول۔ مونگ کی دال۔ دودھ۔ گھی۔ اور زود ہضم سبزی ترکاری شامل ہیں۔ اور ان ہی کا استعمال جائز ہے۔ راجسک غذائیں۔ چنا۔ ماش۔ باجرہ۔ نمک۔ لال مرچ کھٹائی۔ اچار۔ دہی وغیرہ کا شمول سمجھو۔ اور تامسک (کثیف) غذائیں جوار کودوں۔ مسور کی دال۔ منڈوا۔ لہسن۔ پیاز گوشت۔ سڑی گلی بہت دنوں کی رکھی ہوئی باسی چیز۔ پنیر کڑھی کی کھنبلی وغیرہ کو سمجھو۔ ان تینوں قسم کی خورش سے بچنا اور پرہیز رکھنا بہت لازمی ہے۔ یہ مجمل مگر واضح تشریح ہے۔ اس سے زیادہ لکھنا مضمون کو طوالت دینا ہے۔ ہر شخص اپنے طور پر خود سمجھ سکتا ہے۔ زیادہ لال مرچ کا کھانے والا مزاج کا چڑچڑا۔ مولی پیاز اور لہسن کا کھانے والا شہوت پرست اور چنچل مزاج گوشت کی خوراک سے تعلق رکھنے والا وحشت ناک اور مغلوب الغضب اور سڑی گلی باسی چیزوں کا کھانے والا کاہل سست اور نکما بنا رہیگا اور علیٰ ہذا القیاس۔ برعکس ان کے جو سادی غذا کھاتا ہے۔ وہ شانت

متحمل، مزدور فہیم۔ پھرتیلا۔ اور دل اور جسم کو قایم رکھنے والا ہوگا۔

یہاں ایک بات اور ہے۔ جو احتیاطاً اور تنبیہاً بتا دی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جوگی کثیر الغذا کبھی نہ ہو۔ بسیار خوری سے خواری ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص ہزار لطیف غذا کا استعمال کرنے والا ہو۔ لیکن اگر وہ اُسے کثرت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ تو وہ ساتوِک خوراک کو بھی نادانستہ راجسک اور تامسک بنا دے گا۔ اور یوگ کی دولت سے محروم ہو جائے گا۔

پیٹ بھر کر کبھی نہ کھاؤ۔ ابھی اشتہا باقی رہے کہ ہاتھ کو کھانے سے کھینچ لو۔ جب کھانا کھاتے یا پانی پیتے ہوئے پہلی ڈکار آ جائے بس اسی وقت رُک جاؤ۔ یا اگر تمہاری غذا پاؤ بھر ہو۔ تو اُسے تین چھٹانک پر محدود کر دو۔ اور زیادہ سے زیادہ دو وقت کھاؤ۔ یا اگر ایک ہی وقت کھاتے ہو۔ تو یہ اور بھی اچھا ہے۔ اس غلط خیال میں کبھی نہ پڑو۔ کہ زیادہ کھانے سے طاقت آتی ہے۔ غذا تو زندگی کے سفلی طبقہ میں صرف اس کے قایم رکھنے کا اہتمام ہے۔ اور چونکہ آدمیوں نے غذا کی اہمیت کو دل پر تسلط کر رکھا ہے۔ اس لئے ہم بھی خواہ مخواہ اُس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ یہ عنصر یعنی ہوا پانی ہی زندگی کے قایم رکھنے کے لئے بطور خود کافی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ بات ابھی تک لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اُسے قطعی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ انسان صرف کھانے کے خیال سے اپنی حیثیت سے بہت نیچے گر گیا ہے۔ ورنہ وہ کبھی براہ راست قدرت کے سمندر میں مچھلی کی طرح تیرتا ہوا نظر آتا۔ یوگ کے کمال حاصل ہو جانے پر پھر یہی حالت آ جاتی ہے۔ لیکن غذا کے وہم میں پڑے ہوئے

چہ تائیدی کلام۔ " آدمی گیہوں کھانے کی وجہ سے بہشت سے نکالا گیا۔

آدمی نہ اسے سمجھ سکتے ہیں اور نہ عقل و جسم کے گرہ کے دام سے رستگاری پاسکتے ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ سمادھی۔ سوشپتی میں غذا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ عناصر کا طبقہ ضروری سامان خود فراہم کیا کرتا ہے۔ تیسرا کوئی شاغل غذا نہ ترک کرے۔ ورنہ چونکہ اس کا زبردست جسم ترک پر غالب ہے۔ وہ مرجائیگا۔ ہاں اعتدال اور کمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے* کبھی کبھی برت اور روزہ یعنی فاقہ کشی کیا کرے۔ لیکن وہ ہندوؤں کے ایکادشی برت یا مسلمانوں کے رمضان کا روزہ نہ ہو۔ جو اور بے اعتدالیوں کا باعث بنتا ہے۔

(۲) سنتوش (قناعت) دوسرا اصول ہے۔ سنتوش سنسکرت لفظ "سم" (ملا جلا) اور "توش" (خوشی) سے نکلا ہے۔ باہم مل جل کر خوشی اور رضامندی کے ساتھ رہنا سنتوش ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ انسان اپاہج اور نکما بن کر رہے بلکہ کام کاج کرتا ہوا اپنی محنت اور مشقت کے نتیجوں پر راضی رہتا ہے۔ یہ علم ہے۔ احتیاط کی واقفیت کو جو فطرت میں داخل ہے زائل کرنا بھی مقصود نہیں ہے۔ اگر سنتوش نہ کیا جائیگا تو انسان میں اس کے ضد کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ قناعت* کے ضد حسد بغض اور رشک ہیں۔ حاسد، بغض اور رشک کرنے والا کبھی ضبط کی لیاقت اپنے اندر نہیں پیدا کر سکتا۔ اور دل کی یکسوئی اس سے کوسوں جدا رہے گی۔ تم دیکھو۔ جو لوگ اس راہ میں چلتے ہیں کیسے موٹے تازے نظر آتے ہیں کیونکہ وہ فکر سے آزاد رہتے ہیں۔ برعکس اس کے حریص طبع دولتمند دبلے پتلے نظر آتے ہیں۔ یہ اس سنتوش کی برکت ہے۔

* واشیدی کلام۔ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ۔ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است
۲ * بر قناعت زانوے اشتر ببند۔

(۳) تپ - تیسرا اصول ہے - تپ کے معنی سنسکرت میں تپنے محرور اور گرم رہنے - جسمانی و دلی ایثار نفسی کرنے - کے ہیں جس میں حرارت نہیں موجود ہے - وہ مُردہ ہے - جو ایثار نفس نہیں ہے وہ زندگی کی دولت سے محروم ہے - یہ نہایت ہی وسیع المعنی لفظ ہے جس کی تفصیل اور صراحت میں دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں - دل اور جسم میں حرارت پیدا کرنا تپ ہے - اور اسی دلی حرارت کی آگ میں موہ مایا اور تعلقات کی رغبت کو جلا دینا اُس کا مقصد ہے - یہ تپ خلقت کا ابتدائی - انتہائی اور درمیانی اصول ہے - یوگ ابھیاس میں اُس کا ہونا نہایت ضروری ہے - یہی اصلی ریاضت اور مجاہدہ ہے - اور یہی سچّی قربانی ہے جس شخص میں یہ عادت ہوتی ہے - وہ بھوک پیاس - گرمی سردی - دھوپ چھانہہ - دُکھ سُکھ اور جتنے دوند یا متضاد کیفیتیں ہیں - سب پر غالب آ جاتا ہے - اور اُسے کوئی بھی مغلوب نہیں کر سکتا - یوگ کی خاص اصطلاح میں سہن شکتی یعنی قوت برداشت کو تپ کہتے ہیں - اس سے ضبط کی دبی ہوئی طاقت میں اُبھار پیدا ہوتا ہے - اور سادھن کرنے والا شاغل نہایت طاقتور بن جاتا ہے - اگر یہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے - اس وجہ سے اِس کی اہمیت ہے -

(۴) سوادھیاء یوگ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا بالخصوص سوادھیاء کہلاتا ہے - اس کی فہرست میں تم اور عام مذہبی کتابوں کو شامل کر سکتے ہو - لیکن اصلی چیز صرف یوگ کے تصانیف ہیں - تاکہ پڑھنے والے کا شوق بڑھتا جائے - اور یوگیوں کے صدیوں کے وسیع تجربات اس کے لئے نئے نئے معلومات بن کر اُس کے شوق کی تیزی کو حرکت دیتے جائیں - یوگ کے شاغلوں کو اُن کتابوں کے مطالعہ کی ممانعت ہے جو چت کو چنچل کریں - ان میں عشقیہ ناول اور فضول فرضی کہانیوں وغیرہ

سے زبردست ناستک ہیں۔ جو سب کی نفی کر دیتے ہیں۔ ہم یہاں اُن کی تردید یا بطلان نہیں کرتے وہ بھی اصلیت تک رسائی کرنیکے طریقہ میں ہیں۔ لیکن اُن سے اس یوگ کو جس کی تعلیم شری کرشن بھگوان یا اور رشیوں یا سنتوں اور مہاتماؤں نے دی ہے۔ کوئی بھی نسبت نہیں ہے۔ جو شخص ایشور کو نہیں مانتا یا منفیا کہتا ہے۔ اُسے یوگ سیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یوگی ناستک یا دہریہ ملحد کو یوگ کی تعلیم نہیں دیتے۔ اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ اُنہیں ناستکوں سے نفرت ہے۔ نفرت تو وہ کسی سے بھی نہیں کرتے اور نفرت کرنے والا متعصب ہوتا ہے۔ لیکن وہ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص اصلی اور حقیقی اثبات کے جوہر کا منکر ہے۔ اس کے سامنے اثبات کی معراج تمثا کیا قایم کی جائے گی اور وہ اُسے سچا تسلیم کب کرنے لگا!۔

یوگ کے نسبت ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ کہ وہ قدرتی فعل ہے اور وہ صرف دلی یکسوئی کا راز ہے۔ جس کے موافق آستک اور ناستک کا کاروبار ہوا کرتا ہے۔ ممکن ہے۔ کوئی شخص اوپر کی عبارت کا غلط نتیجہ نکال کر اسے پہلے خیال کی تردید سمجھے۔ یہ بات نہیں ہے۔ یہاں اس موقع پر یوگ کی خاص صورت قائم کر کے اُسے ایشور کے ملاپ کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے ناستکوں کو یوگ کے دایرہ تربیت میں شریک کرنے کے قابل نہیں تصور کیا جاتا۔

چودھواں باب

یم اور نیم کا کمال

پانچ یم اور پانچ نیم ہیں سے گو ہر قسم کے خیال اور پابندی کی

شرط لازمی قرار دی گئی ہے لیکن اُن کی ترتیب کچھ ایسی خوبصورت واضح اور دلپسندانہ طریقہ میں رکھی گئی ہے۔ کہ اگر صرف ابتدا اور انتہا کی دو باتوں کو لے لیا جائے تو انسان کے با اخلاق اور با اصول بنانے کے لئے۔ صرف وہی بطور خود کافی ہیں۔ اور انہیں دونوں کی پابندی سے انسان نیک ہوکر خود بخود روحانیت کا خواہشمند ہو جاتا ہے۔

یم کی ابتدائی شرط 'اہنسا' ہے۔ یم کو ہم نے نفی کا خطاب دیا ہے۔ بھگوان پتنجلی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو کسی کی نفی مطلوب اور مقصود ہے۔ تو وہ صرف 'اہنسا' یعنی 'دلآزاری' کی نفی کرے اور بس اور اس کے سلسلہ میں باقی تمام چیزیں آپ ہی آپ پیدا ہو جائیں گی۔ نفی کی یہ سب سے پہلی مقدم شرط ہے۔ یہ یوگ کا پہلا زینہ ہے۔

نیم کی انتہائی شرط 'ایشور پرندھان' یعنی خدا کی عقیدتمندی ہے۔ نیم کو ہم نے اثبات کا خطاب دیا ہے۔ اگر کسی کو اثبات پسندی کا شوق ہے تو یہ خدا کا عقیدہ ہی اس کا کمال ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ اور جس میں یہ کمال آ گیا پھر اور کوئی کمی نہیں باقی رہ سکتی۔

یوگ کے اخلاقی اصول کی بنیاد 'غیر دلآزاری' اور اس کا منزل مراد 'ایشور' کا وشواس (ایمان) ہے۔ ایک ایڑی ہے جو دوسری چوٹی ہے۔ انہیں دو لفظوں کے اندر سب کچھ ہو جاتا ہے۔

جو 'دلآزاری' کے پاپ (گناہ) سے بچتا رہے گا۔ اس میں خود بخود 'جھوٹ' 'چوری' 'زنا' اور 'تبرات' یا 'خواہش' کی نفی باعدویت ہو جائے گی۔ کام کے ذرا سوچ کر شروع کرنے کی دیر ہے۔ اور آپ ہی دوسرے اوصاف آ جائیں گے۔ یہ یم کے دلآزاری کے ترک کی پہلی شرط قایم کرنے کا مطلب ہے۔ اسی طرح

جو شخص سب سے پہلے 'طہارت' پاکی یا شوچ ' کا خیال رکھیگا وہ آخر میں خود بخود ایشور پرست ہو جائے گا۔ انسان میں سب سے پہلے اپنی ذات۔ اور اپنے جسم اور دل کا خیال پیدا ہوتا ہے جو شوچ' یعنی ' پاکی ' کی مراد ہے۔ جسے اپنی ہی سمجھ نہیں ہے۔ وہ ایشور کو کیا سمجھ سکے گا۔ اپنی سمجھ مقدم اور ایشور کی سمجھ موخر ہے۔ پہلے انسان دیکھے کہ آیا وہ پاک جسم اور پاک دل ہے یا نہیں۔ اور اسی خیال کے سلسلہ میں اُس کے اندر سنتوکھ' (قناعت) 'تپ' (مجاہدہ اور ریاضت) اور سوادھیا (مطالعہ) کے اوصاف پیدا ہو کر ایشور کی جانب مائل ہونے کی ترغیب دینگے۔ اور اپنی 'انانیت' یا 'خودی' 'ایشور کے یقین کی حد تک پہنچ کر اُس کے 'اثبات' 'ایمان' اور 'اقرار' میں پختہ، مکمل اور مستحکم ہو جائیگی۔ نیم' میں 'شوچ' کے اثبات کی پہلی شرط قائم کرنے کا مطلب ہے۔

جس مضمون پر گیانی صرف زبانی علم کی بنا پر زور دیتے ہیں۔ یوگی اُسے صرف عمل سے پورا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

یوگ کو بھول کر بھی کوئی شخص نہ علمی طریق سمجھے اور نہ اُسے بحث مباحثہ کا مضمون بنانے کی کوشش کرے یہ بالکل اور خالص عملی طریق ہے۔ یہ خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے 'عالم' یا 'پنڈت' کا یہاں کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں تو صرف 'عامل' اور 'سادھک' کا کام ہے۔ جو عمل کرے گا وہ آپ اس کے نتائج سے واقف ہو جائیگا۔ اور جو عمل نہ کریگا۔ وہ ہمیشہ محروم رہیگا۔

بھگوان پتنجلی نے یم اور نیم کی پابندیوں کے اندر 'اخلاق' کا حسن و کمال دکھلا دیا۔ لیکن لوگ سوال کریں گے۔ کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی تو ہیں جو خواہ مخواہ محض بغض للہی کی وجہ سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں۔ انسان ان کے زیر اثر یا اُن کے تعلق میں آکر کس طرح با اخلاق بنا رہ سکتا ہے؟ بھگوان پتنجلی مختصر لفظوں میں اُس کا قطعی جواب دیتے ہیں۔" میتری۔ کرونا۔ مدتا۔ اُدا پیتا

یعنی محبت، رحم، انتہا خوشی اور بے پروائی سے!

اس کی مختصر مگر واضح تشریح یہ ہے۔ جو برابر کی حیثیت یا عمر والے ہیں اُن کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔ جو تم سے کمتر رتبہ والے ہیں یا چھوٹے ہیں اُن پر رحم کرو۔ اور جو تم سے اونچے یا بڑے ہیں۔ اُن کی اونچائی اور بڑائی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرو۔ اور جو تمہارے مخالف ہیں اور خواہ مخواہ تنقیص رکھتے ہی چلے رہتے ہیں۔ اُن کی طرف سے بے پرواہ بنے رہو۔ اور جلنے والے نیچا ہو۔ یہ جواب ہے۔

اور ایسی ایک نہایت مختصر جملہ میں اخلاق کے باقی برتاؤ کا کمال آ جاتا ہے۔ یوگ شاستر اپنی خاص حیثیت کی فکر سے مکمل تصنیف ہے۔ یہاں ہم اس کی تشریح کرنے نہیں بیٹھے ہیں۔ ہم صرف یوگ سدھار کے مضمون کو مدِنظر رکھ کر صرف ضروری باتوں پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ اسی وجہ سے اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں جو نفس مطلب ہے۔*

یوگ کی دو منزلیں ہو لیں۔ اب تیسری منزل آسن کی طرف آؤ۔

پندرھواں باب

آسن

آسن کا ترجمہ بیٹھک یا بیٹھنے کی وضع ہے۔ آسن کی یوگ میں بڑی اہمیت

---

* جن کو ضرورت ہو۔ ہمارا ترجمہ کیا ہوا "یوگ سوتر" جس کا نام "راج یوگ" ہے۔ لاہور کے کسی کتب فروش سے منگا کر پڑھ لے۔ اس میں سب کچھ آ گیا ہے۔

ہے۔ اور جس شخص نے آسن پختہ نہیں کر لیا۔ وہ یوگ کی کمائی نہیں کر سکتا۔

آسن کی بے شمار قسمیں ہیں۔ یہانتک کہ جس قدر جیو جنتو ہیں اُسی قدر آسن کی بھی تعداد سمجھنی چاہئے۔ اور سنسکرت زبان میں اس خاص مضمون پر بھی ایک دو کتابیں ملیں گی۔ یوگیوں نے چوراسی آسن قائم کئے ہیں۔ گو ہم نے ایسی کتابیں بھی پڑھی ہیں جن میں سو سوا آسنوں کی شکل اور ترکیب بتائی گئی ہے) اور یہاں ہی تک اُسے محدود کر رکھنے میں مصلحت دیکھی ہو۔ کیا عجب یہ چوراسی آسن گورو گورکھ ناتھ جی کے چوراسی ناتھوں۔ (سوامی شِشیہ) سے منسوب ہوں۔ اور اُنہوں نے اِن کی بالترتیب مشاقیاں کی ہوں۔ اِن آسنوں میں سے خاص خاص کے نام یہ ہیں:-

(۱) سِدھ آسن - (۲) پدم آسن - (۳) بیر آسن - (۴) میوُر آسن (۵) اردھ آسن - (۶) مدھر تیا آسن - (۷) سنگرہ آسن - (۸) گرڑ آسن (۹) چکر آسن (۱۰) ککڑ آسن وغیرہ وغیرہ

لیکن آسن کے خبط میں پڑنا غلطی ہے۔ آسن کا مقصد صرف اسی قدر ہے۔ کہ جس وضع میں آدمی کو بیٹھنے سے آرام ملے۔ اور وہ لمحہ لمحہ پہلو نہ بدلتا رہے۔ اُسے اُسی پر بیٹھنے میں سہولیت اور آسانی ہوگی غرض صرف اتنی ہے۔ جو شخص لمحہ لمحہ پہلو بدلتا رہتا ہے۔ اُس میں یکدلی نہیں آتی۔ اور وہ شغل و عمل کے ناقابل ہوتا ہے۔ ہماری صحبت میں بہت آدمی آتے ہیں۔ ہم اُن کے آسن یعنی بیٹھنے کے وضع پر کبھی کبھی نگاہ رکھتے ہیں جو ایک وضع پر گھنٹوں بیٹھا ہوا غور اور توجہ سے ہمارے کلام کو سنتا ہے ہم اُسے آسن کا مضبوط دردِڑھ آسن سمجھ لیتے ہیں۔ اور جو دم بدم پہلو بدلتا رہتا ہے۔ اُس کی نسبت یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ایسے لوگ کے سادھن میں محض درڑھ آسن ہونے کی نظر سے بھی ذرا دیر لگے گی۔ درڑھ

آسن : اسلئے جہاں خیال میں محو ہوتے اُن میں استغراق۔محویت اور سمادھی آجاتی ہے۔ اور جو آسن کے درڑھ نہیں ہیں اُن میں سمادھی نہیں آتی۔ اور نہ جلد وہ دل پر قابو پاتے ہیں۔ہم اپنے طور پر اکثر اسی آسن کی ہدایت کرتے ہیں۔جس میں کسی کو آرام ملے۔اور جو اُسے زیادہ پسند آئے۔

آسن کی غرض تو اوپر کی عبارت میں آگئی۔جو بات کہ باقی رہ گئی ہے اُسے ہم یوگیوں کے حوالہ سے یہاں اور بھی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔تاکہ غلط فہمی کا احتمال نہ رہے۔

یوگی کہتے ہیں:۔"تتو دوند ابھی گھا تشچہ" یعنی آسن کے مکمل اور سِدھ ہو جانے سے دوند یعنی متضاد نقصوں کی معدومیت ہو جاتی ہے دوند بھوک پیاس ، راگ دویش ، سردی گرمی وغیرہ کو کہتے ہیں جس نے آسن کو درڑھ کر لیا ہے۔وہ چاہے دھوپ میں دیر تک بیٹھا رہے اُسے تکلیف نہ ہوگی۔اور چاہے سردی کی جگہ میں رہے۔اس پر غالب آجائے گا۔اور علی القیاس۔

دوسرا کام ہے:۔"ستوا بنجاپتے گیانم" یعنی سَتوگن کے ترقی ہونے سے گیان اور گیان سے کیولیہ (وحدت) کی پیدائش ہوتی ہے۔"

اور سیدھ ظاہر ہے۔جہاں آدمی کسی خاص خیال کو دکھ کر آسن جما کر بیٹھ گیا۔اور چت کی حرکت رُک گئی۔پھر وہ خود بخود اُسی خیال کی مجسّم صورت بن جائے گا۔

آسن درڑھ کر لینے سے کئی قسم کی بیماریاں ٹل جاتی ہیں۔اور بیشمار طرح کی جسمانی مصیبتوں مثلاً دُکھوں اور کمزوریوں کا خود بخود علاج ہو جاتا ہے اور دِل میں تیچاپتا یا اضطراب کا نقص نہیں آتا۔اور آلسیہ۔تندرا اور پرماد کا بھی ثبوت نہیں رہتا جن کا کسی قدر بیان پہلے آچکا ہے۔

اور یہی آسن کی عادت مضبوط ہوکر یوگی کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ جس روحانی مرکز یا مقام پر چاہے اپنے دل کو اُس پر زیادہ دیر تک ٹھہرا دے۔

جسم کے دُکھ تو اکثر آسن ہی کرنے سے جاتے رہتے ہیں اس وجہ سے تجربہ کار ہٹ یوگیوں نے طرح طرح کی بیماریوں کے لئے طرح طرح کے آسن مُقرر کئے ہیں۔ لیکن یہاں اُن کی صراحت فضول ہے۔ اسی قدر اس مضمون پر روشنی ڈالنا مقصود تھا۔ اب یوگ کی چوتھی منزل پرانایام وغیرہ کی طرف چلو۔

بارھواں باب
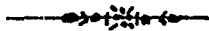
پرانایام اور چیتنیا یام

یوگ کی مشہور قسم راج یوگ میں دو کلائیں ہیں۔ ایک پران کلا دوسری چیت کلا۔ پران کلا کی مشاقی صرف ناقص اور کثیف مزاج والوں کے لئے ہے۔ اور وہ آسن پر بیٹھ کر پران کے روکنے کا سادھن کرتے ہیں۔ لیکن جو سمجھ والے لطیف مزاج ہیں اُن کے لئے صرف چیت کلا کی مشاقی کی تعلیم ہے۔ پران سانس کو کہتے ہیں۔ صوفیوں میں پران کے روکنے کے عمل کو حبسِ دم یا پاس انفاس کا نام دیا جاتا ہے۔ عمل کے ذریعے آدمی جہاں چاہے وہاں پران کو روک لے۔ اور اُسکا تماشا دیکھے اور کھلاڑی پرانوں کے روکنے کا عمل بہ مقابلہ انسان کے حیوانات میں زیادہ تر پایا جاتا ہے۔ مثلاً تم گھوڑے ہی کو دیکھو۔ وہ جب چاہتا ہے پران

کی مدد سے اپنے کانوں کو خاص وضع میں قائم کر کے کھڑا کر لیتا ہے اور اسے بڑا عجیب آتا ہے معمولی آدمیوں میں یہ یا شتا نہیں پائی جاتی ہے۔ گویا دھن کر لینے سے وہ کسی حد تک اسے کر سکتا ہے لیکن یہ نٹ ونا ہے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ ناچنے والے سنگت کی دانوں کے گھونگھرو پالوں میں پہن کر ناچتے ہیں۔ اور ہم جس گھونگھرو کو چاہتے وقت وہ اسی کو بجا دیتے باقی اور سب خاموش رہیں گے۔ یا وہ جب چاہیں گے سارے دانے بولنے لگیں گے۔ بالکل اسی طرح پرانایامی یوگی بھی اگر چاہے تو جسم کے خاص خاص حصہ میں پران کی کمی بیشی کر سکتا ہے۔ اس سے صحت کا تو فائدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یوگ کا اصلی مقصد مفقود ہو جاتا ہے۔ یہ پرانایامی یوگی سادھنی بھی خوب لگاتا ہے۔ لیکن وہ صرف کھیل کی چیز ہے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

چیت کلاؤں کے روکنے کا نام ہم نے پہلی مرتبہ یوگ کی تحریر کے سلسلہ میں چیتنیا یام رکھا ہے۔ یہ ہماری اپنی تحقیق ہے۔ اس سے صرف چیت کا روکنا مقصود ہے۔ جو بھگوان پتنجلی کی اصلی مراد ہے اور اسی وجہ سے وہ "یوگشچت ورتی نرودھ" کے منتر سے اپنی تعلیم شروع کرتے ہیں۔ اور اسے بتدریج روشن ضمیری اور گیان کی حیثیت میں پہنچا دیتے ہیں۔

لیکن عام طور پر پرانایام ہی کے عمل کو یوگ کہا جاتا ہے۔ مشکل ہے کوئی شخص سوا سمجھ داروں کے ہماری تحقیق کو تسلیم کرے گا۔ یہاں ہم اس شک کو بھی رفع کئے دیتے ہیں۔

یوں سمجھو کہ پران کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو پران کا قدرتی عمل جس سے نظام کائنات کا کام جاری ہے۔ اور جس کا اہتمام ہمارے جسم میں بھی ہے۔ یہ بجلی کی طاقت کی طرح سب میں عام ہے اور ہم میں

سانس کی حرکت کی شکل میں کام کر رہا ہے۔ دوسری چت شکتی ہے جو خود پران ہوتی ہوئی اپنی علیحدہ فردیت کی صورت میں پرانوں سے کام نسے لے کر چلتی ہے۔ اس کا روکنا چیتنیا یام ہے۔
اور ان دونو عمل کی صراحت ہم آیندہ ابواب میں کرینگے۔

سولھواں باب

پران

سنسکرت زبان میں پران نہایت وسیع المعنی لفظ ہے۔ مثلاً اپیانی سانس۔ ہوا۔ زندگی۔ طاقت۔ شاعرانہ جدت۔ برہما کا نام۔ پانچ پران وغیرہ وغیرہ اُپنشد میں برہمہ تک کو پران کہا گیا ہے۔ اور اُس کی طاقت کے متعلق قصے۔ اور تلمیحات آئے ہیں۔ اور یہ بھی ذکر ہے۔ کہ جو شے پہلے پیدا ہوئی وہ پران ہی تھی۔ اور مجازاً اسی پران کو ایشور کی سانس بھی کہتے ہیں جس سے اور جس پر نظام کائنات کا دار و مدار ہے۔ اور جو محیط کُل جوہر ہوتا ہوا قانون قدرت ہے۔ اسی سب پیدا ہوتے۔ اسی میں رہتے اور اسی میں سے ہو جاتے ہیں۔

یہ پران قدرت میں ہر جگہ آنے جانے کی صورت میں کام کرتا ہے اور زندگی کا انحصار اِس کے آنے جانے کی درمیانی ملاپ یا برزخی حالت پر موقوف ہے۔ سانس آتی ہے۔ سانس جاتی ہے۔ اور آتے جاتے ہوئے سانس کچھ دیر کے لئے رُک جاتی ہے۔ اُس کے اس رُک جانے کا نام درمیانی حالت ہے۔ ہمارے جسم کے تمام رگ رگ اور ریشوں

میں اسی کی حرکت محیط ہے - اور تمام حواس - اعضائے جسم کے حصوں
مساموں (سوراخوں) وغیرہ میں اسی کی حرکت کام کرتی رہتی ہے - اگر
یہ باقاعدہ ان تینوں صورتوں میں اپنا عمل کرتا ہے - تب تو زندگی رہتی ہے
اور اگر کہیں یہ بالکل ہی رک گیا تو بیماری آ جاتی ہے - گٹھیا وغیرہ کے
عارضے اسی کے رک جانے سے عارض ہوتے ہیں - اور اگر یہ چلا جائے
تو زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے - یہ ہم خود دیکھتے اور سمجھتے ہیں -

پران چونکہ محدود اور غیر محدود دونوں ہی ہے - اس لئے ہمارے
جسم کے محدود پران کو غیر محدود پران سے ہر وقت مدد لینی پڑتی ہے
جسمانی پران محدود اور روحانی پران غیر محدود ہے - جسمانی پران محدودیت
کی نقص کی وجہ سے کثیف ہو کر باہر نکلتا ہے - اور باہر سے غیر محدود
کی لطافت کو اپنے اندر شامل کرتا رہتا ہے - جیسے ہم اپنے حرکات تنفس
یعنی سانس لینے کے سلسلہ میں لحظہ لحظہ دیکھتے ہیں - سانس جو باہر آتی
ہے وہ کثافت کو خارج کرتی ہوئی فرحت بخشتی ہے - اور جو اندر
آتی ہے - وہ وارد شدہ حیات کا باعث بنتی ہے - سانس کے
باہر نکلنے کا نام ریچک - اور اندر آنے کا نام پورک ہے - اور جب
وہ اندر محدود وقت کے لئے رکتی ہے - اسی کا نام کمبھک ہے

ریچک سنسکرت مادہ 'ریچ' (خارج ہونے) سے نکلا ہے پورک
سنسکرت مادہ 'پور' (بھرنے سے) نکلا ہے اور کمبھک سنسکرت مادہ
کمبھ (گھڑے) سے نکلا ہے - یہ ان اصطلاحات کی لغوی تشریح ہے
اور یہ تینوں عمل ہر متنفس حتیٰ کہ حیوانات - نباتات اور جمادات اور عناصر
بلکہ پرمانوؤں (ذرات) تک میں عام ہے کیونکہ یہاں کوئی بھی مخلوق ایسی
نہیں ہے - جو سانس نہ لیتی ہو - چاہے کوئی اسے یقین کرے یا نہ کرے
یہ عمل ہم درختوں میں بھی دیکھتے ہیں - ہر مخلوق باہر کے عالم فضا یعنی

آکاس منڈل سے اپنی پرداخت اور زندگی کے قائم رکھنے کا سامان لیا کرتی ہے۔ اور یہ سامان آکاس میں ہر جگہ موجود ہے۔ جو طبعاً جیسا ہے اُسی قسم کا سامان لمحہ لمحہ سے لے کر اپنے میں داخل اور خارج کرتا رہتا ہے۔ مرچ اور گنے کو چاہے تم ایک ہی کھیت میں بو دو۔ وہ کڑوے ذرات اور یہ میٹھے ذرات لیا کرے گا۔ یہی عمل پتھر۔ کنکر۔ اور دھات تک کے ٹکڑے کرتے ہیں۔ یہ سب کا قدرتی فعل ہے۔ اور اس کا اظہار ریچک۔ پورک۔ کمبھک کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ یہی جڑ کرتے ہیں۔ اور یہی یوگی۔ گیانی۔ دھیانی اور عقلا حکما بھی کرتے ہیں۔ اس کی نظر سے دونو یکساں ہیں۔ تم غلطی میں پڑ کر جڑ پدارتھ کو بیجان نہ سمجھو۔ بیجان شئے کے رکھنے کا قدرت میں کہیں بھی اہتمام نہیں ہے۔ 'جڑ' اور 'چیتن' کے لفظ صرف نسبتی حالت کی نظر سے انسان نے اپنے سمجھنے بوجھنے کے لئے گھڑ رکھے ہیں۔ جن میں انسان کو ظاہرا سمجھ بوجھ کے ساتھ زیادہ حرکت نظر آتی ہے وہ 'چیتن' (ذیروح) کہلاتے ہیں۔ اور جن میں اس حرکت کی ظاہری صورت محسوس نہیں ہوتی یا انسان کے مقابلہ میں کم محسوس ہوتی ہے۔ اُسے 'جڑ' (بیجان یا بے روح) کہا جاتا ہے ورنہ اصل میں سب ہی روح والے کہلاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی روح سے خالی نہیں ہے۔ ہاں دلی اور عقلی نمو کے مدارج میں فرق ضرور ہوتا ہے۔ اور اُسی فرق کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے کسی کو 'جڑ' کہا جاتا ہے۔ اور کسی کو 'چیتن' کا نام دیا جاتا ہے۔ اور سب اسی پران کے غیر محدود سمندر کی مچھلیاں بنے ہوئے ریچک پورک اور کمبھک کے اعمال ثلاثہ سے ناواقف نہ غافل نہیں۔ اور اپنی ہستی کا دار و مدار پران پر رکھتے ہیں۔

سترھواں باب

پرانا یام (ہٹ یوگ)

پران کے عمل کے عامل سب ہیں - یہ بتا دیا گیا - لیکن انسان میں خاص قسم کی خصوصیت ہے - وہ اس میں اپنے چت کو دانستہ شامل کر دیتا ہے - اور جہاں یہ فعل کسی مقصد کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے اسی کا نام پرانا یام ہوتا ہے - پران کا روک رکھنا اور اسے روک کر اس پر قابو پانا پرانا یام ہے - جیسا کہ پہلے پران (سانس اور یم (روکنے) کی صورت میں بتا دیا گیا ہے۔

جبتک کسی مقصد کو لے کر پران روکنے کا سادھن کیا جاتا ہے - تب تک وہ ہٹ یوگ کہلاتا ہے - ہٹ کہتے ہیں 'ضد' اور 'زور' 'زبردستی' اور محنت' کو جس کام میں 'ضد' 'زور' اور 'زبردستی' ہو وہ ہٹ ہے ہٹ یوگی جانتے ہیں - اور ہم لوگ بھی اسے خوب سمجھتے ہیں کہ ہٹ کرنے سے قوت ۔ ادمی میں پختگی آتی ہے - اور آدمی اس ہٹ کی قوت ارادی سے اپنی مراد کو حاصل کر لیتا ہے - مثلاً لڑکا جب مچل جاتا ہے - تو ماں باپ مجبوراً اس کی خواہش کے پوری کرنے ہی میں بہتری سمجھتے ہیں اسی طرح جو کام لڑکا کرتا ہے - وہی بالغ یوگی بھی کرتا ہے - صرف عمل کے طبقہ کا فرق ہے - رونے والے لڑکے میں بھی رونے کے دورے ہچکیاں آنے لگتی ہیں - اور کبھی کبھی سانس رک جاتی ہے - یہ سب دیکھتے ہیں - جانتے اور سمجھتے ہیں - ہٹ یوگی اسی ہٹ کے عمل کو باقاعدہ وسیع پیمانہ پر کرتا ہے - صرف اتنا فرق ہے۔

ابھی تک پڑھنے والوں کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کہ اس ہٹ یوگ میں مقصد کی تکمیل کس طرح ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت ہم مثال سے کرینگے تاکہ بھرم کی ذرا بھی گنجائش کا امکان باقی نہ رہے۔ یوں سمجھو کہ کوئی لڑکا کسی وزنی پتھر کو اُٹھانا چاہتا ہے۔ پتھر بھاری ہے۔ اُٹھنے میں نہیں آتا۔ وہ زور لگاتا ہے کھچاتا ہے۔ سانس کو روک لیتا ہے۔ اور آخر میں اپنے اندر سے طاقت کا حصہ لا کر یا اُسے ترقی دے کر اُٹھا کر پھینک دیتا ہے اُس میں یہ زور ہٹ یوگ کی وجہ سے آجاتا ہے۔ اور صاف طور پر ہٹ کرنے والے لڑکے میں ہٹ یوگ کے تمام عملی مدارج نظر آجاتے ہیں سانس رُکی ہوئی ہے۔ آنکھیں بند ہیں۔ دل یکسو ہے۔ یہی بات تو یوگ میں بھی ہے۔ اس کے سوا یوگ میں اور کیا ہوتا ہے؟ کوئی چاہے سمجھے یا نہ سمجھے۔ یہ اُس کی عقل کا فتور ہے۔

لڑکے نے اپنے اندر ہی سے نادانستہ طور پر طاقت حاصل کر لی۔ یوگی کو اس بات کی خبر ہے کہ طاقتیں اُس میں جسم و دل کے کس طبقہ سے آتی ہیں۔ اس لئے وہ علم رکھتا ہوا اُس کا عمل کرتا ہے۔ لڑکے میں یہ علم نہیں ہے۔ ورنہ طاقتیں سب کی سب اُسی کے اندر ہیں۔ اور اندر ہی سے آتی ہیں۔ اِن سب کے اِس جسم میں خاص خاص مرکز اور مقام ہیں۔

اور اسی لڑکے کی مثال پر تم کیوں جاتے ہو۔ اپنی زندگی ہی کے لمحہ لمحہ کے کاروبار پر کیوں غور نہیں کرتے۔ سنتے وقت تم کانوں کو دیکھتے وقت آنکھوں کو۔ سونگھتے وقت ناک کو۔ چکھتے وقت زبان کو کام کرتے وقت۔ ہاتھوں کو دلی یکسوئی سے متحد کرتے ہو یا نہیں؟ یہی تو یوگ ہے۔ اور یوگ کیا ہوتا ہے! ان سب کی طاقتیں تمہارے ہی جسم میں تو ہیں باہر سے تو نہیں آتیں۔ بس اتنی سی بات کے سمجھ لینے سے باقی تمام باتوں کی

ہے۔ اپان اندرونی سانس اور دیان ٹھہرانے یا ٹھہرنے والی سانس ہے
کمبھک دو طرح کے ہوتے ہیں ایک باہری اور ایک بھیتری۔
سانس باہر گئی ہے۔ اور ابھی واپس نہیں آئی ہے کہ ٹھہرا دی گئی
ہے۔ یہ باہری کمبھک ہے۔ اور سانس اندر کی طرف آئی ہے۔ اور
ابھی باہر نہیں جانے پائی ہے کہ ٹھہرا دی گئی ہے۔ یہ اندرونی کمبھک
ہے۔

اِس سانس کے روکنے کا عمل وقت کی پابندی کے لحاظ سے کیا
جاتا تھا۔ جس قدر وقت سانس کے اندر کی طرف لگے۔ اُس سے دوگنے
وقت تک وہ رُکی رہے۔ اور آدھے وقت میں اُسے باہر نکالا جائے
یعنی اگر کوئی شخص ۲۰ سیکنڈ اندر کی طرف کھینچنے میں لگاتا ہے۔ تو سانس
کو ۴۰ سیکنڈ تک روک رکھے اور ۱۰ سیکنڈ میں خارج کرے۔ یہ کوئی
مقررہ پیمانہ نہیں ہے۔ صرف سمجھانے بجھانے کی غرض سے ابتدائی
سادھن کا ایک معیار مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس طریق پر باقاعدہ سادھن
کرنے سے خاص قسم کے فائدے ہوتے ہیں۔ ورنہ دُنیا میں ایسے
آدمی بھی ہیں جو ریچک اور پُورک کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے بہت دیر تک
کمبھک کا تعقل کر لیتے ہیں۔ جیسے سمندر میں موتی نکالنے والے غوطہ خوروں میں
اِن کا کمبھک گھنٹوں کا ہوتا ہے۔ اور سانس کو روکے ہوئے یہ
بہت دیر تک پانی کے اندر پڑے رہتے ہیں۔ لیکن اِن کا سادھن
بے قاعدہ ہے۔ اور جوگی قاعدہ کا لحاظ رکھتے ہیں۔
پہلے یہ دستور تھا کہ چھوٹے پیمانہ سے شروع کر کے گھنٹوں دن میں یا
ایک مقررہ وقت میں کئی پرانایام کرتے تھے۔ اور جیسی جیسی اس میں کامیابی
ہوتی جاتی تھی۔ ویسے ہی اُسے بڑھاتے بھی جاتے تھے۔
ایک ہی نتھنے سے سانس نکالنے اور کھینچنے کا اہتمام نہیں تھا۔ بلکہ

نتھنوں کو بدلتے رہتے تھے یعنی اگر پہلی مرتبہ داہنے نتھنے سے سانس کھینچ کر بائیں نتھنے سے نکالی گئی۔ تو دوسری مرتبہ بائیں نتھنے سے کھینچی اور داہنے نتھنے سے نکالی جائے گی۔ اور علیٰ ہٰذالقیاس۔

اِس سانس کی تبدیلی کا راز ہے۔ جو یہاں بتاو یا جاتا ہے۔ جو سانس داہنے نتھنے سے نکلتی ہے وہ گرم ہوتی ہے۔ اور جو بائیں سے خارج ہوتی ہے۔ وہ ٹھنڈی سمجھی جاتی ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ کبھی اِس نتھنے سے کام لیا جائے اور کبھی اُس سے تاکہ جسم کی حرارت اور رطوبت یکساں رہے۔ اس وجہ سے جب پرانایام حبس کیا جائے۔ تب جوڑے کی گنتی کے لحاظ سے کیا جائے۔ وہ جفت ہے۔ طاق نہ ہونے پاوے۔

داہنے نتھنے سے جو ناڑی یا رگ دماغ کی جانب جاتی ہے وہ پنگلا کہلاتی ہے۔ اور جو ناڑی یا رگ بائیں نتھنے سے دماغ کی طرف جاتی ہے۔ وہ اِیڑا کہلاتی ہے۔ اور جو ناڑی اِن کے درمیان ہیں سے وہ سُشمنا کہلاتی ہے۔ جو ناک کی سیدھ میں اُوپر کی طرف برابر اُس مقام تک چلی گئی ہے۔ جہاں سر پر ہندو چوٹی رکھتے ہیں۔ اور یہ چوٹی تمام رگ ریشوں یا ناڑیوں کا مرکز ہے۔ اسی وجہ سے یہ مثل مشہور ہے۔ کہ ناک کی سیدھ میں چلے جاؤ۔

پنگلا اور اِیڑا اس سیدھ میں چوٹی تک نہیں جاتیں۔ صرف سُشمنا ہی جاتی ہے۔ اور اُس کی شکل کا اندازہ کسی حد تک رامانندیوں کی پیشانی کے تیلک دیکھنے سے لگایا جا سکتا ہے۔ اُن کے تیلک کی بائیں لکیر اِیڑا اور داہنی پنگلا اور اِن دونوں کے درمیان کی سُشمنا کی علامت کی نظر سے ہیں۔ یہ تیلک اس غرض سے لگائے جاتے تھے۔ تاکہ اِس سوشمنا کا خیال رہے۔ اور تصور اُسی پر قایم رہے۔

پنگلا کا نام اکثر یوگ کی کتابوں میں سُورج ہے۔ یہ لفظ سنسکرت مادہ 'پنجی' سے نکلا ہے۔ جس کے معنی 'رنگ' ہیں۔ اور اس کا رنگ 'زرد' یا زردی یا پیل خاکی تصور کیا گیا۔ ایڈا۔ کو اکثر یوگ کی کتابوں میں 'چاند' یا 'چندر ماں' دیا گیا ہے۔ یہ لفظ سنسکرت مادہ 'اِل' (رہنمائی کرنا) سے نکلا ہے۔ اور یہ پنگلا کی ساتھی ہے۔ اِن میں سے پنگلا اثبات اور ایڈا نفی کی صورت ہے۔ اور دونوں کا جوڑا ہے۔ سوشمنا سنسکرت مادہ 'سُو' خوبصورت' اور 'سم' (برابر) سے نکلا ہے۔ یعنی جو چاند اور سورج۔ حرارت اور رطوبت اثبات اور نفی وغیرہ دونوں کے درمیان ہو۔

جہاں کہیں یہ لکھا ہو کہ چاند اور سُورج کو ایک کرو۔ وہاں پنگلا اور ایڈا کی درمیانی حالت سُوشمنا پر قایم ہونے سے مراد ہے۔ ایسے اشارے یوگ کی تمام کتابوں میں عام ہیں۔

اس صراحت سے صرف اس قدر ذہن نشین کرانا مقصود تھا کہ اگر بائیں یا داہنے۔ خواہ داہنے یا بائیں۔ نتھنوں سے ریچک پورک یا پورک ریچک کیا جائے تو کمبھک کا خیال ہمیشہ سُوشمنا ناڑی پر ہے۔ اگر اس کا خیال نہیں رکھا گیا تو پھر سادھن یا شغل بے سُود ہوگا۔

اب ہم اور بات جو ضروری ہے۔ اُسے بھی یہاں بتا دیتے ہیں۔ پرانا یام کے اس ہٹ یوگ کا عمل جسم کے خاص خاص مرکز پر کیا جاتا ہے۔ لیکن اسے یوں ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ 'پرنو' یا اوم کے جاپ یا دھیان کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ 'اوم' میں تین حروف ہیں۔ 'ا' 'و' 'م' یہ تینوں حرف تین شکتیوں گایتری ساوتری اور سرسوتی کی مجموعی طور پر مثالی اور علامتی صورت ہیں۔ گایتری کا رنگ سُرخ۔ ساوتری کا سفید۔ اور سرسوتی کا سیاہ ہے۔ اور تینوں

ہلی جلی ہوئی ایک لفظ "اوم" میں اظہار کرتی ہیں۔ جو ایشور یا پرمیشور کا مترادف ہے۔ اور جو تینوں شکتیوں کا مدار علیہ ہے۔
یہ سادھن بہ انضباط بتدریج اور باقاعدہ کئی مقاموں پر کیا جاتا تھا۔ اُن کے نام ہم یہاں اس طرح دیتے ہیں :۔
(۱) مُولادھار (۲) سوادھستھان (۳) منی پورک۔
(۴) اناہت۔ (۵) وشدھی۔ (۶) اجیال۔ یا اجنا۔
یہ کھٹ چکر یعنی سادھن کے اس جسم میں چھ مرکز ہیں اور پرانا یامی یوگیوں کے خیال کے بموجب سہسرار یعنی ساتواں چکر دماغ میں ہے۔
ان کی تشریح سنو۔
(۱) مُولادھار۔ خاص آدھار کا مقام ہے۔ جو گُد چکر کہلاتا ہے اور مقعد سے ۲ اِنچ کی اُونچائی پر ہے۔
(۲) سوادھستھان۔ آلہ تناسل کے قریب اُوپر کی طرف ہے یہ لنگ چکر یا اندری چکر کہلاتا ہے۔
(۳) منی پورک۔ ناف میں ہے اور اس کا نام نابھی چکر ہے۔
(۴) اناہت دل میں ہے اور ہردے چکر کہلاتا ہے۔
(۵) وشدھی گلے میں ہے۔ اور کنٹھ چکر کہلاتا ہے۔
(۶) اجیال۔ دونوں بھوؤں کے بیچ میں ہے۔ اور تِل چکر کہلاتا ہے
(۷) سہسرار دماغ میں ہے جو سر کا وہ مقام ہے جہاں اکثر تالو کے اُوپر نوزائیدہ بچوں کی دھکدھکی نارڑی ہی بائک کرتی ہوئی چلتی دکھتی ہے۔
ان سب مقامات کے سادھن کئے ہوئے بغیر آج کل لوگ صرف ناک کے سرے پر اپنا تصوّر جما کر ریچک پورک کمبھک کرتے ہیں

اور اسی پر ختم کر دیتے ہیں

اُنیسواں باب

سادھن کے سنجم یا شرائط

اس ہٹ یوگ سادھن کے سنجم بہت کٹھن ہیں۔ جن کا کچھ اشارہ تو یم اور نیم کے سلسلہ میں آ گیا ہے۔ تاہم یہاں ہم اُس کو پھر اپنے طور پر آسان کر کے بتاتے ہیں۔ تاکہ مراد سمجھ میں آ جائے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ غذا بالکل ساتوک، اور لطیف ہو۔ اگر اشتعال انگیز اشیا یعنے مرچ وغیرہ کا استعمال کیا جائے گا۔ تو ہماری اوتانت بالکل زور سے چلیگی۔ اور اُس پر قابو پانا مشکل ہو گا۔ اعتدال کے ساتھ شکر دودھ، باریک پورانا چاول اور مونگ کے بہ اعتدال استعمال کرنے سے سانس کی رفتار آہستہ آہستہ چلتی ہے۔ غذا میں افراط اور تفریط۔ سخت مضر ہوتی ہے۔

(۲) سونے میں بھی اعتدال کا خیال رہے۔ ورنہ آلسی ہو کر سادھنا کرنے والا سادھن چھوڑ بیٹھے گا۔

(۳) گفتگو کم کی جائے۔ ہاں نہیں، کے سوا زیادہ بک بک کرنے سے تعلق کم رکھا جائے۔ زیادہ بات چیت کرنے میں طاقت زایل ہو جاتی ہے۔ اور شانتی کے جاتے رہنے سے پھر عمل میں کامیابی نہیں ہوتی۔

(۴) اگر کوئی پیشہ مدِ نظر ہے۔ تو اُس میں بھی اعتدال کے اصول کی پابندی کی جائے ورنہ یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

(۵) - جس جگہ بیٹھ کر شغل کیا جائے - حتی الامکان اُس میں گرمی سردی یکساں طور پر ہو - اسی وجہ سے یوگی اکثر گپھاؤں میں بیٹھتے تھے۔
(۶) غذا وغیرہ کے لئے کسی کی محتاجی نہ ہو - اور خیرات تو بالکل ہی نہ لی جائے - ورنہ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔*
(۷) لباس بالعموم عمون یا روئی کے ایسے ہوں جو صاف ستھرے رہیں - اور جسم کی سردی گرمی یکساں طور پر قائم رکھنے میں مددگار ہوں۔
(۸) بچھانے کے لئے کو ننا گھاس کا آسن - ہرن کی کھال وغیرہ کا استعمال رہے۔
(۹) میل ملاپ کمتر ہو - مجلسی باتوں یا سماجک بیوہار کی طرف نظر نہ رہے۔
(۱۰) پرانا یا ہمی یوگی کتوارا یہ ہمہ چاری ہو - کیونکہ پرانا یا ہم کا سادھن اوروں سے نہیں بن سکتا۔
(۱۱) سر یا جسم کے بال وہ کبھی نہ منڈائے - کیونکہ جب سر پر اُسترا یا قینچی لگائی جائے گی - تو خاص قسم کی حرارت پیدا ہوگی - اور یہ یوگ سادھن کے لئے مُضر ہے - بالوں کی وجہ سے یوگی میں خاص قسم مقناطیسی طاقت رہتی ہے۔
(۱۲) بھوگ باسنا کے خیال دل میں نہ آنے پائیں - ورنہ یوگی بہت جلد بہک جائے گا۔
(۱۳) اِن کے سوا سب سے ضروری یہ شرط ہے کہ کتابوں کو پڑھ کر کبھی کوئی شخص بھُول کر بھی سادھن نہ کرے - گورو سے پوچھے - اور گورو ایسا ہو جس نے صرف کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے - بلکہ یوگ

---

* تائیدی کلام - سہ برطاعت یا بدمنت لقمہ حلال - تا بیفزاید ترا رنج و ملال

کا پُورا عامل اور پُورا ماہر ہے۔ چاہیئے تو ایسا شخص جو جیون مُکت اوستھا میں ہو۔ بغیر اس کے پُورا کام نہیں بنتا۔ لیکن اگر کوئی جیون مُکت نہ ملے تو کسی تجربہ کار یوگی سے مدد لے اور یہ دیکھ لے کہ وہ جماعت پسندی یا مہنت بننے۔ یا زیادہ چیلے بنانے کے خبط میں نہیں پڑا ہے۔ سچے یوگی شیر جیسے جذبات والے ہوتے ہیں وہ جماعت کے ساتھ نہیں رہتے۔ اور نہ دنیاوی ساز و سامان کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ آزاد ہوتے ہیں*۔

یہ سب کے سب مہاکٹھن سادھن ہیں۔ جن کا انتظام کرنا اس زمانہ کے آدمیوں کے لئے تقریباً غیر ممکن ہے۔ اس کے سوا گُرو نہیں ملتا۔ میں برسوں گورو کی تلاش میں تھا۔ لیکن ایک بھی ہاتھ آیا۔ ابتدا میں کتابیں پڑھ کر عمل کرتا رہا۔ اور اُس میں بیماری کا خطرہ دیکھ کر ترک کر بیٹھا۔ اور آخر کار میں رادھا سوامی ست سنگ میں جا کر حضور مہاراج مقدس کے قدم پکڑ لئے اور رادھا سوامی جوگ کا آسان اور سریع العمل یوگ سیکھا۔ جسے ہر شخص مرد اور عورت جوان بوڑھا اپنے استحقاق اور ادھکار کے موافق یکساں طور پر کر سکتا ہے اور اُس کے سمجھنے میں بھی مشکل نہیں ہے۔ اس زمانہ کا ہر شخص بہ آسانی کر سکتا ہے۔

اس کے سوا اگر کوئی گورو مل بھی گیا تو فائدہ کیا ہُوا! یہ عمل ہیٹھ یوگ کٹھ یوگ ہی رہا۔ سِدھی شکتی۔ معجزہ اور کرامات ہمارا منزلِ مقصود نہیں ہے۔ اور نہ درازی حیات یا مہینوں برسوں

* تائیدی کلام۔ شیروں کے لہڈے نہیں + ہنسوں کی نہیں پانت
لعلوں کی نہیں بوریاں + سادھ نہ چلے جمات

(۵)۔ جس جگہ بیٹھ کر شغل کیا جائے۔ حتی الامکان اُس میں گرمی سردی یکساں طور پر ہو۔ اسی وجہ سے یوگی اکثر گپھاؤں میں رہتے تھے۔
(۶) غذا وغیرہ کے لئے کسی کی محتاجی نہ ہو۔ اور خیرات تو بالکل ہی نہ لی جائے۔ ورنہ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔*
(۷) لباس بالعموم اُون یا روئی کے ایسے ہوں جو صاف ستھرے رہیں۔ اور جسم کی سردی گرمی یکساں طور پر قائم رکھنے میں مددگار ہوں۔
(۸) بچھانے کے لئے کوشا گھاس کا آسن۔ ہرن کی کھال وغیرہ کا استعمال رہے۔
(۹) میل ملاپ کمتر ہو۔ مجلسی باتوں یا سماجک بیوہار کی طرف نظر نہ رہے۔
(۱۰) پرانا یامی یوگی کنوارا برہمچاری ہو۔ کیونکہ پرانا یام کا سادھن اوروں سے نہیں بن سکتا۔
(۱۱) سر یا جسم کے بال وہ کبھی نہ منڈائے۔ کیونکہ جب سر پر اُسترا یا قینچی لگائی جائے گی۔ تو خاص قسم کی حرارت پیدا ہو گی۔ اور یہ یوگ سادھن کے لئے مُضر ہے۔ بالوں کی وجہ سے یوگی میں خاص قسم مقناطیسی طاقت رہتی ہے۔
(۱۲) بھوگ باسنا کے خیال دل میں نہ آنے پاویں۔ ورنہ یوگی بہت جلد بہک جائے گا۔
(۱۳) اِن کے سوا سب سے ضروری یہ شرط ہے۔ کہ کتابوں کو پڑھ کر کبھی کوئی شخص بھول کر بھی سادھن نہ کرے۔ گورو سے ورتے۔ اور گورو ایسا ہو جس نے صرف کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ یوگ

* تائیدی کلام۔ سے بہر طاعت یا بہ منت نۂ جلال۔ نا پذیرید ترا رنج و ملال۔

کا پورا عامل اور پورا ماہر ہے۔ چاہیئے تو ایسا شخص جو جیون مکت اوستھا میں ہو۔ بغیر اس کے پورا کام نہیں بنتا۔ لیکن اگر کوئی جیون مکت نہ ملے تو کسی تجربہ کار یوگی سے مدد لے اور یہ دیکھ لے کہ وہ جماعت پسندی یا مہنت بننے۔ یا زیادہ چیلے بنانے کے خبط میں نہیں پڑا ہے۔ سچے یوگی شیر جیسے جذبات والے ہوتے ہیں وہ جماعت کے ساتھ نہیں رہتے۔ اور نہ دنیاوی ساز وسامان کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ آزاد ہوتے ہیں۔*

یہ سب کے سب مہاکٹھن سادھن ہیں۔ جن کا انتظام کرنا اس زمانہ کے آدمیوں کے لئے تقریباً غیر ممکن ہے۔ اس کے سوا گورو نہیں ملتا۔ میں برسوں گورو کی تلاش میں تھا۔ لیکن ایک بھی ہاتھ آیا۔ ابتدا میں کتابیں پڑھ کر عمل کرتا رہا۔ اور اس میں بیماری کا خطرہ دیکھ کر ترک کر بیٹھا۔ اور آخر کار میں رادھا سوامی ست سنگ میں جاکر حضور مقدس کے قدم پکڑے۔ اور رادھا سوامی جوگ کا آسان اور سریع العمل یوگ سیکھا۔ جسے ہر شخص مرد اور عورت جوان بوڑھا اپنے استحقاق اور ادھکار کے موافق یکساں طور پر کرسکتا ہے اور اس کے سمجھنے میں بھی مشکل نہیں ہے۔ اس زمانہ کا ہر شخص بہ آسانی کر سکتا ہے۔

اس کے سوا اگر کوئی گورو مل بھی گیا تو فائدہ کیا ہوا! یہ عمل ہیٹھ یوگ کا ہٹھ یوگ ہی رہا۔ سدھی شکتی۔ معجزہ اور کرامات ہمارا منزل مقصود نہیں ہے۔ اور نہ درازی حیات یا مہینوں برسوں

---

* ناامیدی کا نام نہ سنگھوں کے لہنڈے نہیں + ہنسوں کی نہیں پانت
لعلوں کی نہیں بوریاں + سادھ نہ چلے جمات

میل ملاپ ہی سے سب کام ہوتا ہے۔ لیکن اکیلی حرارت کو کسی اور کی اس قدر پروا نہیں رہتی۔ اُس سے اگر توڑ پھوڑ اور بربادی ہو جائے تو اُس کا خیال مطلق نہیں رہتا۔ لیکن "رشی" اس الزام سے بری ہے۔ وہ بتدریج تبدیل ہوتی ہوئی اپنا کام نکالتی ہے۔ اور اس ترکیب سے سب پر غالب آتی ہے۔ اس میں ہٹ کی خصوصیت ہے۔ اس میں "سنبھلنے" اور "احتیاط کرنے" کا وصف ہے۔ راجہ کسی چور، ڈاکو۔ یا یا بُرے آدمی کو ضائع نہیں کرتا۔ سب کو زندگی کا حق بخشتا ہے۔ اور جب تک وہ قانون کے حد بست کے اندر رہتے ہیں تب تک اُن کو سزا بھی نہیں دیتا۔ کیونکہ اگر وہ سب کے سب برباد ہو جائیں۔ تو پھر وہ راج کس پر کرے گا۔ یہ اُس کی حیثیت ہے۔ اور راج یوگ میں اسی تدبیر اور ترکیب پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ اس کے اشارے ہندو شاستروں میں بہ کثرت آئے ہیں۔ ذِلی واضح پیرایہ میں صراحت نہیں کی گئی ہے۔

دُنیا میں جو شخص جس شے کا سادھن کرتا ہے۔ اسی سے وہ اپنا کام نکالتا ہے۔ اور وہی اُس کا یوگ بن جاتا ہے۔ مثلاً شودر صرف خدمت۔ صنعت۔ حرفت وغیرہ کی طرف رجوع ہو کر انہیں کی مشاقی کے کمال سے اپنا کام نکالتا ہے۔ اور اپنی خدمت صنعت اور حرفت سے دوسروں پر قابو پاتا ہے۔ ویشیہ دولت کا سادھن کر کے اس کی مدد سے اوروں پر اثر انداز ہو کر اپنا کام نکالتا ہے۔ کشتری راجہ بن کر حکمت عملی سے شودر۔ ویشیہ اور براہمن تک پر قابو حاصل کر کے انہیں اپنا ماتحت بنا رکھتا ہے۔ اور کسی ایک کو برباد نہیں ہونے دیتا ہے۔ براہمن صرف پران کا اُپاسک ہو کر بے غرضی اور بے واسطگی کی مشاقی سے آزاد ہو کر رہتا ہے اور کسی کو حتی الامکان

پنے اُوپر غالب نہیں آنے دیتا۔ براہمن لفظ خود 'برہمہ' سے نکلا ہے
ر یودا اتھرن سنتے اکثر اور اُپنشدوں نے خاص کر کہیں کہیں 'برہمہ'
پران' کہا ہے۔ یہ بات اُپنشدوں کے مطالعہ کرنے والوں پر
ہر ہے۔ لیکن ایسا کیوں کہا گیا ہے۔ اس کی تشریح کہیں بھی نہیں
ئی ہے۔ یہ 'برہمہ' خود 'پران' ہے۔ جو کائنات کا خالق ہے اس
ں جو جگت کے قایم رکھنے کی طاقت ہے۔ وہ نڈئی سے متعلق ہے
ہمن اکیلا دُنیا کو نہیں قایم رکھ سکتا۔ یہ کام صرف کشتری کا ہے اور
ں وجہ سے کہا گیا ہے کہ کشاتر دھرم پرہ دھرمہ' یعنی کشتری کا
رج) دھرم سب دھرموں پر افضل ہے۔ اور ہر شخص اس کو سمجھ سکتا
ہے کہ راجہ کس طرح ویشیہ اور شودروں پر حاکم بن کر خود برہمن کے
ہر پر غلبہ پاکر سب کو اپنے دائرہ اطاعت کے اندر محدود کر رکھتا
ہے۔ یہ 'راج یوگ' کی مہما ہے۔ اور اُس کی مہما کا دارومدار شرت
ت شکتی' پر ہے۔ وہ سوچ سمجھ۔ حکمت عملی۔ چالبازی۔ سام دام
ید دنڈ (دھمکی۔ رشوت۔ تفرقہ اندازی اور سزا) اور دانشمندی سے
م لیتا ہے۔ اور سب کو اپنے ماتحت بنا رکھتا ہے۔
مضمون واضح ہوگیا۔ اور سب کی حیثیت کی وضاحت کردی گئی۔
ت سب میں ہے۔ براہمن۔ شودر اور ویشیہ کوئی بھی اس سے خالی
ں ہے۔ لیکن سب سے زیادہ اس جیت شکتی کا نشو ونما صرف کشتری
ں ہوتا ہے۔ اور نادان ہے وہ کشتری جو اس کی اہمیت کو نہ سمجھتا ہوا
۔ یا ہٹ ہی سے کام لینے کا شیدائی بن جاتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ
اپنی ذاتی خصوصیت کو جواب دے بیٹھا تو پھر راج دھرم بھی اپنے
ت سے کھو بیٹھا۔
جو کام راجہ کرتا ہے۔ وہی راج یوگی کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ وہ

ولی جذبات کو ذلیل یا معدوم نہیں کرتا۔ بلکہ اُن کو خوشنما بنا کر انہیں بھوگتا ہے۔ اور یہ بھوگ راج یوگ کا منزل مقصود ہے۔ کیونکہ یہاں سے یہاں اصل میں مکتی کا سوال ہی نہیں ہے۔ صرف بھوگ کا سوال ہے۔ بھوگ ویشیہ اور شودر میں بھی ہے۔ اور براہمن میں بھی ہے۔ ویشیہ کا بھوگ دولت۔ شودر کا بھوگ خدمت صنعت اور حرفت۔ براہمن کا بھوگ۔ چند۔ اکڑ۔ اور ہٹ۔ اور راجہ کا بھوگ سب پر قابو پانا۔ اور سب اور اپنے ماتحت رکھنا ہے۔ اور انہیں باتوں پر دنیا کے انسانوں کے عقل اور حوصلہ کا دارومدار ہے۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ صرف ہندوؤں ہی میں یہ چار ورن ہیں۔ یہ انسانی گروہ کی قدرتی تقسیم ہے۔ جو ان کے مزاج اور فطرت کے موافق ہے۔ اور چاروں کے چار طرح کے کام ہیں۔ اگر کوئی شخص غیر متعصب ہو کر ان قوموں کی حالتوں پر غور کریگا تو اسے پورا تجربہ میں سچائی کا یقین ہو گا۔ اور جو غور نہیں کرے گا۔ اُسے ہم کیا سمجھا سکینگے۔ اور وہ کیا سمجھے گا۔

براہمن ویشیہ اور شودر میں قناعت آجاتی ہے۔ براہمن کا تو وصف ہی قناعت ہے۔ لیکن جس راجہ میں قناعت ہوتی ہے وہ کیا گذرا انسان ہوتا ہے۔ اُسے تو دھن سے نئے فتوحات کا شیدائی بنا رہنا اور اُن کا شکار بھوگنا ہے۔ قناعت کیا نہیں کہ وہ اپنے درجہ سے گرا نہیں بالکل اسی طرح۔ راج یوگی یا راج یوگ سادھن کرنے والے کی حیثیت ہے۔ راج یوگی ہی اصلی گیانی ہے۔ کیونکہ چت کے سادھن کرنے سے وہ اچھی طرح گیان پر قادر ہوتا ہے۔ براہمن صرف گیان کی ہٹ کا دلدادہ ہے۔ اُس کی ریاضت صرف کرم یوگ کے دھرم کا شدید اور کرم دھرم کا پابند ہو کر رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں براہمن رشیوں تک کو گیانی راجاؤں کے یہاں جا کر شاگردی اختیار کرنی پڑتی تھی

میری باتوں پر نہ جاؤ۔ اُپنشدوں کو پڑھو۔ ویدانت کے مشہور اور زبردست آچاریہ سوامی شنکر اچاریہ جی ہی کے شاریرک بھاشیہ کا مطالعہ کرو۔ اور تم بہ آسانی مان جاؤ گے کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔

اور سب ظاہر ہے۔ کیونکہ جس طرح راجہ سے سب پرجا کو تقویت ملتی ہے۔ اُسی طرح راج یوگ سے بھی تمام یوگوں کو مدد ملتی ہے اگر راج یوگ نہ ہو تو پھر اور یوگ کا سمجھنا ہی دشوار ہو جاتے۔ سمجھنا تو صرف چیت شکتی پر قابو پا لینے سے ہوتا ہے۔ اس لئے چیت کی بڑی اہمیت ہے۔ سوریہ معلومات تحقیقات۔ اور علم و ہنر کی اشاعت امر غیر ممکن اور دشوار ہو جاتی ہے۔

یہ راج یوگ ہے لیکن یہ یاد رہے یہ مُکتی کا سادھن یا ذریعہ نہیں ہے۔ یہ صرف شکتی سدھی کا راستہ بتایا ہے۔ اور مُکتی سدھی شکتی نہیں ہے۔ وہ اور کوئی چیز ہے۔

اکیسواں باب

شکتی سدھی

یہ برہمانڈ بے شمار طاقتوں کا خزانہ ہے۔ جو کچھ طاقت ہے اسی میں ہے۔ پران۔ رئی۔ اور ان کے باپ کے ساز و سامان سب کے سب اسی میں بھرے ہوئے ہیں۔ اور چیت کے نرودھ سے اُن پر دسترس اور اختیار ملتا ہے۔ جو اصلی معنی میں 'راج یوگ' کا خاصہ ہے۔

یوں تو کسی کا اختیار نہیں ہے کہ اس برہمانڈ کی ماپ کر سکے یا اُس کی وسعت یا اُس کی دولت اور طاقت کا پتہ لگائے لیکن نازک خیال باریک بین اور لطیف مزاج رشیوں نے اپنی دِویہ درشٹی (روشن ضمیری) سے اُس کے سات حصّے قایم کئے ہیں۔ چھ حصّے تو چھ لوک یا کھٹ چکر ہیں۔ اور ساتواں وہ ہے جو سب کا مدار علیہ ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی آگے نہیں بڑھا۔ رادھا سوامی مت نے بیشک پہلی مرتبہ اُس سے آگے کی خبر دی ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر رادھا سوامی یوگ کے سلسلہ میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

کھٹ چکروں کا کچھ تو ہم نے اشارہ۔ لیکن واضح طور پر پہلے بیان کر دیا ہے۔ یہاں اُسی کو دوسری طرح زیادہ وسیع پیمانہ پر بیان کر لیتے ہیں۔ کھٹ چکر جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے۔ وہ اس بنڈ میں ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی جسم یا پنڈ خود برہمانڈ کی نقل اور نمونہ ہے۔ جو اس میں ہے۔ وہی اُس میں بھی ہے۔ عالم صغیر عالم کبیر کی صورت میں بنا ہے۔ اس میں تمام شاستروں اور اپنشدوں اور مت متانتروں کا اتفاق ہے۔ اور جہاں کہیں تمہیں جو کُرہ یا مقام دلی۔ خیالی۔ یا جسمانی نظر سے دکھائی دے گا۔ وہاں ان ساتوں چکروں کا اہتمام بڑی وضاحت سے نظر آئے گا۔

جس طرح اس پنڈ میں چھ چکر معہ ساتویں چکر کے ہے۔ اُسی طرح برہمانڈ میں بھی ہیں۔ اور برہمانڈ کی مختلف اور متعدد نظام شمسیوں یعنی سورج لوکوں میں ہیں۔ برہمانڈ بھی اسی انسان کے جسم میں سمایا ہوا ہے۔

پہلے برہمانڈ پر غور کرو۔ تب برہمانڈ کی اس نظام شمسی یا سورج

لوک پر غور کرو۔ جس میں ہم بستے ہیں۔ تاکہ خیال کو ایسا مانجھا جائے کہ نام کے لئے بھی اُس میں بھرم باقی نہ رہے۔
برہمانڈ کے سات چکر یہہ ہیں:۔
(۱) بھُو۔ (۲) بھُوود (۳) سوہ (۴) مہہ (۵) جنہ (۶) تپہ۔ (۷) ستیہ
یہہ سات لوک ہیں۔ اور جسم کے سات چکر اِن کی نقلیں ہیں۔ اُن کی مشابہت ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہوگی:۔

پنڈ کے چکر سوکشم شریر میں	عام نام استھول شریر میں	برہمانڈ کے چکر کارن شریر میں
(۱) مُولادھار	گدا چکر	بھُو لوک
(۲)۔ سوادھستھان	اندری چکر	بھُوود لوک
(۳)۔ منی پُورک	نابھی چکر	سووہ لوک
(۴)۔ اناہت	ہردے چکر	مہہ لوک
(۵)۔ وِشُدھی	کنٹھ چکر	جن لوک
(۶)۔ اگیا	نیل چکر	تپ لوک
(۷) سہسرار	شیر چکر یا مستک چکر	ستیم

اِس ہمارے نظام جسمانی میں تین قسم کے جسم یا شریر ہیں۔ اوّل ستھول شریر۔ جو نظر آتا ہے۔ اور گوشت پوست کا بنا ہُوا ہے۔ اور جو جاگرت اوستھا یعنی بیداری میں کام کرتا ہے۔ دوسرا سُوکشم شریر ہے جو لطیف یا سوکشم تتوں سے بنا ہے۔ اور جو سپن اوستھا یعنی خواب میں کام کرتا ہے۔ تیسرا کارن شریر جو کارن تتوں سے بنا ہے۔

اور سوشپتی یعنی گہری نیند کی حالت میں کام کرتا ہے۔ اور انہیں کے موافق ہم نے اوپر کے نقشہ کی صورت میں اِن کی وضاحت کی ہے ستھول شریر یعنی جسم کے طبقہ میں جسم کی اہمیت ہے۔ سوکشم شریر یعنی لطیف جسم کے طبقہ میں دِل کی اہمیت ہے۔ اور کارن شریر یعنی الطیف جسم میں روح کی اہمیت ہے۔

جو یہاں ہے وہی اُس میں بھی ہے۔ جو کیفیت تم کو اس جگہ ثابت ہوتی ہے۔ وہی وہاں بھی پرتیت ہوگی۔ اس میں ذرا بھی شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ چونکہ خاص خاص طاقتوں کے مرکز۔ مقام یا مخزن ہیں۔ جب کبھی کوئی شخص دِل کو اِن مقامات پر متحد کرکے شغل کریگا فطرتاً اُس کو اُسی قسم کی طاقت زیادتی کے ساتھ حاصل ہوگی۔ جیسے اندری استھان (آلہ تناسل) پر دِل کے متحد کرنے سے مباشرت کنندہ استھان (حلق) پر دِل کے متحد کرنے سے خوش گلوئی حاصل ہوگی اور علیٰ ہٰذا القیاس راج یوگی کو اِن باتوں کی خبر رہتی ہے۔ اور وہ جس قسم کی طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُسی کے مرکز سے دِل کو جوڑ کر اُسی طاقت سے طاقتور بن جاتا ہے۔ یہ ہمارا خود روزانہ کا تجربہ ہے۔ اور ذرا غور کرنے سے ہم اس سچائی کو بہ آسانی ذہن نشین کر سکتے ہیں۔

آ ستے نڈ اور برہمانڈ کا مشابہتی نقشہ دکھا دیا۔ لیکن ہم نے ابھی کہا جو بات ان میں ہے۔ وہی اس سوشم لوک کی دنیا میں بھی ہے۔ اُسے بھی ذیل کے نقشہ سے ذہن نشین کرکے پھر آگے کی عبارت پڑھو:۔

سوکشم شریر	پنڈ یا تحتول دایہ	سورج لوک ہمارا نظام شمسی (نام)	طاقت	برہمانڈ
۱۔ مولا دھار	گدا چکر	سینچر	لطیف سہارا	بھو
۲۔ سوادھشتان	اندری چکر	شکر	بسرج یا منی	بھووہ
۳۔ منی پور	نابھی چکر	برہسپتی	آواز	سووہ
۴۔ اناہت	ہردے چکر	بدھ	عقل	مہہ
۵۔ وشدھی	کنٹھ چکر	منگل	جسمانی طاقت	جنہ
۶۔ اجنا	تل چکر	سوم	مادی طاقت	تپہ
۷۔ سہسرار	سہس دل کنول	روی سورج	پران کی طاقت	ستیہ

ہم نے جو کچھ اوپر ان لفظوں کو معنی پہنائے ہیں۔ وہ ہماری اپنی جگتی نہیں ہے جس کا جی چاہے سنسکرت کے لغات کو دیکھ کر اپنا اطمینان کرے۔ ہماری باتوں پر یقین نہ جائیے۔ جو طاقتیں ہمارے جسم کے مختلف حصوں میں مرکز بنا کر قدیم ہیں وہی سورج لوک میں ہیں، اور وہی برہمانڈ میں بھی ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔

اس سے اس قدر تو بہ آسانی سمجھ میں آجائے گا کہ جو شخص جس مرکز پر خواہ وہ جسمانی۔ دلی شمسی یا برہمانڈی ہی ہو اپنا دل متحد کرکے لگائے گا۔ اور اس کا سادھن کرے گا۔ اسی کو یہ طاقتیں اپنی جزوی یا کلی حیثیت میں حاصل ہوں گی۔ جس کا جی چاہے آزما دیکھے۔ صرف مشاقی کی ضرورت ہے۔ اور انہیں طاقتوں کا نام سدھی سکتی ہے۔ خواہ تم ان کو معجزہ کہو۔ کرامات کہو۔ یا خرق عادت کہو۔ جسے آدمی نہیں سمجھتا۔ اسے معجزہ کہنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ قدرتی طاقت کا فعل اور کرشمہ

ہے

دل کو کسی مرکز سے متحد کر کے اس سے تعلق پیدا کرنا یوگ کی اصطلاح میں سنجم کہلاتا ہے۔ سنسکرت "سم" (مانا) اور "یم" (روک رکھنا)

بائیسواں باب

سدھی شکتی (مسلسل)

جو کچھ سدھی شکتی کے مضمون پر ہم کو کہنا تھا۔ وہ ہم نے صاف اور غیر مبہم لفظوں میں سنا دیا۔ کوئی بات پردہ میں رکھ کر نہیں کہی کسی کی سمجھ میں نہ آوے یہ دوسری بات ہے۔ یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔

لیکن یوگ کی کتابوں میں کئی قسم کی سدھی شکتی کا ذکر آیا ہے۔ بعض لوگ ان سے مختلف سمجھ گئے۔ حالانکہ وہ سب کی سب انہیں کے انترگت (شامل) ہیں۔ ہم ان کو بھی مزید معلومات کے وسیع کرنے کی غرض سے یہاں داخل کرتے ہیں تاکہ سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کا لطف اٹھانے والے اچھی طرح ہر بات کے ماہر ہو جائیں۔

یہ سدھی شکتیاں دو قسم کی ہیں۔ ایک ان میں سے سفلی ہیں اور دوسری علوی ہیں۔ سفلی کا تعلق نیچے درجہ کی اندریوں (خبریہ) اور لوکوں سے ہے۔ علوی کا تعلق اونچی اندریوں۔ خبریہ اور لوکوں سے ہے۔ اور ان دونوں ہی کا انحصار دھارنا پر ہے۔

پہلے ہم سفلی سدھیوں کا بیان کرتے ہیں۔ جو یوگ سوتر میں زیر

بحث آئی ہیں۔ یہ آٹھ قسم کی ہیں۔
(۱) انیما۔ لطیف ہونا پھیلنا (سنسکرت مادّہ 'انُو' = لطیف ذرّہ)
(۲) مہما۔ بڑا ہونا۔ (سنسکرت مادہ۔ مہت = بڑا ہونا)
(۳) گریما۔ وزنی اور بھاری ہونا۔ (سنسکرت مادہ۔ گورُو۔ بھاری پن)
(۴) لگھما۔ چھوٹا بن جانا۔ (سنسکرت مادہ۔ لگھو۔ چھوٹا۔ باہنکا)
(۵) پراپتی۔ کسی شے کو اپنی طرف کھینچنا اور کامیاب ہونا۔ (سنسکرت مادّہ۔ 'پر' آگے اور 'آپ' = پانا)
(۶)۔ پراکامیہ۔ ناقابل فتح قوت ارادی (سنسکرت مادّہ 'پر' آگے اور کام)
(۷)۔ وشیتا = سب کو جیتنا یا مغلوب کر لینا۔ (سنسکرت مادہ 'وش' = بس کر لینا)
(۸) ایشوتو۔ ایشور کی طاقت حاصل کرنا (سنسکرت مادّہ ایش ایشور)
یہ سب باتیں دل کو قابو میں کر لینے اور اُس کو کسی مخصوص حالت سے باتعلق بنانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً جو شخص لطیف اور بسیط بننا چاہے۔ وہ پہلے دل کو خوب قابو میں کرے اور وہ بحر 'انو' یعنی لطیف ذرات سے اُسے ملا دے۔ اور وہ اسی طرح کا لطیف اور پھیلا ہُوا ہو جائے گا۔ اگر وہ دریا میں اُتر جاے یا دریا کے پانی سے تعلق پیدا کرے تو پھر پانی ہی بنکر محیط ہو جائے گا۔ وعلیٰ ہٰذالقیاس۔ یہ سب صرف دل کے زبردست تصور پر موقوف ہے۔ اور جس شخص کا جس درجہ کا تصور پختہ ہو جائیگا۔ وہ اُسی درجہ اور اُسی حد تک اُس حالت کو خاص وقت تک حاصل کر سکے گا۔ اسی طرح اوروں کی نسبت بھی اپنے خیال اور ذہن سے سمجھ لو۔ زیادہ تشریح کرنا طوالت میں داخل ہے۔
پرانایام یا چتیایام کے باقاعدہ سادھن کرنے سے ان سدھیوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور یہ صرف 'دھارنا' شکتی کی مختلف صورتیں ہیں

یہ علوی سدھیاں یعنی اونچے درجہ کی طاقتیں کہلاتی ہیں۔ سِفلی شکتیوں کا ذکر کئی شاستروں میں آیا ہے۔ اُن کی صراحت ذیل میں ہے :-

(۱) اُرمی منوم = بھوک پیاس کو روک رکھنا۔
(۲) دُور شرونم = دُور کی یا کوسوں کی آواز کو سننا۔
(۳) دُور درشنم = دور کی یا کوسوں کی چیز کو دیکھنا۔
(۴) منو جوم = من کی طرح سریر کو بھی تیز رفتار بنا لینا۔
(۵) کام روپم = خواہش یا ارادہ کے موافق خاص طرح کی صورت کا بنا لینا اور بنا رکھنا۔
(۶) پرکائے پرویشنم = دوسرے کے قالب یا جسم میں داخل ہونا۔
(۷) سوچھند مرتیو م = اپنی خواہش سے مرنا۔
(۸) دیوتا سہہ کریڑم = دیوتاؤں کے ساتھ بلاس کرنا۔
(۹) سنکلپ سدھی = خواہش کے موافق مقصد کا حاصل کرنا۔
(۱۰) آگیا پرتی ہتا گتہ = زبردست قوت ارادی کا حصول۔

ان کے علاوہ اور بھی سدھیوں کے ذکر آئے ہیں۔ مثلاً

(۱) تری کالگیتوم - ماضی حال اور مستقبل کا حال جاننا۔
(۲) ادوندم = دوند یعنی ضدین حالتوں پر غالب آنا۔
(۳) پراچتیا دیجگیتا = من اور دوسری چیزوں کے علم پر عبور پانا۔
(۴) اگنیر کا مبود شاد دینا پرتشٹمبھ = آگ۔ سورج۔ ہوا۔ پانی۔ زہر وغیرہ کے اثرات کو روک دینا۔
(۵) اپراجیہ = کسی سے مغلوب نہ ہونا۔

یہ ساری باتیں صرف خیال اور تصور کی پختگی پر منحصر ہیں۔ یوگی اپنے شاگردوں کو ادھر رجوع نہیں ہونے دیتے کیونکہ یہ ان

یہ خطرہ رہتا ہے۔ کہ ناوان شاغل کہیں یوگ کی مراد کو چھوڑ کر اور طرف نہ بہک جائے۔ اور قانون قدرت کا باغی ہو جائے۔ مکمل اور با قاعدہ شغل کر لینے پر ان سب باتوں کا امکان خود بخود ہوتا ہے۔ لیکن یوگی ان کو کمتر کام میں لاتا ہے۔ جو لوگ مسمریزم وغیرہ جو درجہ کے حقیر عمل کو سیکھ کر انہیں ذاتی یا دنیاوی مفاد کا ذریعہ بناتے ہیں۔ وہ دراصل اپنا اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں۔ اور اگر ان کو یوگ کی تعلیم دیجائے تو یہ پورے نہ اُتریںگے اور ناحق زیادہ مطلب پرست اور خود غرض ہو جائینگے۔ اور تانترکوں کی طرح صرف نفسانی اور جسمانی دایرہ میں چکر لگاتے رہینگے۔ حالانکہ تانترکوں کی تعلیم کی معراج بھی روحانی ہی ترقی تھی۔ اور نروان پد حاصل کرنا مقصود تھا۔

تیسواں باب

ابھیاس کا وقت

ابھیاس یا سادھن کا وقت صبح اور شام ہے۔ جسے ہندو سندھیا بندن کہتے ہیں۔ سندھیا کا مطلب ملاپ ہے۔ یعنی جس وقت دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کا میل ہو۔ وہ وقت زیادہ موزوں سمجھا جاتا ہے یہ ہر دو وقت کی سندھیا سے مُراد ہے۔ ایسے وقت میں دل کے جذبات میں خاص قسم کی تازگی آتی ہے۔ صبح کی سندھیا سُری، یعنی دیوتاؤں کا وقت کہا جاتا ہے۔ اس وقت دل میں خوشی کے جذبات رہتے ہیں شام کی سندھیا اسُری، یعنی راکششی کہلاتی ہے۔ اس وقت اور طرح کی ترنگی

منہ زور ہوتی ہیں۔ صبح کی سندھیا تیم ہے اور شام کی سندھیا تم ہے۔ یعنی صبح کے وقت دل کے نیک جذبات سے تعلق پیدا کر کے شغل کیا جائے۔ اور شام کے وقت دل کے برے جذبات کو دبا کر ابھیاس کیا جائے۔ مطلب دونوں ہی ہم شغل سے ہے۔ صبح کے وقت میں جب سورج کی کرنوں کے پھوٹنے سے پہلے ابھیاس کرنے کا دستور ہے اور شام کے وقت تاریکی آنے سے پہلے شغل کرنے کا قاعدہ ہے۔ نہ بالکل دن ہو جاوے۔ اور نہ تاریکی چھا جائے۔ یوں چاہیے جب تک ابھیاس میں بیٹھے۔ اس کا مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن معمولی سادھن کے ابتدائی مرحلہ میں وقت کی پابندی کا لحاظ لازمی شرط ہے۔ ان کے سوا دو سندھیائیں اور ہیں ایک دوپہر دن کی اور تیسری آدھی رات کی۔ ان کے درمیان بھی دو قسم کی حالتوں کی ملونی ہوتی ہے۔ اگر چاروں وقت میں ابھیاس کیا جا سکے تو کیا کہنا ہے! لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو صبح اور شام ہی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

جو لوگ صرف پرانایام سے غرض رکھتے ہیں۔ وہ بغیر نہائے دھوئے حتی المکان کبھی ابھیاس نہ کریں۔ اور جو چتیا یام کرتے ہیں۔ وہ اگر کچھ دنوں کے شغل کے بعد اس کی پابندی چھوڑ دیں۔ تو چنداں نقصان نہیں ہے۔ لیکن ہاتھ پاؤں دھو لینے اور جسم کو گیلے پاتر انگوچھے سے پونچھ لینے میں ہرج نہیں ہو گا۔ تاکہ جسم میں طراوت اور تازگی کے ساتھ چستی آ جائے۔

کبیر صاحب کی بانی ہے۔

جل دیکھے تب چی اوپجے۔ سادھو دیکھے رام
مایا دیکھے موہ اوپجے۔ ناری دیکھے کام (شہوت)

مطلب پاکی صفائی اور طہارت سے ہے۔ اور طراوت سے بھی ہے

سوچنے یا سادھن کرنے سے جسم میں خاص قسم کی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اُس کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھنا چاہئے۔ حرارت کا جسم میں زیادہ پیدا ہونا اچھا نہیں ہے۔ اگر سردی زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ گرمی دماغ کو کمزور کر کے بد دماغ بنا دیتی ہے۔ اس وجہ سے نہانے دھونے کی اس عمل میں تاکید ہے۔ لیکن اس سے یہ کوئی شخص کبھی نہ سمجھے کہ سردی کو ترجیح دینا چاہیئے۔ نہیں۔ مطلب تو یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے سردی گرمی برابر رہیں۔ پرانایام میں گرمی سردی کی افراط اور تفریط انسان کو سخت بیمار بنا دیتی ہے۔ اور مار دیتی ہے۔ اگر کہیں ہوا کے جھونکے زور سے چلتے ہوں تو وہاں بھی ابھیاس کرنا خطرہ مول لینا ہے۔ اور ابھیاس کی جگہ میں شور غل کا ہونا تو نہایت ہی خطرناک ہے

چوبیسواں باب

ابتدائی پرانایام کے نتائج

جن سِدھیوں شکتیوں کا اُوپر بیان آیا ہے۔ وہ پرانایام کی لمبائی مشاقی کے نتیجے میں۔ انہیں کوئی شخص غیر ممکن نہ سمجھے۔ یہ سب انجیہ سِدھ ہیں لیکن پرانایام کی باقاعدہ۔ اور سخت مشکل۔ لگاتار مشاقی اور پھر سنجم کے کرنے پر حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن ابتدائی ۔ا۔ ج میں بھی جو نتیجے ایسے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو شاغل کے شوق کے بڑھانے میں مددگار ہیں اُنکی کچھ مختصر صراحت حسب ذیل کی جاتی ہے۔

سوتیا سوتر اُپنشد کے ادھیائے ۲ کا ۱۳ واں شلوک ہے

"جب جسم ہلکا معلوم ہونے لگے - بیماری سے نجات ہو - خواہشوں کی کشمکش نہ ہو جسم کا رنگ چمکیلا نظر آنے لگے - آواز میٹھی اور سُریلی بن جائے جسم کی بُو خوشگوار ہو جائے - اور بول و براز میں کمی دکھائی دے - تو سمجھنا چاہیئے کہ یوگ کی پہلی منزل کی رسائی حاصل ہو گئی"

اور جو بات سِدھی شکتی کی نسبت ہم نے کہی ہے اُسی کا اعادہ یہاں پر بھی کیا جاتا ہے :-

جس وقت شاغل قلیل الغذا - اور اعتدال پسند ہو جائے گا - تو اُس کے جسم کا ہلکا ہونا تعجبات سے نہیں ہے - اور جب جسم ہلکا رہنے لگے گا - اور انسان غذا کے تفریط اور افراط پر غالب آگیا تو صحت کا حاصل ہونا کوئی مشکل بات نہیں ہے - اسی طرح عمل کرنے والا جوگی جس قدر لطیف الجسم - لطیف الحواس - لطیف العقل - اور لطیف القلب بن جائے گا - اُسی قدر اُس کے چہرہ سے نور کا اظہار خود بخود ہونے لگے گا - اس میں عمل تصور کا بھی شمول ہے - کیونکہ کوئی یوگ بغیر دھیان کے نہیں کیا جاتا - اور دھیان جب کیا جائے گا - نورانی صورت اور روحانی طبیعت کا کیا جائے گا - بہ سبب ہے کہ اُس میں نورانیت کی چمک دمک پیدا ہوگی - اور یہی نہیں بلکہ اُس کے خط و خال تک میں بھی تبدیلیاں آنے لگیں گی - اور اگر وہ پہلے بھدی صورت کا تھا تو اب خوشگوار صورت والا بننے لگے گا - اس کا تجربہ مبتدی تک کو ہو جاتا ہے - اسی طرح خوش آوازی کا پرگٹ ہونا بھی حیرت کا مقام نہیں ہے - باقاعدہ حبس دم کرنے والے کی گفتگو ہمیشہ جنچی تلی ہوگی اور کرختگی سے پاک و صاف رہے گی اور ساتھ ہی وہ موثر اور دلوں کے اندر جگہ کرنے والی بن جائیگی - یہ باتیں گندھرب یوگ یعنی علم موسیقی کی مشاقی سے بھی آجاتی ہے - بشرطیکہ راگ ودیا کو بھی یوگ

کا سادھن بنالے۔ راگ وِدیا بھی تاثیر سے خالی نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ لوگ حقانی راگ کو چھوڑ کر نفسانی راگ کو دل دیتے ہیں۔ اِس وجہ سے گانے بجانے والے بالعموم نفس پرست اور گئے گذرے آدمی ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ذلیل اور بے آبرو بنے رہتے ہیں۔ اِس قسم کی موسیقی ممنوع۔ مکروہ اور معیوب ہے۔ اور ترک کرنے کے قابل ہے۔ اعلےٰ درجے کے راگ سے انسان میں اعلےٰ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن کے لئے علم موسیقی غذاءِ روح ثابت ہوتی ہے۔ یہ ممنوع۔ مکروہ اور معیوب نہیں ہے۔ اسلام موسیقی کا دشمن مشہور ہے۔ لیکن اُس کی خصومت صرف سفلی موسیقی سے ہے۔ جو لوگ اسلام کی حقیقت کی خبر رکھتے ہیں وہ اعلےٰ موسیقی کو بُرا نہیں سمجھتے۔ قرآن خود ایک قسم کے راگ میں لکھا گیا ہے۔ لیکن نادانوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ سفلی موسیقی کی ممانعت تو ہم بھی کرتے ہیں اور اُسے ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں۔ اگر نیک اور لطیف جذبات کی اُبھارنے والی موسیقی حرام ہوتی تو تجربہ کار صوفی کبھی 'سماع' یا 'راگ' کے دلدادہ نہ بنتے۔ ایک وقت آجاتا ہے۔ کہ شغل کرتے سے نثر کی گفتگو خود نظم کا مزہ دینے لگتی ہے۔ اور کہیں نہ ہو جاؤ۔ صرف میری تحریر اور تقریر کو سُننے کے لئے وہ نثر ہے۔ لیکن نظم کا لطف دیتی ہے۔

رہتے ہیں فرشِ زمیں پہ عرش و کرسی کی ہے بات
گفتگو میں اپنے طرزِ آسمانی آ گئی

موسیقی نظامِ کائنات کی جان ہے۔ چاند اور ستاروں کی حرکت۔ زمین اور آسمان کی گردش۔ مخلوق کے حرکات و سکنات یہ خود کیا ہیں! موسیقی ہی کی تو ترکیبیں اور تدبیریں ہیں۔ جو لوگ سادھن کرتے ہیں

اُن کو رہٹ کی آواز میں گانے کا مزہ ملتا ہے۔ پرندوں کی چہچہاہٹ
میں خوشگوار نغمے گوش زد ہوتے ہیں۔ جن کے سننے سے مستی آتی ہے
ہم کو تو یہ دُنیا خود نغمستان اور موسیقی کا دبستان معلوم ہوتی ہے
یہاں ہر شے کے حرکات میں باقاعدگی ہے۔ اور جہاں حرکت باقاعدہ
ہوگی وہاں آواز ضرور ہی پیدا ہوگی۔ اور اِسی آواز کا نام راگ ہے۔ اِس
کے سوا راگ اور کیا چیز ہے! اور جو جوگی وقت اور لحہ کا لحاظ کرکے
حبس دم کا سادھن کرتا ہے وہ خود کیوں خوشگلو اور شیریں آواز نہ ہوگا۔
یوگی کے جسم سے خوشبو نکلتی ہے۔ یہ ہمارے اپنے ذاتی تجربہ
کی بات ہے۔ بدبو تو اُن سے پیدا ہوتی ہے جو نفسانی اور جسمانی زندگی
بسر کرتے ہیں۔ اِن کے کپڑوں سے ناگوار تعفن کا اظہار ہوتا ہے۔ تم
جس وقت مغلوب الغضب یا مغلوب الشہوت ہو۔ ذرا اپنے ہاتھ پاؤں
کو ہتھیلی سے مل کر سونگھو تو سہی اُن سے کیسی بدبو خارج ہوتی ہے۔ اگر
یہ نہ کرو تو بغل کی گھائی میں ہاتھ لگا کر سونگھو۔ خود سمجھ جاؤ گے کہ کثیف
مزاج اور شہوت پرست بکرے جیسی عفونت خود تمہارے جسم سے
خارج ہو رہی ہے۔ یوگی سب سے پہلے برہمہ چاری ہوتا ہے۔ اِس
میں نفسانیت اور جسمانیت کے اثرات کی قِلت یا معدومیت ہو جاتی
ہے۔ پھر اُس کے جسم سے خوشبو کیوں نہ برآمد ہوگی؟ جب لطیف
مزاج دُنیا دار کے کپڑوں سے بھی ناخوشگوار بُو کا خارج ہونا بند ہوجاتا
ہے۔ تو پھر یوگ کرنے والوں کا کیا کہنا ہے! یہ نہایت معمولی اور چھوٹی
سی بات ہے۔

پھر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ حالت بول و براز کی کمی سے پیدا ہوتی ہے

٭ حاشیہ دیکھو کلام۔ ص ۵ "بہ آواز مرغے بنالد فقیر" سعدیؒ

ہے۔ اور اُس کا سبب بیان کر دیا گیا ہے۔ قلیل الغذا۔ اور لطیف الغذا آدمی کمتر بول و براز کرتے ہیں۔ اور اُن کے بول و براز میں اس قدر بدبو نہیں ہوتی۔ جیسی کہ کثیر التعداد اور کثیف الغذا آدمی کے بول و براز سے خارج ہوتی ہے۔ لڑکے یا بچے کا پیشاب یا خانہ اس قدر بدبودار نہیں ہوتا۔ جس قدر کہ بالغ آدمی کا ہوتا ہے۔ اور سبب ظاہر ہے۔ بچے میں ابھی تک نفسانیت نہیں آئی ہے۔ اور وہ اناج نہیں کھاتا ہے کیا کہا جائے۔ اگر ہم صاف صاف کہتے ہیں تو کوئی شخص ہماری بات نہیں مانے گا۔ یہ سب خرابی انسان میں صرف 'غلہ' کے استعمال سے آئی ہے۔ اور 'آدم' صرف گیہوں کے کھانے سے بہشت سے الگ کیا گیا تھا۔ اس روایت میں سچائی ہے۔ لیکن انسان اسے تسلیم کب کرنے لگا۔ یوگی چونکہ تھوڑی اور لطیف غذا کھاتا ہے۔ اس وجہ سے وہ اس بدبو اور بول براز کی کثرت کے عیب سے محفوظ رہتا ہے۔*
یوگ کی شرط قلیل الغذائیت سمجھ بوجھ کر قایم کی گئی ہے
یہ باتیں سب کی سب انسان کے قیاس میں آسکتی ہیں۔ اور سادھن کرنے سے وہ ان کا تجربہ بھی کر سکتا ہے سب سے وہ سنت سماگم یعنے صحبت فقرا میں کچھ دنوں بیٹھ کر علمی اور قیاسی معلومات کو

نوٹ*۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انسان بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ عام کر خیال میں طاقت ہے بس نے اُس کا غذا لازمی ہے لیکن اگر یہ وہم ذہنوں سے دور ہو جائے تو انسان کا بغیر غذا وغیرہ کے استعمال کے بھی زندہ رہنا ممکنات سے ہے۔ پنڈت فقیر چند جی کی بچی آج اٹھائیس برس سے کچھ نہیں کھاتی اور زندہ ہے۔ سول سرجن وغیرہ تک نے جا کر جانچ کی اور اُسے سچا تصور کیا۔ فقیر چند۔ موضع بجواڑہ۔ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے ہیں۔ آج کل وہ بغداد میں ہیں۔ جو شخص چاہتے اُس کو جا کر دیکھ سکتا ہے۔ اور اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ خیال زبردست ہے ہم صرف قلیل الغذا اور لطیف الغذا ہونے کی ہدایت کرتے ہیں بس

وتسیح کرتے پھر حسب عمل و شغل کی تکمیل میں لگے گا۔ خود بخود لپنے ذاتی علم کی مدد سے اُن کو سمجھ جاتے گا۔
دل پر قابو پانے کے رازمیں بہت سی باتیں ہیں۔جن کا گیان آپ سادھن کرنے والوں کو ہو جاتا ہے۔اُپنشدگو گیان کی کتابیں ہیں۔ لیکن یوگ کے مضامین پر بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ہماری اپنی بات کو کم تر لوگ یقین کرینگے۔اس لئے اُن کا سہارا لے کر سمجھانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔چھاندوگ اُپنشد کی بانی ہے:۔ پرپاٹھک ۸۔کھنڈ ۱۲ شلوک ۳ کا یہہ ترجمہ ہے:۔
"اُن کی طرح اُس کا آتما جسم سے نکل کر اپنے سمپرساد یعنی فضل سے پرم جوتی سے مل کر اپنے روپ کو حاصل کر لیتا ہے ایسا آدمی سب میں افضل ہے"
جسم سے روح کو نکالنا یہ بھی اس شغل کی مدد سے ممکن ہے۔ وعلی ہذالقیاس۔

پچیسواں باب

منتر یوگ

ہم نے پرانا یام (ہٹ یوگ) اور چنتیا یام (اصلی پرانایام یوگ) کی کسی قدر توضیح کر دی۔اب منتر یوگ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔تم جو ان سب باتوں کو لکھ رہے ہیں۔اُس کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے وسیع دل۔وسیع نظر وسیع خیال اور وسیع الواقفیت والے ہو جائیں

اگر یہ بات نہ ہوگی تو وہ تنگ دل اور تنگ نگاہ بنے رہینگے۔ ہر جگہ اور بات میں سچائی ہے۔ یوگ کا سادھن کرنے والا اگر متعصب ہوگا تو وہ ہمیشہ ناقص بنا رہے گا۔ یوگ کوئی محدود طریق نہیں ہے۔ وہ نہایت وسیع مضمون ہے۔ اور اگر کوئی شخص اُن کی فہرست اور تقسیم و تفریق کے ہوس میں پڑا۔ تو کام مشکل ہوگا۔ مطلب صرف اس قدر ہے کہ وہ معمولی طور پر سمجھ لے اور اپنے کام میں لگے۔

منتر یوگ کو بھی ہٹ یوگ اور راج یوگ کی طرح سفلی طریق کہنے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ گیا گذرا طریق ہے۔ بلکہ یہ کہنا مقصود ہے کہ اِن سے بھی اعلیٰ یوگ ہے۔ جس کا بیان آگے چل کر کیا جائے گا۔ اور جس میں یہ سب یوگ یا ان کی مراد آ جائے گی۔

منتر سنسکرت مادہ ۔ 'منتری' (صلاح لینے اور پوشیدہ طور پر مشورہ حاصل کرنے) سے نکلا ہے۔ اس کے لغوی معنی کئی ہیں۔ مثلاً (۱) وید کا حصہ (۲) جادو (۳) دیوتاؤں کے خطاب کرنے کا لفظ وغیرہ وغیرہ لیکن یہاں منتر یوگ سے ہماری مراد اس طریق عمل سے ہے۔ جس کا شغل شکتی کے اُپاسک کرتے ہیں۔ اور جس کا بیان تنتر شاستروں میں آیا ہے۔ ہم اِن کو بھی 'یوگی' صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ بغیر 'یوگ' کے سادھن کئے ہوئے کسی قسم کی شکتی نہیں حاصل ہوتی۔

شکتی کا بیان پہلے آ چکا ہے۔ یہاں شکتی سے مراد دیوی سے ہے جس کی اُپاسنا رگ وید کے دیوی سوکت میں آئی ہے۔ "اشٹو دیوی پشتیہ وغیرہ وغیرہ" آج کل اکثر لوگ غلطی سے کہتے ہیں کہ دیوی کی اُپاسنا ویدوں میں نہیں ہے۔ کاش اگر اِن کی نظر رگ وید کے دیوی سوکت پر ہوتی تو یہ بیجا اعتراض کرنے سے پرہیز کرتے۔

ایشور نہ مونث ہے نہ مذکر ہے۔ وہ تو ایک محیط کل طاقت ہے

کوئی اُسے باپ سمجھ کر پُوجتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اُسے ماتا سمجھ کر پُوجے تو اس میں کسی کا ہرج یا نقصان کیا ہے! اگر ایک خبطی ہے۔ اور اگر کسی ایک کو خبط ہے تو وہ خبط سب میں موجود ہے۔ کسی کے بھلے بُرے کہنے سے یا کسی کی تردید یطلان یا کھنڈن منڈن کرنے سے فائدہ کیا ہے! جس کا جیسا جذبہ اور نقطۂ خیال ہو۔ وہ اُسی سے کیوں نہ تعلق کرے۔ دوسروں سے اُلجھنے کی ضرورت کب ہے *

گو ویدوں کی نظم کو بھی ہم منتر کہتے ہیں۔ لیکن یہاں ہماری مُراد اُن منتروں سے ہے جو 'ایکاکشری' کہلاتے ہیں۔ اور جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً کراں۔ کریں۔ کروں۔ سواہا" وغیرہ ایسے منتروں کا تعلق شکتی کی اُپاسنا کرنے والوں سے ہے۔ وید منتر، دعائیں ہیں اور پرارتھنائیں ہیں۔ ان کی حیثیت کچھ اور ہے۔

یہ جگت شکتی یعنی طاقت کا ظہور ہے۔ اور اس طاقت کا اظہار خاص خاص طور پر ہوا ہے۔ آکاش۔ وایو۔ آگ۔ پانی۔ مٹی یہ سب مختلف اور متعدد شکتیاں ہیں۔ ان کی حرکت کی آواز کو ہم معنی نہیں پہنا سکتے کیونکہ معنی پہنانے سے پھر نفس مُراد سے اُن کی دوری ہو جاتی ہے۔ تمام برہمانڈ۔ انہیں مختلف شکتیوں کے ملاپ۔ کشش قربت دوری وغیرہ سے بنا ہوا ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو اُن کے مطلب کو زبان سے ادا کر سکتا ہے! ایک ایک عنصر کی ایک ایک شکتی ہے۔ اور وہ شکتی اپنا اظہار خاص طریقہ میں کرتی ہے۔ یہ شکتیاں آٹھ طرح کی ہیں۔ اور ہر جگہ ان کے ظہور کا تماشہ نظر آرہا ہے۔ مست لوگ انسان نے عالم ظہور میں دیکھ کر اپنی سمجھ کے موافق بالفظی محدود بندے بیج تجویز کر لیا۔ آٹھوں میں ان سب کے پرے سب کی آدھار بنی ہوئی ہے۔ اُس تک حواس اور زبان کی رسائی محال ہے۔ انہیں آٹھوں

شکتیوں کی مجموعی صورت کا نام ہندوؤں نے اشٹانگ یوگ رکھا ہے۔ جو پاروتی جی کا نام ہے۔

فلسفہ میں سائنس میں۔ کاروبار میں ہر جگہ یہ محیط ہو رہی ہیں۔ اگر ان کی صراحت کرنے پر آئیں تو مضمون بہت طول طویل ہو جائیگا۔ اس لئے صرف ایک مثال دے کر آگے کی طرف قدم بڑھائینگے۔

ہر شخص جسے علم موسیقی سے تعلق ہے۔ وہ جانتا ہے کہ گانے میں سات سُر ہوتے ہیں۔ س۔ رگ۔ ما۔ پ۔ دھ۔ نی۔ انہیں نو آواز یعنی شبد بدھ کر لیا گیا ہے۔ لیکن آٹھویں کو جو ان سب کا مدار علیہ ہے۔ یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ انہیں ساتوں پر تمام گانے بجانے کا انحصار ہے۔ اور ان میں خاص خاص قسم کے جذبہ۔ آواز۔ اور دلی حرکت کے اُبھارنے کا کمال ہے۔ یہ سرگم کہلاتا ہے۔ اور اس سرگم کے س۔ ر۔ گ۔ م وغیرہ کی صراحت یا سنکلپ ہمارے حد امکان سے باہر ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم غور کے ساتھ اس قدر سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا ہمارے دل پر کیا اثر ہوتا ہے۔ لیکن اول تو اس اثر کی تمام و کمال حالت کی خبر ہم کو نہیں مل سکتی۔ دوسرے اُن کے لفظ بند کرنے سے جی گھبراتا ہے۔ مجبوراً وہ جیسے ہیں انہیں ویسے ہی چھوڑنا اور اُن سے اپنی سمجھ اور عقل و تعقل سے کام لینا پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح ابکاکشری منتروں کی کیفیت ہے۔

منتر یوگ کا دارومدار بالکل قوت ارادی پر ہے۔ اور جس کی قوت ارادی جس حد تک مکمل ہوگی۔ اُسی قدر جلد اُس کو سدھی حاصل ہوگی۔ یہ معمولی جیسا عمل ہے۔ اور ایسے ہر عمل کے لئے کم از کم

۴۰ دن لگتے ہیں - ۴۰ دن کے بعد خاص خاص قسم کی سدھی آجاتی ہے - لیکن یہ سدھی اُس یوگ سدھی سے مختلف ہوتی ہے - منتر یوگی جس سدھی کے پورے کرنے کے ارادہ سے ابھیاس کرتا ہے وہ سدھی اُسے حاصل ہو جاتی ہے - اور اس کے تماشے زیادہ تر مارن - موہن - اُچاٹن - استمبھن وغیرہ تک محدود ہیں - اور چونکہ اس تنتر شاستر ارتھ کے کاروبار ایسے ہی سفلی جذبات کے متعلق رہتے ہیں اس لئے اُن کا تشدد کر دیا گیا ہے - تاکہ عوام کی طبیعت ادھر کم رجوع ہو - اور یہ طریق تقریباً بالکل ہی سفلی ہے -

ہر منتر کا کوئی نہ کوئی دیوتا ہوتا ہے - اور جس دیوتا کو سدھ کرنا ہوتا ہے - اُسی کے منتر کا جاپ کیا جاتا ہے - اور دوسرے اس قسم کے منتروں سے قطعی پرہیز رہتا ہے - اس شغل کی ترکیب اور اُس کے سامان مختلف اور متعدد ہیں - اور چونکہ وہ نہایت ہی ادنیٰ طریق بن گیا ہے - ہم جان بوجھ کر اُس کے تفصیلی اور تصریحی اہتمام کو نظر انداز کرتے ہیں -

دیوتا خاص قسم کی طاقت کا نام ہے - جو اُس منتر کی جان ہے - اور اُسی پر منتر کا دار و مدار ہے - ہر منتر کی خاص آواز - خاص رنگ خاص طاقت - خاص تاثیر اور خاص دیوتا ہوتا ہے - یہاں تک کہ جتنے حروف تہجی کے حروف ہیں وہ بھی اِن سے جدا نہیں ہیں - ہر حرف کا خاص رنگ روپ اثر اور دیوتا ہوتا ہے - اور یہ سب جتنے سے سمجھ میں آ بھی جاتا ہے - یہ منتر چونکہ مہمل اور بے معنی ہوتے ہیں - اُن سے کوئی بھی بھول کر یہ نتیجہ نہ نکالے کہ وہ مراد سے خالی ہوتے ہیں - یہی مراد دل کے خاص جذبہ کو اُبھارتی ہے - جیسا

کہ موسیقی کی تاثیر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کسی زمانہ میں اس منتر یوگ کا اس قدر استعمال تھا کہ یوگ اُسکے نام سے ڈرتے تھے سنسکرت میں یہ شابر کہلاتے ہیں۔ جوشی بھگوان یا پاروتی جی کی ایجاد ہیں۔ اسی 'سابر' کو غیر قوموں نے 'سحر سامری' کا نام دیا تھا۔ ان کے تلفظ اور ادا کرنے کے لہجے خاص طرح کے ہوتے ہیں۔ اور اگر ٹھیک ٹھیک تلفظ نہ کیا جائے تو اثر نہیں ہوتا۔ خاص قسم کے لہجہ یا تلفظ کا اثر بھی خاص طرح کا ہوتا ہے۔ ویدک منتروں کے تعلق میں بھی خاص مستعمل اور مجوزہ طرز تلفظ پر بھی اسی وجہ سے زور دیا جاتا تھا۔

ویدک منتر ایکاکشری نہیں ہیں۔ لیکن ویدوں کے بیج منتر 'اوم' کو ایکاکشری کا نام دیا گیا ہے۔ اور وہ ایک ہی اکشر سمجھا جاتا ہے۔ منو کہتا ہے۔ 'ایکاکشرم پرم برہم' یعنی ایکاکشری منتر ہی پربرہم ہے۔ اور پتنجلی بھگوان فرماتے ہیں "تسیہ واچکم پرونم" یعنی اُس کا تلفظ 'پرنو' (اوم) ہے۔ پتنجلی نے بھی برہم کو شبد ہی بتایا ہے۔ اس کا جاپ دو طرح پر کیا جاتا ہے۔ اول سمشٹی (کُلی) اور دوم ویشٹی (جزوی)۔ جزوی تلفظ زبان سے کیا جاتا ہے۔ اور کُلی تلفظ اندر میں ہوتا ہے۔ اور وہ باہر بھی ہے۔ ایک جسمانی ہے اور دوسرا روحانی ہے۔

ایکاکشری منتر کی بزرگی سب سے زیادہ تسلیم کی گئی ہے۔ جو پرنو کی طرح سے ہے۔ اس کے بعد گایتری منتر پنچاکشری منتر اور اشٹاکشری منتر وغیرہ کا درجہ ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

سادھن کرنے والا تنہائی کی جگہ میں خاص قسم کے آسن پر بیٹھ کر خاص قسم کے ساز و سامان رکھ کر خاص خاص وقت پر خاص طور پر سادھن کر کے عامل ہو جاتا ہے۔ اور ہندو پُرانوں کے مطالعہ

اسے پتہ لگتا ہے۔ کہ جب سادھن کرنے والے کے سادھن کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اُسی وقت خاص دیوتا آکر موجود ہوا اور اُس نے سادھن کرنے والے سے پُوچھ کر اُسے خاص طرح کا بَر دیا۔ ویدک زمانہ میں اِسی قاعدہ کے موافق دیوتاؤں کا آواہن کیا جاتا تھا۔ اور سدّدھ لوگ خاص خاص موقع پر خاص خاص دیوتاؤں کو اپنے یگیوں کے پُورا کرنے کے لئے بُلا لیتے تھے۔

اسی کے سلسلہ میں اور قوموں کے عملیات کا تقلیدی سلسلہ شروع ہوا لیکن چونکہ یہ اصلیت سے بہت دُور جا پڑے تھے۔ ان کا عمل صرف جن اور بھُوتوں کے حاضرات تک محدود رہ گیا۔

منتر یوگ کے آچاریہ بھی اسے اچھا نہیں سمجھتے اور جو طریق عمل کہ خودغرضی اور نفسانیت کے نقص کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ بے فائدہ نہیں ہے۔ حالانکہ اس کے عمل سے بھی کسی حد تک روحانی ترقی کا امکان ہے۔ اور ہم اسی خیال سے اس پر زیادہ روشنی نہیں ڈالنا چاہتے۔ ہو کہ ناواقف پڑھنے والے کا رجحان اُدھر نہ ہونے پاوے۔ صرف وضاحت کی غرض سے اس کے مختصر بیان کو کافی اور وافی سمجھا ہے۔

چونکہ منتروں کا انحصار چار قسم کی آواز ویکھری۔ مدھیما پشینتی اور پرا پر ہے۔ پرا اوستھا کو ہم بہتر سمجھتے ہیں۔ اور آگے چل کر اس پر کچھ کہیں گے۔

پہلی آواز کا اثر خارجی جسم پر پڑتا ہے۔ مدھیما کا اثر اندرونی دل پر پڑتا ہے۔ پشینتی کا اثر اندر باہر دونوں پر رہتا ہے۔ اور پرا جو کہ اونچا ہے۔ جو اس منتر یوگ کی منزل مقصود کہا جاتا ہے۔ لیکن ادھر شاذ و نادر ہی رجوع ہوتا ہے۔ ورنہ زیادہ تر تو منتر ایک جسم اور دل ہی تک

اپنے جذبات کو محدود رکھتے ہیں۔ اور چونکہ اس طریق کا نام ہی شاکتک ہے۔ اس لئے وہ شکتی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اُسی کے حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور یہ شکتی خود انسان کے اندر موجود ہے۔ مجہولیت سے ظہور کے طبقہ میں لانا ہوتا ہے۔

چھبیسواں باب

معمولی شبد یوگ۔ یا لے یوگ۔ یا خاص انترلکھی یوگ

اب ہم اُس یوگ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو ساودھارن شبد یوگ۔ لے یوگ یا انترلکھی یوگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ اندرونی ضبط کی مشتاقی سے محویت اور استغراق کی حالت پیدا کی جائے اس کے شغل میں عرف کان سے مدد لی جاتی ہے۔ جس میں دل شامل رہتا ہے۔ منتر یوگ میں زبان سے کام لیا جاتا ہے۔ جو حالت مجہولیت یا بیحرکتی کی اندر ہی ہے۔ اور اسی کے سننے سے دل کو یکسو کیا جاتا ہے۔ دل کی یکسوئی اُس کی ابتدا اور دل کی محویت اُس کی انتہا ہے۔

اس یوگ کے شاغلوں نے 'شبد' ہی کو اس نظام کائنات کا خالق مانا ہے۔ اور اُسی کی دھاروں کی حرکت کے کاروبار کو خلقت کا قانون گر دانا ہے۔ اور اُسے 'شبد برہمہ' کا نام دیا ہے۔ آواز ہی محیط اور محدود جوہر ہے۔ اور اُس کی مختلف قسمیں

ہیں۔ جن میں سے سات تو خاص قسم کی ہیں۔ جن کا بیان سرگم کے ذکر میں اُوپر کیا گیا ہے۔ سرگم میں سات استھان یا مقامات کی آوازیں ہیں۔ مثلاً کھرج۔ رکھب۔ گندھار۔ مدھیم۔ پنچم۔ دھیوت۔ نکھاد۔

کھرج سب سے اُونچا اور نکھاد سب سے نیچا ہے۔ اسی کھرج کے اندرونی مرکز کو ستّ لوک کا نام دیا ہے۔ اور نکھاد کو بھولوک کہا گیا ہے۔ جو لوگ ستار بجاتے ہیں۔ وہ اس سرگم کی اصطلاح کو بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کی ترتیب کے سلسلہ میں انہیں سات لوکوں کی اصلیت کسی حد تک معقولیت کے ساتھ سمجھائی جا سکتی ہے ستار میں۔ تین گرام ہوتے ہیں۔ اور تینوں گراموں میں سات سُر آوازوں کے چکروں کا اہتمام ہوتا ہے۔ گو ظاہرا صرف کسی ہی کسی چکر کی صورت قائم کی گئی ہے۔

یہ شبد لوگ دُنیا کا نہایت ہی قدیم طریق ہے اور کوئی بھی ایسی قوم نظر نہیں آتی جس میں پہلے اس کا پتہ نہ چلتا ہو۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتدا بھارت ورش یعنی اسی ہندوستان سے ہے۔ جہاں کہ ہم آباد ہیں۔ اوروں نے اپنے طور پر اسے یہاں ہی سے سیکھا۔ اپنے طور پر اس کو رواج دیا۔ لیکن جس طرح کہ موسیقی کے علم کا کمال صرف ہندوستان ہی تک محدود رہا۔ اور جس طرح اور لوگ صرف معمولی موسیقی سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ کمالِ موسیقی کا اُن کے درمیان اہتمام نہیں ہے۔ اسی طرح شبد لوگ کا معمولی سادھن کا اشارہ تو سب کے قدیم نوشتوں سے پایا جاتا ہے لیکن وہ کمالیت سے خالی ہے۔ یونانی۔ مصری۔ صوفی وغیرہ کسی

نہ کسی درجہ تک۔ اس کے جاننے والے تھے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ اِس زمانہ میں وہ اِس کی معقول تشریح نہیں کر سکتے۔
صوفیوں میں یہ شبدیوگ عمل سلطان الاذکار کہلاتا ہے۔ سُلطان الاذکار کا ترجمہ "ذکروں کا بادشاہ" کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ اِسے تمام عبادتوں کے طریق سے افضل سمجھتے ہیں۔ اور اسی کے سلسلہ میں اُن کے یہاں بھی سرگم کے پردوں کے شکل میں سات مقامات قائم کئے گئے ہیں جیسا کہ اوروں میں بھی ہے۔ ہم ذیل کے نقشہ سے پھر اِن کی وضاحت کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو کچھ کچھ اس کا پتہ لگ جائے۔

نمبر	ویدک شبد یوگ کے مقامات	سلطان الاذکار کے ساتوں کے مقامات	یوگیوں کے مقامات	تانترکوں کے چکر	جسم کے سات مرکز	سرگم کے پردے
۱	بھوہ	ناسوت	مولا دھار	گدا چکر	مقعد	کھرج
۲	بھووہ	ملکوت	سوادشٹھان	اندری چکر	آلۂ تناسل	رکھب
۳	سووہ	جبروت	منی پورک	نابھی چکر	ناف	گندھار
۴	مہہ	لاہوت	انا ہت	ہردے چکر	دل	مدھیم
۵	جنہ	ہوُت	وشدھی	کنٹھ چکر	حلق	پنچم
۶	تپہ	ہوت الہوت	اجنا	تِل چکر	تیسرا تل	دھیوت
۷	ستیم	ہویت یا مقام خاص	سہسرار	سہسرار	دماغ	نکھاد

ممکن ہے۔ کہ لفظوں کی وجہ سے کسی کسی کو سمجھنے میں کچھ بھرم ہو۔ لیکن جن کی نظر اصلیت کی جانب ہے۔ وہ لفظوں پہ نہ جائیں نفس مطلب کی طرف نظر رکھیں۔ اور پھر بھرم نہ ہوگا۔ صوفیوں میں

یہہ نقشہ اپنے طور پر مکمل ہے - اب اس میں زیادہ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
ہم نے اوپر اس نقشہ کی صورت میں جو مدات قایم کئے ہیں۔ اُن کا اہتمام سوچ سمجھ کر کیا ہے ۔ اصُول سب کا ایک ہے - فروعات یا جزویات میں اگر فرق اور اختلافات ہوتے ہیں تو ہُوا کریں - اُن سے کوئی ہرج نہیں ہوتا - مطلب صرف یہہ ہے - کہ ہمارے پڑھنے والے جہاں تک ہوسکے - اس یوگ کے مضمون سے بے خبر اور ناواقف نہ رہنے پاویں - تاکہ اگر وہ آسے اعلے یوگ کے سادھن میں ہمہ دل اور ہمہ جان متوجہ ہوں تو چند ہی دنوں کی مشاقی میں بہتر قسم کی کامیابی حاصل کرسکیں ہم یوں عمل ہی پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ لیکن حتی الامکان علمی واقفیت سے بھی کسی کو محروم نہیں رکھنا چاہتے یہہ نقشہ دے کر اب ہم مختلف آوازوں پر رجوع کرتے ہیں تاہم یہاں یہ کہدوں کر پھر بتا دیتے ہیں - کہ ان استعمالوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ساتوں کیفیتوں کو اپنے اندر نہ رکھتا ہو - یہ ویسی ہی ہے جیسے ستار کے کسی ایک ہی پردے سے ساتوں قسم کی آوازیں نکالی جا سکتی ہیں ۔
ہنس اُپنشد میں اس شبد کی دس قسمیں بیان کی گئی ہیں - جن کا کچھ کچھ ذکر نادبندو اُپنشد میں بھی آیا ہے - پہلی اُپنشد کہتی ہے -

* یہہ شبد دس قسم کے ہیں - (۱) چنی - (۲) چنی چنی (۳) گھنٹہ (۴) سنکھ - (۵) تنتری (تار کے ساز کی طرح) (۶) تال (چھینے یا جھانجھ) (۷) بانسری (۸) بھیری (ڈھول) (۹) مردنگ یا طبلہ (۱۰) بادل کی گرج

اگر گورو کی ہدایت شامل ہو تو ۔ دسویں آوازیں پہلے جنموں کی کمائی کی وجہ سے پہلے ہی سُنائی دی جائیں گی۔"

جب تک یہ آوازیں تینوں گرام میں نہ سُنی جائیں۔ تب تک ثریا یعنی روشن ضمیری کی حالت نہیں آتی۔ اور اس وجہ سے اکثر تجربہ کار گورو سادھن کرنے والوں کو ان ہر سہ مدارج سے گذار کر تب ثریا پد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تاکہ شاغل راہ میں بھرم نہ جائے۔ جو شخص دل کا پاک صاف نہیں ہو جاتا۔ اور خود غرضی یا نفسانیت کے عیوب سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر لیتا۔ تب تک اسے بیشمار قسم کے خطرے رہتے ہیں۔

ستار کے تین گرام۔ ہمارے جسم کے تین شریروں سے مشابہ ہیں جنہیں ہم نے۔ استھول۔ سُوکشم اور کارن کا نام دیا ہے۔ یہ عمل تینوں ہی میں کیا جاتا ہے۔ کارن شریر یعنی سُوشپتی کے جسم میں غفلت آجاتی ہے۔ لیکن ہوشیار عامل اور شاغل اگر گورو کی دیا کو اپنے تصور میں رکھے تو۔ وہ غفلت سے بچتا رہے گا۔ یہاں تک کہ عمل کے مساوات سے وہ جاگتا ہوا بھی اسی بیداری کی حالت میں سوشپتی یعنی گہری نیند کا مزا لے سکے گا۔ یہ بات صرف شاغل کر سکتا اور بیان سکتا ہے۔ دوسرے اسے نہ سمجھ سکیں گے۔*

" یہ آواز کیا ہیں اور کہاں سے بر آمد ہوتی ہیں؟ یہ تین ماترا یعنی لطیف عناصر کی اندرونی حرکت کی وجہ سے مختلف مقامات

---

*۔ صوفیوں کا تائیدی کلام۔ سلا خواب دیدایم شد و بیدار
از عنایات صحبت پیران

پر پیدا ہوتی ہیں۔ گو اصل میں شبد آکاش کی جان ہے۔ اور یہہ آکاش میں ہمیشہ گونجتی رہتی ہیں۔ اکثر نادان آدمی یہ تصور کر بیٹھتے ہیں۔ کہ یہہ صرف ہمارے خیال اور یقین کی وجہ سے اس طرح پر سُنائی دیتی ہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ آواز خود خاص مقاموں پر موجود ہیں۔ اور وہ توجہ سے سُننے میں آتی ہیں۔

پہلے وقتوں میں پرانا یامی یوگی شبد کا ابھیاس کھیچری مُدرا کے ساتھ کرتے تھے۔ اس کا عمل سخت مشکل تھا۔ یوگی پہلے اپنی زبان کو چاقو سے چیر کر دو کر لیا کرتا تھا۔ اور اُس سے مصالحہ لگا کر یا دوہ کر باریک کر لیا کرتا تھا۔ یہ کٹی ہوئی زبانیں سانپ کی زبانوں کی طرح لمبی ہو جاتی تھیں۔ اور وہ اُن سے تالو کے دو سوراخوں کو بند کرکے تب شبد کا ابھیاس کرتا تھا۔ اور اُس میں بہ آسانی سے یعنی محویت کی حالت آجاتی تھی جس کی وجہ سے اس طریق کا نام ہی لئے یوگ پڑ گیا تھا۔ یہ عمل سخت مشکل ہے۔ اور اس طریق کی محویت منزلِ مقصود تک رسائی دلانے میں بھی اکثر ناکامیاب رہ جاتی ہے۔ کیونکہ یوگی نے جس مقام کا سادھن کیا اُسی میں غافل ہو کر لے ہو جاتا تھا۔ اور آگے کا راستہ بند ہو جاتا تھا۔ اِسی وجہ سے رادھاسوامی مت نے اس کا زور دار لہجہ میں نشیدھ کر دیا۔ تاکہ کوئی شخص خطرہ میں نہ پڑے۔

رادھاسوامی یوگ کے مت میں تو اس پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے لیکن اگر کوئی مزید واقفیت کا شوق رکھتا ہو تو وہ نادِ بند اپنشد میتری اُپنشد اور ہنس اُپنشد میں مفصل اور پھر خاص مستند دس اُپنشدوں میں اس کا بیان مجملی طور پڑھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

ستائیسواں باب

پرتیاہار

پرانایام کا سادھن جن جن لوگوں میں کیا جاتا ہے۔ اُن میں سے کئی ایک کا بیان کر دیا گیا ہے۔ اُس کے بعد کے اُن چار مرحلوں کی صراحت کرتے ہیں جو یوگ سادھن کی اصلی۔ باطنی۔ اور خاص صورتیں ہیں۔ اور جن میں ہٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف دِل کے یکسو کرنے اور چت کے سمیٹنے کی بات ہے۔ اور جن کی عقل لطیف ہے اور چت بھی سماہت (فطرتاً سمادھی والا) ہے۔ اُنہیں صرف اِن ہی طریقوں کے ذہن نشین کرا دینے کی ضرورت ہے۔ اور اگر وہ سچے شایق ہیں تو دِل کو یکسو کرتے ہوئے ساکشاتکار اور لے کی منزلوں سے گذرتے ہوئے اپنی معراج تک پہنچ جائینگے۔

اِن چار طریقوں میں پرتیاہار۔ دھارنا۔ دھیان اور سمادھی شامل ہیں۔ جن کی کسی قدر مختصر تشریح اُوپر کر دی گئی ہے۔ اب مزید صراحت کی جاتی ہے۔ تاکہ مضمون خوب ذہن نشین ہو جائے۔

پرتیاہار سنسکرت مادّہ 'پرتی' (بابت۔ نسبت۔ متعلق) اور 'ہری' (روکنے) سے نکلا ہے۔ 'پرتیاہار' کا ترجمہ 'اُلٹی غذا' بھی کیا جاتا سکتا ہے۔ سنسکرت 'پرتی' (برعکس) اور 'آہار' (غذا) لیکن یہ ترجمہ ٹھیک نہیں ہے۔ پرتیاہار کا مطلب صرف روکنے کا ہے۔ اور روکنے والی چیز چت کی ورتی ہے۔ اصل میں یوگ کی ابتدا اِنکل

جگہ سے ہوتی ہے۔ سنسکرت لغت میں اسکے کئی معنی ہیں۔ مثلاً محدود بنے رہنا، واپس لانا، روک رکھنا، وغیرہ۔ اور یوگ کی اصطلاح میں انہیں معنوں سے تعلق ہے۔

جس وقت یوگی کو گورو نے اُس کے جسم کے اندر مرکزوں کی خبر دی تو اُسے چاہیئے کہ ابتدائی مرکز پر دل کو جمائے۔ یہ دل اُس وقت تک کبھی نہیں جمنے والا ہے۔ جب تک اُسے دھیان کا روپ اور دھیان کی پدھتی نہ سمجھائی جائے۔

تین چار باتیں ہیں جو پرتیاہار کرنے والوں کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ ورتی کو (۱) کہاں (۲) کس میں۔ اور (۳) کس طور پر روکنا چاہیئے۔ (۱) کہاں مرکز۔ مقام۔ استھان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (۲) کس میں مراد ہے۔ کسی شے مقصود سے تعلق جوڑنے کو اور (۳) کس طور سے اُس مقام خاص پر شے مقصود سے تعلق جوڑنے کی تدبیر ترکیب اور قاعدہ یا طریقہ کا مطلب ہے۔

(۱) مرکز یا مقام کا پہلا علم ہے۔ اسے استھان بولتے ہیں۔
(۲) مقام کے مالک کا علمی زبانی یا خیالی طور پر جاننا دوسرا علم ہے جسے دھنی کہتے ہیں۔

(۳) جب دھنی کا امکان ہوگا تو اُس کی امتیازی صورت بھی ہوگی۔ اور ایسی صورت سے تعلق پیدا کرانے چت کی ورتی جوڑنے کی ترکیب ہی کو۔ طریق یا تدبیر کہا جائے گا۔

ان تینوں باتوں کا علم رکھنا نہایت ضروری ہے۔
مقامات کی صراحت اُوپر بارہا آگئی ہے۔
لیکن مقامات کے مالک یا دھنی یا دیوتا کا بیان ہم نے اب تک

نہیں کیا۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا جو رہنے والے سے خالی ہو۔ کوئی سلطنت ایسی نہیں ہوتی جس کا حکمران یا راجہ نہ ہوتا ہو۔ اسی رہنے والے۔ راجہ یا حکمران کو صوفیوں کی اصطلاح میں موکّل کہتے ہیں۔ اور یہی موکّل خاص مقام میں محیط کُل طاقت ہوتا ہے۔ اس میں دو وصف ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ محدودیت کا وصف رکھنے والا یعنی ایک استھانی ہوگا۔ ورنہ وہ موکّل نہ کہلائے گا۔ اور دُوسرے وہ اپنے استھان منڈل اور مقام میں غیر محدود اور سرب استھانی ہوگا۔ دُنیا کے عُلما اور عقلا اِن باتوں کی کم سمجھ رکھتے ہیں کہ کسی امتیازی فردیت یا شخصیت میں یہ ہر دو اوصاف ایک ہی وقت میں کیس طرح رہ سکتے ہیں۔ حالانکہ اِس سے سہل اور کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ یہ وصف ہر شئے میں موجود ہے۔ سُورج اپنے منڈل میں ایک استھانی اور سرب استھانی دونوں ہی ہے اسی طرح تمام اجرام سماوی اور اجسام زمینی کی کیفیت ہے۔ سُورج نظام شمسی کے وسیع احاطہ یا رقبہ میں غیر محدود کہا جاتا ہے۔ لیکن اپنی خاص گول صورت اور مدوری کیفیت کی وجہ سے مقام مخصوص میں محدود بھی ہے۔ اُس کی صورت اگر محدود نہیں ہوتی تو ممکن نہیں تھا کہ وہ نظر آتی۔ اور ہر شخص اُسے کھُلی آنکھوں سے دیکھ بھی نہ سکتا۔ جو شے اس طرح نظر میں آوے وہ محدود ہی کہلاتی ہے۔ اور پھر اسی سُورج کو تم اس کے بسیط نظام شمسی کے منڈل میں پھیلا ہوا۔ محیط کُل اور غیر محدود بھی پاتے ہو۔ کون سی ایسی جگہ ہے۔ جہاں سُورج کی حرارت اور روشنی اُس کی کرنوں کے ذریعہ نہیں پہنچتی۔ یہ ایک ایسی معمولی سی بات ہے۔ جسے ایک کم عقل کا بچہ بھی جان سکتا ہے۔ لیکن اگر اس پر غور

غور نہیں کرتے تو معمولی مذہبی عالم کیونکہ اُنہوں نے اپنے آپ کو تعصب اور تنگدلی کا قیدی بنا رکھا ہے۔

تم خود اپنے جسم میں جسم کے دھنی ۔ مالک ۔ یا موکل ہونے کی وجہ سے غیر محدود اور محیط کل ہو۔ لیکن اس جسم میں اپنی خاص مقام کی سکونت رکھنے کی وجہ سے محدود بھی ہو۔ انسانی روح بھی ایک ہی جگہ رہتی ہے ۔ اور اس ایک جگہ میں رہتی ہوئی اپنے اثرات کی وجہ سے تمام جسم میں محیط کل جوہر بنی ہوتی ہے ۔ یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس ۔ اِسی بات کو جہاں جی چاہے ۔ آنکھیں کھول کر دیکھ لو۔ تمہاری آنکھ میں آنکھ کا موکل یعنی قوت بصارت خاص مقام پر رہتے ہوئے ۔ غیر محدود اور محدود دونوں ہی ہے ۔ یہی ناسا ناک ۔ کان ۔ زبان وغیرہ سب کی کیفیت ہے ۔ جی میں آوے اس کی تردید کرو۔ لیکن اس کی تردید تمہاری عقلی طاقت کے حدِ امکان سے باہر ہے ۔ یہ پندرھوں اندریاں یعنی حواس تک کے موکل دونوں ہی اوصاف سے موصوف اور ممتاز ہیں ۔ اور اِن پنڈ ہوں کے اندر یہی صفات ثلاثہ جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے جسم میں موجود ہیں ۔ اِس کی وضاحت یوں نہ ہوگی ۔ مجبوراً ہم کو پھر ایک نقشہ بنا کر اُسے ذہن نشین کرانا پڑے گا ۔ تاکہ یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جائے ۔ اور ہمارے پڑھنے والوں میں سے کسی کو کبھی بھرم میں الجھنے کا خطرہ نہ رہے ۔ نقشہ یہ ہے۔

(دوسرا صفحہ ملاحظہ ہو)

نمبر شمار	اندریوں کا استھان	اندریوں کے موکل کے نام	اندریوں کے مجسم موکلوں کی طاقت
(۳)	بدھی	یقین کرنے کا دیوتا	تعین کی مجسم طاقت
(۴)	اہنکار	فیصلہ کرنے کا دیوتا	فیصلہ کی مجسم طاقت
(۵)	سُرت	توجہ کا دیوتا	توجہ کی مجسم طاقت

شاستروں نے صرف چودہ اندریوں پر شرح اور بسط کے ساتھ بحثیں کی ہیں۔ سُرت کا پتہ اُن کے یہاں ہونے کو تو ہے۔ جیسا کہ ہم کہیں اشارتاً کہہ آئے ہیں۔ لیکن وہ اس قدر مبہم ہے کہ اُس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ رادھا سوامی مت نے اب اُس کی طرف دھیان صاف لفظوں میں دلایا ہے۔ اور اسی وجہ سے اپنے یوگ کا نام سُرت شبد یوگ رکھا ہے۔ جو تمام یوگوں کا سرتاج ہے۔ شاستروں نے سوائے سُرت کے ہر دیوتاؤں کے خاص خاص سنسکرت نام دیئے ہیں۔ ہم نے اصطلاحات کے جھگڑوں سے تعلق رکھنا بہتر نہیں سمجھا۔ جو شخص چاہے شاستروں سے سنسکرت اصطلاحات تلاش کرکے اپنی معلومات کو وسیع کر لے۔

ان میں سے ہر ایک اپنے منڈل میں محدود اور غیر محدود دونوں ہی ہیں۔ اور جو کیفیت جیو میں ہے۔ وہی ایشور میں بھی ہے۔ وہ بھی اندریوں اور آکاروں والا ہے۔ اور وہی برہم میں بھی ہے۔ صرف سمجھ سمجھ کا پھیر ہے۔ اور وہ بھی ایک استھانی اور سرب استھانی ہے۔ پنڈ سے سو برہمانڈ ہے۔ جو عالم صغیر میں ہے۔ وہی عالم کبیر میں ہے۔

اِس تمہیدی وضاحت اور صراحت کے بعد اب ابھیاسی اور شاغل کو اس بات کے جاننے کی ضرورت ہوگی کہ وہ کس کس مقام پر کس کس دیوتا کے ساتھ کس کس طرح اپنی ورتیوں کو جوڑے تاکہ تم سے اُس کا علم بھی ہو جائے ۔ اور وہ اُس کی کیفیت کی لذت بھی حاصل کرے ۔

تمکہ جو کچھ جس کا علم ہوتا ہے سلوہ جو جس سے لذت حاصل ہوتی ہے ۔ وہ دریت اُس اپن چت کی ورتیوں کے جوڑنے ہی کا راز ہے ۔ ورتی من کے راستہ سے اُسی طرح برابر چلتی رہتی ہے ۔ جس طرح نہر کا پانی رواں رہتا ہے ۔ اور جب اس سے یہ مل جاتی ہے ۔ اور مل کر ایک ہو رہتی ہے ۔ تب ہی علم اور لذت کو پاتی ہے ۔ یہ ہمارا روز روز کا تجربہ ہے ۔ اور زندگی کے ہر روزانہ کام میں اسی کا برتاؤ ہوا کرتا ہے ۔ کنوئیں کا پانی جس طرح نہر یا نالی کی راہ سے نکل کر کھیت کی شکل کا بن جاتا ہے ۔ اُسی طرح ہم جس شئے کو دیکھتے ہیں ۔ ورتی ہی ہمارے اندر سے نکل کر اُسے گھیر لیتی ہے ۔ تب علم ہوتا ہے جب تک ورتی کرسی کو نہ گھیرے گی ۔ کرسی آنکھوں کو کبھی نہ نظر آئیگی بالکل اسی طرح جب تک ہماری ورتی برہم کو جاکر نہ گھیرے گی ۔ اور برہم کے آکار کی نہ بنیگی ۔ تب تک برہم یا ایشور کا علم نہ صرف محال بلکہ غیر ممکن ہوگا ۔

جس وقت شاغل کسی دیوتا ۔ ایشور ۔ یا برہم کا علم حاصل کرنے اُس میں ورتی جوڑنے کا سادھن کرتا ہے ۔ تب اُسی سادھن کا نام پرتیاہار کہلاتا ہے ۔ ہماری ورتیوں کی عادت باہر جانے کی پڑ گئی ہے ۔ کیونکہ بیوہار میں ہر وقت اُس کی اسی قسم کی مشتاقی ہوتی

رہی ہے - اب اپنے اندر مقام خاص میں ورتی کا جوڑنا مشکل ہوتا ہے - اس لئے - بار بار ورتی کو اس طرف رجوع کرنے کی ضرورت اور مجبوری ہوتی ہے - ورتی اندر جاتی ہے - اور پھر واپس چلی آتی ہے - یوگی زبردستی اس ورتی کو پھر اسی طرف مائل ہونے کے لئے مجبور کرتا ہے - یہ پرتیاہار ہے - اور یہ یوگ کے شغل کا پہلا اور ابتدائی زینہ ہے -

---

اٹھائیسواں باب

دھارنا

جس وقت عمل کرتے کرتے ورتی میں استقلال اور ثابت قدمی آجاتی ہے - اور وہ اس خاص مقام - یا - خاص مقام کے موکل کو پکڑ لیتی ہے - تب اس میں دھارن کرنے یعنی پکڑنے کی طاقت آجاتی ہے - اسی طاقت کا نام دھارنا شکتی ہے - سونار اپنی باریک سنڈاسی سے سونے کے ذرہ کو بار بار پکڑنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے - آخر وہ اسے پکڑ ہی لیتا ہے - بالکل اسی اصول پر پرتیاہار کا سادھن کر کے دھارنا میں کامیابی حاصل ہوتی ہے -

پہلے ذرا محنت کرنی پڑتی ہے - عادتاً ورتی کبھی قایم ہو جاتی ہے - اور کبھی کھسک جاتی ہے - شئے مقصود کو اپنے اندر گرفت نہیں کرتی - ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک مرتبہ اس نے تھوڑی دیر کے لئے پکڑ لیا

پھر دوبارہ وہ گرفت سے جاتی رہی۔ لیکن اس سے اُسے تجربہ ہو جاتا ہے کہ شے مقصود گرفت میں آجاتی ہے۔ اور یہ تجربہ اُسے مزید حوصلہ بخشتا ہے۔ اور وہ ہمت نہیں ہارتا۔ اسی میں بار بار لگا رہتا ہے۔ جب اُس نے پکڑنے کی لیاقت کسی حد تک حاصل کر لی تب وہ کبھی اُسے خود چھوڑتا ہے۔ اور کبھی پکڑتا ہے۔ لیکن زیادہ دیر تک پکڑ نہیں سکتا۔ اسی کو دھارنا کہتے ہیں۔ ممکن ہے۔ دھارنا ایک سیکنڈ کے لئے ہو یا زیادہ ہو۔ لیکن یہ دھارنا ہی ہے۔ اور دھارنا شکتی یوگ کا دوسرا زینہ ہے۔

اُنیسواں باب

دھیان

دھیان کہتے ہیں عمل تصور۔ یا غور کرنے کو۔

پرتیاہار کے بعد جب دھارنا کی طاقت آجاتی ہے۔ اور جب شاغل کی ورتی شے مقصود میں کسی حد تک ٹھہر جاتی ہے۔ تب وہ اُس کا تصور باندھنے لگتا ہے اور اُسے پکڑ کر غور سے دیکھتا ہے اور چنتن کرتا ہے۔ اس تصور یا چنتن کو دھیان کہتے ہیں۔ اس کے سوا دھیان اور کچھ نہیں ہے۔ دھیان کے لغوی معنے ہی دیکھنے کے ہیں۔

دیکھیں جب جائے گی۔ تب کوئی نہ کوئی صورت والی چیز ہی دیکھی

جائیگی۔ اور سوچی جیسے جائے گی تب بھی کوئی نہ کوئی صورت والی ہی چیز سوچی جائے گی۔ بے صورتی کا تصور امر محال ہے۔ اور قاعدہ کی بھی بات ہے۔ جس شئے کا وہم تک کسی کو نہ ہو کوئی اُس پر کیا سوچیگا اور کیسے سوچیگا؟ اس لئے جس شئے کا بھی دھیان کیا جائے گا وہ لامحالہ صورت والی چیز ہوگی۔ اس سے کسی حالت میں بچاؤ نہیں ہے۔ چونکہ ہم کو آعلےٰ یوگ کے سلسلہ میں اسی دھیان پر بہت روشنی ڈالنی ہے یہاں ہم صرف سِفلی یوگ ہی کے نقطہ نگاہ تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں۔

سِفلی یوگ کے تمام آچاریوں نے کسی نہ کسی دیوتا۔ یا ایشور کو اِشٹ بندھایا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بتا دیا گیا ہے یہ دیوتا اور ایشور خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہوں سب کے سب صورت والے ہیں۔ دیوتا کی وہمی یا خیالی یا مادّی صورت کا دھیان تو سب کو کچھ نہ کچھ ہوتا ہی ہے۔ لیکن 'ایشور' کے متعلق لوگوں کے خیالات مُبہم ہیں۔ کوئی اُسے 'شخصی' مانتا ہے۔ اور کوئی غیر شخصی، شخصی محدود ہے۔ اور غیر شخصی غیر محدود ہے۔ لیکن سِفلی یوگی نے کبھی بھول کر بھی غیر شخصی ایشور کا تصور نہیں دلایا۔ یہہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خود مہارشی پتنجلی نے 'ایشور' کو 'وشیش پُرش' کہا ہے۔ جو اور پُرشوں سے مختلف خاص اوصاف سے موصوف ہو وہ 'وشیش پُرش' ہے جس پُرش میں 'کمزوری' 'جنم مرن' اور 'پاپ پُنیہ' 'کرم کے پھل' وغیرہ نہ ہوں۔ وہی 'وشیش پُرش' ہے۔ مگر 'پُرش' وہ محدود ہے۔ اگر اُسے 'پُرش' نہ مانا جائے گا۔ تو پھر 'تصوّر' یا خیال کی آنکھ سے دیکھا کیسے جائے گا۔ 'پُرش' سنسکرت لفظ 'پُر' (جسم) اور 'شس' (آباد) سے بنا ہے

سے نکلا ہے۔ جو کسی جسم میں ساکن، ممکن اور مقیم ہو۔ وہی پُرش ہے۔ یہ
اِس لفظ کے لغوی معنے ہیں۔ مجازی معنی کئی ہیں۔ مثلاً فرد، شخصیت، مذکر،
جنس والا، "ایشور"، سب سے بڑا، زندہ اصُول، جوہر، ذرہ وغیرہ
وغیرہ۔ اِن سب مجازی معنوں سے تم جس کو بھی پُرش کا نام دو گے وہی
جسم والا، قالب والا اور شریر والا، ثابت ہو گا۔ چاہے وہ بڑے
سے بڑا یا چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو۔ کوئی ایسی شخصیت پُرش
نہیں کہلا سکتی جو جسم کے قید و بند سے آزاد ہو۔ اِس کا اِطلاق ہر
وجود پر ہے۔ اور اِسی نظر سے "ایشور کا واسطہ بہت بڑا آدمی ہے
اور وہ اِسی وجہ سے "شیش پُرش" کہا جاتا ہے۔ جہاں تک کسی
مذہب کا بھی تعلق ہے۔ سب کی نگاہ میں "ایشور" بڑا آدمی ہی سمجھے
کے قابل ہے۔ اور ویدوں تک میں جو جو اوصاف اُس "وشیش پُرش"
میں تعلیم کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب بڑے آدمی ہی سے متعلق
ہیں۔ وید دُنیا کے کتب خانہ کی سب سے پہلی تصنیف۔ اور قابل تعظیم کتاب
ہے۔ اور تم وید کے کسی منتر کو خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو لے لو۔ اور
ہماری مراد کو بہ آسانی سمجھ جاؤ گے۔ ایشور قادر مطلق۔ علیم۔ کلیم۔ خبیر
بصیر سمیع۔ محیط کل سب کچھ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ تمام اوصاف جسم
والے ہی کے ہیں۔ جس میں قدرت ہو گی وہ جسم والا ہی ہو گا۔ کیونکہ بغیر
جسم کے قدرت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ جو کلیم ہے وہ کلام کرنے والا
زبان کے قید و بند سے آزاد نہ ہو گا۔ کیونکہ کلام کرنا زبان سے مخصوص
ہے۔ جو بصیر اور بصارت والا ہو گا۔ وہ آنکھ ضرور رکھتا ہو گا۔ کیونکہ
بصارت آنکھ کی خصوصیت ہے۔ جو سمیع یا سننے والا ہو گا اُس کے کان
ہوں گے۔ کیونکہ بغیر کان کے کوئی سن نہیں سکتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا ایشور یا پرمیشور بھی جسم کے ساتھ ہے۔ جسم کے بغیر وہ بھی نہیں ہے۔ میری باتوں پر کبھی نہ جاؤ۔ خود تمام مذہبوں کی "استتی" "حمد" "ستایش" اور "منتر" وغیرہ پر ذرا نظر ڈالو اور تم حقیقت کو سمجھ جاؤ گے میں کسی شخص کو مبہم باتوں کے جال میں نہیں پھنساتا۔ یہ کہتا ہوں۔ بلا رُو اور رعایت صاف صاف کہتا ہوں۔ متعصب اور کٹر آدمی چاہے مانیں یا نہ مانیں۔ یہ دوسری بات ہے۔

اور اسی "ایشور" یا "دیوتاؤں کے دیوتا" یا "دیوتا" کو لوگ اپنا اشٹ مان کر پُوجتے ہیں۔ اور اسی کا دھیان لگاتے اور اسی کے عقیدہ۔ واہمہ۔ اور وشواس کو پختہ کرتے ہیں۔ ورنہ اُسے "اِشٹ" کا خطاب بھی کبھی نہ دیا جا سکتا۔

"اشٹ" سنسکرت لفظ "اِش" (خواہش) سے نکلا ہے جس دیوتا کی خواہش یا مقصد ہو وہی اشٹ دیوتا کہلاتا ہے۔ ہندوؤں میں عام طور پر یا تو ترمورتی (برہما۔ وشنو۔ شیو) میں سے کسی ایک کو اپنے جذبہ یا خیال سے اِشٹ بنایا جاتا ہے یا "وراٹ پُرش" کو اور یہ دونوں ہی جسم والے ہیں۔ "وراٹ" کے معنی ہی "بڑے بادشاہ" کے ہیں۔ سنسکرت "وی (پہلا) اور "رٹ" (آواز دینے والا) جو سب سے زیادہ گونجتا ہو۔ وہ وراٹ پرش ہے۔ اسی وجہ سے سب نے آخر میں ایشور کو شبد سروپ مانا۔

اور سب اسی کا کسی نہ کسی شکل میں دھیان لگاتے۔ اور اپنے جسم کے اندر خاص مرکز۔ مقام اور استھان پر اُس کی مہ تجلیات کو دیکھ اُس سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔

یوگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دھیان کے اس مضمون کو خوب ذہن نشین کرے۔ ورنہ اگر کہیں وہ غلطی یا بھرم میں پڑ گیا تو پھر غلط فہم اور گیانیوں کی مدلل تقریر سنتے ہی اُس کے عقیدہ کو ضعف پہنچ جائیگا اور پھر یوگ کا سادھن نہ ہو سکے گا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم محیط کل جوہر ہی کا دھیان لگائینگے۔ وہ نادان سخت غلطی میں پڑے ہیں۔ محیط کل جوہر کھو گئے کیے! اگر دھیان لگانے بیٹھیے تو یا تو وسیع میدان کا مبہم تصور ہو گا۔ یا موج خیز سمندر کا خیال ہوگا۔ اور اس دھیان سے کسی کو فائدہ ہی کیا ہوگا!

جب اچھی طرح سوچ سمجھ لینے کے بعد سادھن کرنے والا اپنے اندر تجلیات کو دیکھتا ہوا اُس میں محو ہونے لگے۔ تو کہنا چاہیئے کہ اُنہیں دھیان میں پختگی آنے لگی۔

پرتیاہار اور دھارنا کی طرح اس دھیان کے بھی مدارج ہیں دیکھنا۔ دیکھتے رہنا۔ اور دیکھ کر محو ہو جانا۔ یہ تین درجے ہیں۔ اور پہلوں ہی کے دیر تک کے وقفہ کو دھیان کہا جاتا ہے ایک ابتدا ہے۔ دوسرا درمیانی ہے۔ اور تیسرا انتہا ہے۔ سادھن کے بار بار مشاقی سے اِن میں کامیابی ہونے لگے گی۔ اور جب یہ حالت ہو جائے کہ آنکھوں کے بند ہوتے ہی محویت طاری ہونے لگے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دھیان میں پختگی آ رہی ہے۔ اس قسم کا دھیانی چلتے پھرتے۔ لیٹتے۔ سوتے۔ جاگتے اپنے دھیان سے غافل نہیں رہتا۔ اور عادتاً وہ دھیانی بنا رہتا ہے۔

اُٹھتے بیٹھتے۔ کھڑے آتا تے
کہیں کبیر۔ ہم اُسی ٹھکانے

تیسواں باب

سمادھی

'دھیان' کی محویت کا گھنا پن سمادھی ہے۔

یہ سمادھی لفظ سنسکرت مادہ سم (باہم ملا جُلا ہُوا) اور دُھا (پکڑے رکھنے) سے نکلا ہے۔ جس میں تمام جذبات بکرُخ۔ یکسُو اور یکدل ہوکر کسی شے کو اپنے اندر اس طرح پکڑے رکھیں کہ وہ چھُوٹ نہ سکے۔ تو اُسی کو سمادھی کہتے ہیں۔ سمادھی دِل کے 'گرفت' یا 'پکڑ' کی اعلےٰ کیفیت ہے۔ جس میں سوا اُس کے اور کوئی خیال سدِّراہ نہیں ہوتا۔ یہ حالت ہر شخص میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بچّوں میں بھی دیکھی جاتی ہے اور صرف یوگ ہی کے دھیان سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ 'خوف' 'خطر' 'اُمید' اور 'رنج' میں بھی آجاتی ہے۔ ایسی صورتوں میں اُسے 'محوشی' 'بیہوشی' اور 'بےحسی' کہتے ہیں۔ لیکن عام طور سمادھی کا اطلاق صرف یوگ سادھن ہی کے آخری نتیجہ پر ہے۔ جو شخص پرتیاہار۔ دھارنا۔ اور دھیان کے مرحلوں سے گذرتا ہوا گہری محویت میں آجائے اُسے سمادھی والا پُرش کہا جاتا ہے

ہمارے ست سنگیوں میں ایسے آدمی بہ کثرت ہیں جن میں یہ حالتیں آہستہ آہستہ پیدا ہو رہی ہیں۔ ابھی حال میں ٹھاکر مند وسنگھ کا خط حیدرآباد سے آیا ہے جس میں اُنہوں نے اپنی حالت بیان کی ہے اور سوال بھی کیا ہے۔ میں نے اُن کے سوال کا اِس وقت جواب نہیں دیا۔ کیونکہ ابھی اُن سے زیادہ مشاقی کرانی منظور ہے۔ سوال کا جواب

تو خود اُن کے اندر سے وہ وقت پر آپ بل رہے گا۔ لیکن ابھی اس سلسلہ کو بڑھانا منظور اور مقصود ہے۔ اُس خط کو ہم یہاں لفظ بہ لفظ نقل کر دیتے ہیں۔ جو لوگ ابھیاس نہیں کرتے وہ تمام و کمال نہ سمجھ سکیں گے۔ لیکن جنھوں نے چند روز بھی ست سنگ کیا ہے وہ آپ سمجھ جائینگے۔ خط یہ ہے:-

حضور معلیٰ مقدس رادھا سوامی کو بارمبار کوٹا کوٹ ڈنڈوت پرنام۔

پیارے پتاجی۔ میں جس وقت بھجن میں بیٹھتا ہوں۔ ہزاروں بلکہ کروڑوں سورج چاند کی روشنی روشن ہوتی ہے۔ نیچے سے اُوپر تک روشنی ہی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ روشن راستہ یعنی [illegible] پاتھ د[illegible] بن جاتا ہے۔ تب حضور بہت ہی مجلا صورت میں پرگٹ ہوتے ہیں بین و بانسری کی آواز زور شور سے سنائی دیتی ہے۔ اس کے بعد صرف حضور ہی حضور رہتے ہیں یعنے میری شکل بھی حضور جیسی بن جاتی ہے۔ ویسی آنکھ ویسا ہی چہرا۔ کیا کہوں صرف حضور ہی رہتے ہیں۔ اس کے بعد روشنی اور بڑھتی جاتی ہے۔ اور شبد رادھا سوامی رادھا سوامی سنائی دیتا ہے۔ آگے چل کر نہ روشنی رہتی ہے نہ شبد نہ حضور کی شکل محویت کی حالت طاری ہوتی ہے۔ نہ خودی رہتی ہے۔ نہ بےخودی۔ دھیان پر کسی بات کی خبر ہی نہیں رہتی۔ ایک گھڑی محویت کہوں یا دھیان سے نہاں سُن کہوں۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ بات بھی بھجن سے اُٹھنے پر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا علم بھجن سے اُٹھنے پر ہوتا ہے کیا وہی حقیقت ہے؟ جسم روح اور دل میں شانتی اور سرور و اُمنگ رہتا ہے۔ تو بہار کی سی حالت ہوتی ہے بڑا ہی آنند ہوتا ہے۔ زیادہ لکھنے میں نہیں آتا۔ بس دھنیہ دھنیہ گورودیو۔ تعریف کیا کروں۔ زبان بند۔

حضور کا چیتر ستسنگی

یہ ٹھاکر نند و سنگھ وہی ہیں جنہوں نے اس سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کا اہتمام کیا ہے۔ اس وقت وہ حیدر آباد دکن میں اپنے رشتہ داروں کے پاس چلے گئے ہیں۔

اس قسم کے خطوط کبھی کبھی آتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے اشتہار دینا مقصود نہیں ہے۔ سب پڑھ کر جواب دینے کے بعد جلا دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ موقع سے اسی وقت آیا ہے۔ اس لئے یہاں اُسے جگہ دیدی گئی۔

اس سمادھی کی بھی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ابتدا۔ درمیانی اور انتہا اور اور ان کا تعلق وقفہ کی اِمتداد پر موقوف اور منحصر ہے۔

ابتدائی سمادھی میں وکلپ رہتا ہے۔ یعنی غور و فکر۔ دیکھنا بھالنا وغیرہ موجود رہتے ہیں۔ جیسا کہ خط کی ابتدائی سطروں سے ظاہر ہے اسے سو یکلپ سمادھی کہتے ہیں۔ اِس کے بعد درمیانی حالت آتی ہے جس میں وکلپ کا شمول بھی رہتا ہے۔ اور نہیں بھی رہتا۔ یعنی اُس میں یادہ نرمیسی رہتی ہے۔ اور کسی حد تک ہوش بھی رہتا ہے اور انتہائی درجہ میں جب وکلپ قطعی نہیں رہتا۔ تب اُسے نِروکلپ کہتے ہیں۔

سویکلپ سمادھی کی سمجھ بوجھ تو پھر بھی رہتی ہے۔ لیکن نِروکلپ سمادھی کی حالت کا انداز لگانا ذرا مشکل کام ہے۔ اسے صرف ہوشیار اور تجربہ کار یوگی ہی سمجھ سکتا ہے۔

نِروکلپ سمادھی کو ہم بے خبری 'بیحسی' اور 'بیہوشی' نہیں کہہ سکتے حالانکہ یہ حالتیں بھی اُس میں موجود رہتی ہیں۔ یہ کچھ ایسا باریک اور لطیف مضمون ہے۔ کہ صرف ذاتی تجربہ ہی سے اُس کا علم ہو سکتا ہے۔ اور خود اکثر نِروکلپ سمادھی میں رہنے والے اُس کے اظہار

ہیں قاصر رہتے ہیں۔ اور وہ گونگے کا گڑ بن جاتا ہے۔ اور بات بھی واضح ہے۔ جہاں دل اور زبان تک کی رسائی نہ ہو۔ اُسے کوئی شخص کس طرح بیان کر سکتا ہے۔

جو لوگ اِسے قطعاً 'بیہوشی' 'بےحسی' اور 'بےخبری' کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اسی وجہ سے تو ہم نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔ کہ سمادھی کرنے والا 'آلسیہ' 'نِدرا' اور 'پرماد' سے بچتا ہے۔ ورنہ وہ سمادھی سے ملنے والی کیفیتوں سے محروم رہے گا۔ بیہوشی۔ بےحسی اور بےخبری۔ تو نیند، سستی اور غفلت میں بھی آجاتی ہے۔ یوگ کا منزلِ مقصود یہ نہیں ہے وہ کوئی اور شئے ہے۔

اور جو سچ پوچھو تو ابھی منزلِ مقصود کوسوں دُور ہے۔ سمادھی کو چاہے 'سفلی یوگ' کا منزلِ مقصود سمجھ لو۔ لیکن یہ درمیانی مرحلہ ہے۔ ابھی سالک۔ اہلِ طریق۔ جِگیاسی۔ اور ابھیاسی کو اِس کے آگے بھی چلنا ہے۔ جس کی سمجھ گورو کے ست سنگ اور گورو کی صحبت و شاگردی کے مثال میں حاصل ہوگی۔

"چلے چلو۔ آرام کا۔ تھکاوٹ کا۔ قناعت یا سنتوش کا بھُول کر نام بھی نہ لو۔ اور جب تک منزلِ مقصود تک رسائی نہ حاصل ہو جائے تب تک چُپکے کبھی نہ بیٹھو" (کٹھ اُپنشد) ۔

بتا سیدی کلام۔ ست اندریں رہ می تراش و می خراش ؛ تا دمے آخر دمے غافل مباش

مطلب خیز ترجمہ راہ میں چلتے چلو تم صبح و شام

آخری دم تک نہ لو راحت کا نام

شغل سے غافل نہیں ہونا کبھی

منزلِ مقصود۔ اُنچا ہے ابھی

سمادھی ہر مرکز اور ہر مقام پر لگتی ہے۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ وہ کسی ایک ہی مقام سے مخصوص ہے۔ ان ہر مقام کی کیفیتیں ظاہرا جدا گانہ ہوتی ہیں۔ یوگیوں نے گو مقامات کے پتہ کا اشارہ تو دیدیا ہے۔ لیکن وضاحت اور صراحت بالکل ہی نہیں کی۔ میں پہلی مرتبہ اس کو صاف صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر رہا ہوں۔ تاکہ میرے پڑھنے والے بے خبر نہ رہیں۔ علم سے قبل ہے از جمل سے قبل۔ جو لوگ سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کا فیض اٹھاتے ہیں۔ انہیں زبانی۔ ذہنی اور علمی طور پہ ہر بات سے واقف کر دینا مصلحت ہے۔ تاکہ وہ بھول بھرم سے محفوظ رہیں۔

جو بات اس کمسن لڑکے (نند وسنگھ) نے اپنے خط میں لکھی ہے۔ اسے اپنشدوں نے بھی بیان کیا ہے۔ الفاظ میں اختلاف ہیں۔ سوتیا سوتر اپنشد اپنے ادھیا دوم کے گیارہویں شلوک میں اس طرح بیان کرتی ہے۔

"یہ نظارے دھیان سے پہلے آتے ہیں۔ اس کے بعد برہم کا ساکشات کار ہوتا ہے۔ یہی برہم دھواں۔ کہر۔ گرم ہوا۔ آگ۔ جگنوں۔ بجلی صاف شفاف شیشہ اور چاند تک کی صورت اختیار کرتا ہے"

یہ نظارے ہر معمولی ابھیاسی کو نظر آتے ہیں۔ جن کی خواہشیں ادھر سے کم ہو رہی ہیں۔

سمادھی میں پندرہوں۔ پانچ کرم اندریاں۔ پانچ گیان اندریاں۔ چت۔ انتہکرن اور سرت یکجا اور مجتمع ہو جاتی ہیں اور تب بیحد لطیف اور بغایت مزا ملتا ہے۔

سنت سماگم یعنی صحبت فقرا

کا پانچواں نمبر چھٹا نمبر

جو یوگ سُدھار

کے مضمون کا

دوسرا حصّہ

اور جس میں آعلے یوگ کے سادھن کا بیان ہے

شبد

گورو۔ بُوجھنے دکھایا۔ اپنا دھام

(۱) سہج یوگ کی بِدھی بتلائی۔ سنجشا سانچا نام

سُمرن۔ بھجن دھیان نیں باسر۔ وباسیہ کرو ہو نہ کام

(۲) پچھم بند جیب تین مٹائے۔ من کر تھ یا لگا م

جب من گگنا چڑھا سُرت لے　بند کا کچھ نہیں کام
(۳) کیوں کوئی کان آنکھ مُکھ موُندے - کیوں چت راکھے تھام
سُرت شبد کا سادھن اد بُھت - انتر مُول کا دھام
(۴) چڑھی سُرت - چھوڑا نو دوارا - گگن کیا بسرام
پنڈ برہمنڈ سے اونچی پہنچی - جہاں نہ دکش نہ بام
(۵) سہس کنول دل ترکٹی منڈل - سُن مہاسُن ٹھام
بھنور گپھا - ست لوک - الکھ لکھ - اگم پرے گورو دھام
(۶) رادھا سوامی پد میں ٹھکانا - وہاں صبح نہیں شام
جو کوئی گھٹ چڑھ یہاں لگ پہنچے - بسمد آٹھوں جام
(۷) مُول یوگ یہ سب کا ٹیکا - نرمل - سُوگم - سُو دھام
رادھا سوامی دیا ہے کال وبڈکا - بھید - سام نہیں دام

اکیسواں باب

آعلیٰ یوگ

پہلے حصّہ میں - ہم نے اُن سادھنوں کا بیان کیا ہے - جنہیں ہم نے ادنےٰ یوگ کا نام دیا ہے -

آعلےٰ اور ادنےٰ دونو نسبتی الفاظ ہیں - ایک کی ہستی دوسرے کے وہم سے یا خیال سے ہے - ورنہ دونو ہی ہیں یکساں کیونکہ لیکن انسان کی نظر میں چونکہ اُونچے نیچے کے منظر رہتے ہیں - اس

اُس کی وجہ سے جب وہ نیچے کے لوگوں یا مرکزوں پر سادھن کرتا ہے۔ تب اُسے ادھتے کہا جاتا ہے۔ اور جب وہ اُونچے استھانوں یا مقامات کا شغل کرتا ہے۔ تب اُسے آعلیٰ نام دیا جاتا ہے۔
ہم نے پرانا یام وغیرہ کے سلسلہ میں قریب قریب اپنے تمام مرکز اور مقامات کا تذکرہ کر دیا ہے۔ کوئی بات چھپا نہیں رکھی۔ لیکن جاننے کو جان لینا چاہیئے۔ کہ جو برہمنڈ میں ہے وہی پنڈ میں بھی ہے لیکن برہمانڈ برہمانڈ ہی ہے۔ اور پنڈ پنڈ ہی ہے۔ برہمانڈ اُونچا ہے۔ اور پنڈ اُس کی نظر سے نیچا ہی کہلائے گا۔ عالم کبیر کو کوئی شخص عالم صغیر نہ کہیگا۔ اور نہ عالم صغیر کو عالم کبیر کا نام دیگا۔ عالم صغیر چھوٹا اور اُس کے استھانوں کا سادھن ادھتے ہے۔ اور عالم کبیر بڑا۔ اور اُس کا سادھن آعلیٰ ہے۔ یہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے۔ اور وہ فرق ہمیشہ نسبتی نقطہ نگاہ کی وجہ سے اپنا خاص اثر ظاہر کئے ہوئے بغیر نہ رہے گا۔
مانا کہ پنڈ اور برہمانڈ کی ایک کیفیت ہے۔ اور فرض بھی کو لیا کہ جیو۔ اور ایشور میں حقیقت کی نظر سے فرق نہیں ہے۔ لیکن جیو کا جیو پنے کی حالت میں ایشور کہنا حد درجہ کی غلطی ہے۔ اور پنڈ میں رہتے ہوئے پنڈ کو برہمانڈ کا نام دینا سخت نادانی ہے۔ ہر شے اپنی اپنی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اور اُس کے اثر میں خاص طرح کی خصوصیت ہوتی ہے۔ زہر اور امرت دونوں ہی اصلی جوہر کی نظر سے ایک ہی ہیں۔ لیکن کاروبار کی دُنیا میں زہر اور چیز ہے اور امرت اور چیز ہے۔ زہر مہلک اور قاتل ہے۔ امرت حیات بخش اور جیون سدھار ہے۔ اِسی طرح پنڈ برہمانڈ جیو ایشور اور تمام نسبتی تعلقات

کے درمیان صریحی اور بدیہی فرق ہوا کرتا ہے۔ یوں ہی یکساں کہہ دینے سے اُن کا فرق دُور نہیں ہوگا۔ بلکہ اِن کے لئے مقام کے بدلنے کی بھی ضرورت ہے۔ مکھن مکھن ہی ہے۔ لیکن جب اُسے بار بار دھو کر لطیف کر لیا جاتا ہے تو پھر وہ پہلے جیسا نہیں رہ جاتا بلکہ کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔

زندگی کی دھار ہر جگہ ایک ہی ہے۔ لیکن نیچے کے حصوں اور طبقوں میں اُس کی اور حالت ہے۔ اور اُوپر کے طبقوں اور حصوں میں وہ مختلف ہو جاتی ہے۔ اور اُس کے کاروبار کے درمیان زمین و آسمان کا فرق محسوس ہوتا ہے۔

تِل تو ایک ہی ہے۔ لیکن استھان اور مقام کے بھید سے وہی مختلف الشکل اور مختلف العمل ہو جاتا ہے۔ آنکھ کرن یعنی اندرونی حواس کے طبقہ میں رہ کچھ اور ہے۔ لیکن آنکھ ناک کان وغیرہ کے گیان کے طبقہ میں اُس کے کاروبار اور ہی وضع قطع رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح کرم اندریوں کے استھانوں پر کچھ اور ہی حالت ہو جاتی ہے۔

پران ایک ہی جوہر ہے لیکن استھان بھید کی وجہ سے وہی پانچ قسم یا دس قسم کا بنجاتا ہے۔

انسان ایک ہے لیکن تخت پر بیٹھا ہوا آدمی بادشاہ کہلاتا ہے اور زمین پر لیٹا یا پڑا ہوا گداگر کا نام پاتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس بالکل اسی طرح سفلی اور علوی مقامات کے سادھنوں کا حال ہے ان چند تمہیدی جملوں سے اب سادھن کرنے والوں کو کسی حد تک ذہن نشین ہو جانا چاہیئے۔ کہ نیچے استھانوں کا یوگ کیوں ادنیٰ اور اُونچے استھان کا سادھن کیوں اعلےٰ ہے۔ کیونکہ اُن کے اثرات اور نتائج میں بڑی

فرق رہے گا۔ اور آدمی ہزار کوشش کرے۔ اِس فرق کے دُور کرنے میں اُسے اصلی کامیابی نہ نصیب ہو گی۔ ہم انکار نہیں کرتے کہ ہر قسم کے سادھن کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن لطافت اور کثافت کی امتیازی صورت کا نقص پھر بھی باقی رہ جاتا ہے۔ بادل کا پانی بہت صاف شفاف ہوتا ہے۔ زمین پر بادل ہی سے پانی برستا ہے۔ لیکن اس کو ہزار صاف کرو۔ بادل کی سی لطافت اس میں نہیں آتی۔

اور یہ صرف ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ جن لوگوں کا ہم نے پہلے حصّہ میں ذکر کیا ہے۔ اُن کے آچاریوں نے بھی دبے ہوئے لفظوں میں اشارہ کر دیا ہے۔ اور ادنےٰ اور اعلیٰ سادھنوں کو اس طرح ملا دیا ہے کہ معمولی پڑھنے والوں کو ان کے درمیان فرق محسوس نہیں ہوتا۔ سبب یہ ہے کہ اُن کے شوق میں کمزوری نہ آنے پاوے۔ اور کثیف مقامات کا سادھن کرنے پر وہ وہی عمل آسانی سے لطیف مقامات پر کریں۔ لیکن اس میں مدتیں لگتی ہیں۔ خاطر خواہ نتیجہ نہیں ہوتا۔ اور اس مادی زمانہ کے عروج کی حالت میں جیوؤں کی توجہ کی دھار کچھ اس طرح بکھری ہوئی رہتی ہے کہ دُنیا کے کاروبار کرتے ہوئے وہ یوگ کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔ اس کے سوا نیچے قسم کے سادھن میں دقتیں بھی بہت ہیں۔ اور اس مخصوص وقت میں ایسے آدمی نہیں نظر آتے۔ جو اُن پر بآسانی غالب آسکیں۔ سب کی زندگی کی ضرورتیں بڑھ گئی ہیں۔ رات دن کولھو کے بیل کی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے وہ دنیاوی بیوپار کے اردگرد چکر لگانے کے لئے مجبور ہیں۔ کوئی بتائے تو سہی۔ کہ وہ بال بچوں کے معاش کی فکر کرے۔ یا یوگ کے سادھن کو دل سے یا بھی

مشکل بات ہے۔
ست پرش رادھا سوامی نے جیوں کی یہ حالت دیکھی۔ دیا آئی اور اُن کی سب لیبی اور بیکسی کے خیال سے سہج یوگ۔ سُرت یوگ یا رادھا سوامی جوگ کی تعلیم دی۔ جو سب کا عطر جوہر اور خلاصہ ہے۔ اور ساتھ ہی سہل۔ سریع العمل اور سریع الاثر بھی ہے۔ اور اگر ذرا آدمی ست سماگم یعنی صحبت فقرا کا فیض حاصل کرے تو وہ دُنیا کا کام کرتا ہوا بھی اسے آسانی سے کر سکتا ہے۔ نہ اس میں بیمار ہونے کا خطرہ ہے۔ نہ اس کے سمجھنے کٹھن ہیں۔ اور چونکہ یہ علم و عقل کا زمانہ ہے۔ انسان کثرت کا روبار کی وجہ سے اور علمی خیال کے سبب سے لطیف العقل اور لطیف الحس بن گیا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں کی صحبت سے وہ بہ آسانی اصلیت کو سمجھ جاتا ہے۔ اور کچھ شوق کے ساتھ اس میں لگ سکتا ہے۔
پہلے یوگ کو علمی ست سنگ کے دائرہ سے دُور رکھ کر صرف عمل کا طریق بنا رکھا تھا۔ اور وہ سینہ کا خالص علم تھا جیسا کہ لکھا ہے لیکن ست پرش رادھا سوامی نے اپنی اپار دیا جیوں کو ست سنگ کا موقع بخش کر اس طریق عمل کی فلسفانہ اور حکیمانہ وضاحت کردی تاکہ کسی کو کسی طرح کا بھرم نہ رہے۔ اگر اس طریق میں کمائی بھی تو پھر ہر محقق کو جو یوگ سادھن کا خواہشمند ہے۔ حق ہونا چاہیئے۔ کہ اسے کو ہر طرح پر عقل کی کسوٹی پر کسے۔ سوال و جواب کرے۔ اور جب قطعی طور پر اطمینان ہو جائے تو پھر عمل کرتا ہوا بہ آسانی اس میں کامیابی حاصل کرے۔ رادھا سوامی ست سنگ میں کسی کی زبان بین بندی کی جاتی ہے۔ اور نہ خواہ مخواہ ایمان لانے پر زور دیا جاتا ہے۔ ہر انسان

طبعاً اور فطرتاً محقق ہے۔ اس کے سوال کو رد کرنا اس کی فطرت کا خون کرنا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ اور علمی مسائل کی طرح یوگ کی بھی چھان بین نہ کرے۔ اور وہ توہمات یا وسوسات میں پھنس کر یوں ہی بلا سمجھے بوجھے سادھن میں لگے۔

اس کے سوا چونکہ رادھا سوامی یوگ غیر متعصبانہ طریق ہے۔ اس میں ہندو مسلمان۔ عیسائی پارسی۔ اور یہودی کی امتیازی حیثیت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ روحانی مسلک کا استحقاق ہر فرد بشر کو ہے وہ چاہے جس مجلسی دیرہ میں ہو۔ لیکن اگر وہ روحانیت کا شائق ہے اور ساتھ ہی عمل و شغل کا خواہشمند بھی ہے۔ تو بلا تردد وہ اس کے دائرہ عقیدت میں شامل ہونے کا فخر حاصل کرسکتا ہے۔ یہاں قومیت ملت اور مذہب کی کوئی بندش نہیں ہے۔

ہم اس رادھا سوامی یوگ کو اعلےٰ یوگ کہتے ہیں۔ اس کا پہلا سبب یہ ہے۔ کہ ست پرش رادھا سوامی دیال نے سفلی طبقات کے سادھن کا اہتمام قطعی طور پر اُڑا دیا ہے۔ اور صرف عُلوی طبقات کے سادھن کی ہدایت کی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اسے بالکل ہی آسان کر دیا ہے۔ تاکہ سمجھ بوجھ والوں کو اس کے سلسلہ میں راج یوگ۔ بچار یوگ۔ اور دھیان یوگ۔ غرضیکہ سب کا مقام ساتھ ساتھ حاصل ہوتا رہے۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ سدھی شکتی کی جانب سے شاگردوں کو پہلے ہی تنبیہ کر دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ان کے طرف مائل نہ ہوں۔ ورنہ سفلی یوگ کے خطرات میں پھنس جائینگے۔ اگر کسی میں دل کی یکسوئی کی وجہ سے یہ طاقتیں حاصل ہو جائیں تو وہ چاہے الگ سنگ پڑی رہیں۔ لیکن ہم گورو کا حکم ان کے طرف متوجہ ہونے

کا نہیں ہے - چونکہ اسے نہایت اونچا طریق سمجھا گیا ہے - ہر مذہب اور ملت کے نقطہ نگاہ سے ست سنگ میں اس کے سمجھانے بجھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے - اور اسی کے سلسلہ میں نظر کو اونچی بنا کر روحانی ترقی کے راستہ میں ڈال دیا جاتا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص رادھا سوامی مت کا ست سنگ کرتا ہے - وہ بہ آسانی چند ہی دنوں میں ہر مذہب کے دینی مسائل اور روحانی رموز سے خود بخود واقف ہو کر غیر متعصب اور وسیع دل ہو جاتا ہے -

ہم خود کیا کرتے ہیں ؟ - نہ کسی ملت اور مذہب کی تردید کرتے ہیں اور نہ کسی کے بطلان یا کھنڈن سے تعلق رکھتے ہیں - بلکہ سب کو ساتھ لئے ہوئے اور ساتھ رکھتے ہوئے - گورو کی تعلیم کی جانب رہنمائی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر اپنشدوں ، شاستروں - صوفیوں - اور مہاتماؤں کی تعلیم کے جوہر کو پیش کر دیتے ہیں - تاکہ کسی طرح اس آعلیٰ یوگ کی مراد لوگوں کی سمجھ میں آ جائے -

---

تیسواں باب

اعلیٰ اور ادنےٰ اکرے یا طبقات

ہم نے اوپر ادنےٰ اور آعلیٰ یوگ کی حیثیتیں قائم کر دیں - اب یہاں اس کی تشریح کرتے ہیں - تاکہ پڑھنے والے سمجھ لیں کہ ہم ادنےٰ اور آعلیٰ یوگ کی حیثیت یوں ہی بغیر سمجھے بوجھے نہیں قائم کر رہے ہیں -

اِس رچنا کو سنتوں نے تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے ۔
(۱) دیال دیش (طبقۂ رحمانی) (یا طبقۂ ذاتی) (یا طبقہ روحانی) جس میں صرف ذاتیت ۔ اصلیت ۔ حقیقت ۔ یا روحانیت محض ہے ۔ اور یہاں روُح اپنی اصلی کیفیت میں بلا مدد اور کسی شے کے اپنے رُوپ میں آپ پرکاشمان ہے ۔
(۲) کال دیش (طبقۂ دلی) یا (اصل دِل کا مقام) جس میں رُوح اور دل کی آمیزشی یا مخلوطی کیفیت ہے ۔ اور یہاں گو روُح خالص ہے لیکن اُس کے ساتھ دل کا ملاپ ہے ۔ اور یہاں رُوح کا کام دِل کے ذریعہ انجام پاتا ہے ۔
(۳) مایا دیش یعنی (طبقہ صفاتی) یا (طبقہ مادّی) یا مادّہ اور صفت کا مقام ۔ جہاں روح ۔ دِل اور مادہ تینوں ہی گُتھے ہوئے کام کر رہے ہیں ۔ اور مادّہ نے رُوح کو مغلوب کر رکھا ہے ۔
روح ہماری مراد کی وضاحت کے لئے مناسب اصطلاح نہیں معلوم ہوتی ۔ لیکن چونکہ صُوفیا دکرام کے ہاں یہی لفظ مستعمل ہے ۔ ہم بھی اپنے معتقدین کے خیال سے اسی لفظ کو استعمال کرتے ہیں ۔ ورنہ بہتر لفظ ۔ ذاتیت یا حقیقت کے اظہار کے لئے 'چینیتہ' یا 'چیتن' ہے ۔ 'چیتن' میں بھی وہ اصلی خصوصیت نہیں ہے ۔ وہ بُدھی یا عقل کی مُرادف ہے ۔ تاہم وہ گیان کے لئے ویدانت شاستر میں مستعمل ہوتا آیا ہے ۔ اور گیان ہی اصل ذات اور اصل حقیقت ہے ۔ اس لئے چیتنیہ پھر بھی بہتر اصطلاح ہے ۔
یہ تین رچنا کے طبقے ہیں ۔ جو ابھیاسی یوگی ۔ سالک طے کرتا ہے ۔

اور اہل طریقت کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

(۱) دیال دیس۔ طبقہ ذات۔ چیتن کا خالص منڈل۔ اور اصلی جوہر کا مقام ہے۔ اور سب سے اونچا ہے۔

(۲) کال دیس۔ طبقہ دل چیتن کا نسبتی منڈل۔ صفات کا عالم لطیف کائنات۔ یا برہمانڈ یعنی طبقہ اجرام سماوی اور اجسام آسمانی ہے۔

(۳) مایا دیس۔ طبقہ مادی۔ صفات کا کثیف عالم۔ یا پنڈ دیس یعنی طبقہ اجرام و اجسام زمینی ہے۔

یہ تینوں باہم گتھے ہوئے۔ رچنا کہلاتے ہیں۔

ادنے درجہ والوں کی نگاہ صرف جسم اور جسم کے کاروبار پر رہتی ہے۔ اور یہ اس لئے مایا دیس یعنی کثیف مادی طبقہ کے مخلوق ہیں اور بالکل زمینی ہیں۔

درمیانی درجہ والوں کی نظر جسم کے سوا برہمانڈ یا کائنات پر بھی رہتی ہے۔ اسی کائنات کو صوفی کونین کہتے ہیں۔ جو برہمانڈ اور پنڈ۔ دنیا اور عقبیٰ لوک پرلوک کا مرادف ہے۔ اور اس کا تعلق دل سے ہے۔ اس برہمانڈ کی مخلوق آسمانی کہلاتی ہے۔ چاہے وہ پنڈ میں ہے یا برہمانڈ میں۔

اعلےٰ درجہ والوں کی نظر دیال دیس یا طبقہ ذات پر رہتی ہے جو جسم اور دل دونوں کے پرے کی کیفیت ہے۔ اور اس طبقہ کی مخلوق خواہ وہ پنڈ میں ہو یا برہمانڈ میں یا اُن سے بھی اونچی ہو غیر آسمانی غیر زمینی کہلاتی ہے۔ اور وہ دونوں پر فائق ہے۔

جس کی جیسی نظر ہے۔ اس کا معبود بھی ویسا ہی ہے۔ کثیف

کا موکل مدار علیہ یا ادھشٹان ہے۔ لطیف طبقہ والے جس خدا یا ایشور کے معتقد ہیں۔ وہ صرف کال ولیس یا من کے لطیف منڈل کا دھنی مالک۔ موکل۔ اور مدار علیہ یا ادھشٹان ہے۔ اسی کو اوم، ہُو، الاہُو، وغیرہ کہتے ہیں۔ اوم، وہ ہے جس میں درمیانی ہونے پر بھی اونچے نیچے طبقہ کا اثر موجود ہو اور جو صفات ثلاثہ کی خصوصیتوں کو اپنے اندر رکھتا ہو۔ اوم میں آ (اونچا) ؤ، (درمیانی) اور م (سفلی) صفت ہے۔ برعکس ان کے جو سب سے لطیف طبقہ کے ایشور یا خدا کے معتقد ہیں۔ ان کی نظر صرف ذات پر رہتی ہے جو سب کا مدار علیہ ادھشٹان۔ موکل یا دھنی ہے۔ اور اسی کو سنت رادھا سوامی کہتے ہیں۔

یہاں تک ہم نے مقامات ثلاثہ کا ذکر کیا ہے۔ جو در اصل نسبتی منڈل ہیں۔ اس کے پرے سنتوں کا چوتھا پد آتا ہے۔ جو نسبت کے تعلقات سے اونچا ہے۔ اور اسے بھی رادھا سوامی ہی کہتے ہیں۔ یا کوئی کوئی اسے اَنامی یعنی بغیر نام والا بھی کہتے ہیں۔

جو کچھ حالتیں اس دنیا میں جہاں کہیں نظر آتی ہیں وہ انہیں کے عکسی اثرات کو اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جیسے ست۔ رج۔ تم۔ جاگرت سپن سوشپتی۔ ناسوت ملکوت جبروت۔ دیو۔ نر کش پاتال وغیرہ وغیرہ یا اور مقامات بھی جو لطیف اور الطف خیال سے قائم اور ذہن نشین کئے جاتے ہیں۔ وہ بھی سب کے سب انہیں کے عکس ہیں۔ اور ہمارے جسم میں بھی جو تین قسم کے مقامات ہیں وہ بھی انہیں کے عکس ہیں۔ مثلاً سر کا حصہ۔ دماغ کا حصہ اور آنکھوں سے نیچے جسم کا حصہ ان تینوں کی تین کیفیتیں ہیں۔

رادھا سوامی مت جسم کے طبقات کو چھوڑ کر۔ برہمانڈ سے ریاضت کی ابتدا کراتا اور اسے دیال دیس میں لاتا ہے۔ لیکن اس کی معراج چوتھا پد ہے۔ جو طبقات ثلاثہ کے نسبتی مدارج سے اونچا ہے۔ اور اس کا 'بودھ' (یعنی سمجھ) ست سنگ میں کرا دیا جاتا ہے۔
بانی ہے:۔

تین چھوڑ چوتھا پد دینھا
سنت نام ستگور گتی چینھا

اکثر رادھا سوامی مت کے معتقد بھی اچھی طرح اس چوتھے پد کی سمجھ نہیں رکھتے اور وہ دیال دیس ہی میں اُسے شامل سمجھ لیتے ہیں۔ بات تو وہ بھی سچی ہی ہے۔ لیکن۔ اگر ست سنگ میں اس کی خوب اچھی ذہن نشین کر لی جائے تو پھر بھرم کا خطرہ نہ رہے گا۔

تیسواں باب
روحانیت کی کثرت اور قلت

دیال دیس میں روحانیت کی کثرت ہے۔ مایا دیس یا پنڈ دیس میں اس کی قلت ہے اور برہمانڈ یا عالم کبیر میں اس کی کثرت اور قلت کا درمیانی ہونے کی وجہ سے اجتماع ہے۔ یعنی برہمانڈ کا بالائی حصہ جو دیال دیس سے قریب ہے بہت روشن اور نورانی نور ہے۔ اور برہمانڈ کا زیرین حصہ جو مایا دیس سے قریب ہے تاریک ہے اور

اُس کے درمیانی حصہ میں نُور اور تاریکی دونوں ہی ہیں۔

'وہال دیس' میں 'نور' 'چیتن' یا 'رُوح' کا زور کے ساتھ کھچاؤ ہے۔ اس لئے اُس میں کثرت سے ہے۔ ماہا دیس یا پنڈ دیس میں 'نور' 'چیتن' یا رُوح کی دھار بہت خفیف آتی ہے۔ اس لئے اُس میں قلت ہے۔ اور کال دیس یعنی برہمانڈ میں درمیانی ہونے کی وجہ سے اُسی تناسب کے ساتھ اُس میں نُور اور تاریکی۔ ذات اور صفات وغیرہ کا اہتمام ہے۔

روحانیت کے اس کھچاؤ کے لئے انگریزی کا بہتر لفظ 'پولیرائزیشن آف انرجی' زیادہ موزوں ہے۔ اس میں تمام طاقتیں متحد ہوتی ہیں اور اس کا بہ بہم کو اپنے جسم کے حرکات وسکنات کی دھاروں پر غور کرنے سے بہ آسانی سمجھ میں آتا ہے۔ سر کے بالائی حصہ میں طاقتیں منجمد اور متحد رہتی ہیں۔ دماغ میں اُن کی دھار کچھ زور سے آتی ہے۔ آنکھوں کے نیچے کے مقامات میں جو جسم کے سفلی طبقات ہیں۔ وہ دھاریں کمی کے ساتھ جاری رہتی ہوئی اُن کے زندہ رکھنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ روحانیت سر میں ہے۔ دماغ میں اُس سے کم۔ لیکن جسم سے زیادہ اور جسم میں بہت کم ہے۔ ہر شخص کا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ خود اس بات کی زبردست اور کافی شہادت دیتا ہے۔

کوئی شخص کبھی بھُول کر بھی یہ نہ سوچے کہ راد ھا سوامی مت کی تعلیم صرف خیالی نظری۔ یا باتوں ہی تک محدود ہے۔ بلکہ وہ بالکل اصلیت اور عقلی سمجھ بوجھ پر مبنی ہے۔ ہاں جنہوں نے کافی طور پر گور د کاست سنگ نہیں کیا ہے۔ وہ اپنی غلطی اور غلط فہمی کی وجہ سے جو چاہیں کہیں۔ نہ اُن کی زبان روکی جاتی ہے۔ اور نہ انہیں بُرا بھلا کہا جا سکتا ہے

جس نے سمجھا ہی نہیں ہے۔ اس سے دانا آدمی کیوں اُلجھنے لگا۔
اس روحانیت کی کثرت اور قلت کے سمجھانے کی غرض سے ہم یہاں ذیل کے نقشے داخل کرتے ہیں۔ جن سے ہماری مراد بخاطر خواہ ذہن نشین ہو سکے گی۔
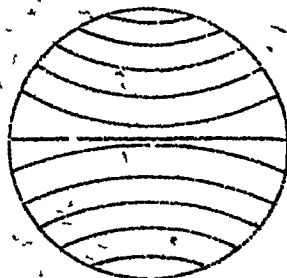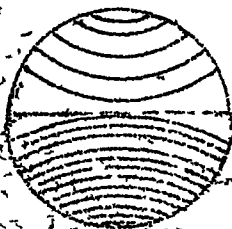
ان نقشوں پر غور کرو۔ اور پھر اپنے جسم کے طبقات کی روحانیت پر نظر ڈالو۔ تم خود دیکھو گے کہ اُن میں روحانیت کم ہے۔ اور چوٹی پر زیادہ ہے۔

چھتیسواں باب

طبقات ثلاثہ

اوپر جو تین طبقے بیان ہوئے ہیں۔ وہ جن حالتوں میں ہیں اُن کا اور اُن کے اثر کی صورتوں کا عکس ہر مخلوق ہر متنفس اور ہر وجود میں موجود ہے۔ اور انہیں کی وجہ سے قدرت ہر شے میں تین تین شکلوں میں اپنا ظہور کر رہی ہے۔

یہ تینوں ہی انڈے کی صورتوں میں گولاکار ہیں۔ پہلا طبقہ ویل دلیں دوسرا برہمانڈ یعنی برہما کا انڈا۔ تیسرا پنڈ یعنی جسمی انڈا ہے۔ ہمارا جسم بھی انڈاکار ہی ہے۔ اِس کے طول اور عرض پر نہ جاؤ۔ ابتدا میں جس طرح یہ جھلیوں کے پردوں کے اندر پٹا ہوا گولا انڈا تھا۔ ویسے ہی اب بھی ہے۔ ہاتھ پاؤں اور جسامت صرف اُس کے اظہار کی علامتیں اور ذریعے ہیں۔ جیسے سورج بذات خاص انڈا ہے۔ اور اُس کی کرنوں کو تم مستطیل نسبتی یا مخروطی سمجھ لیتے ہو۔ ویسے ہی یہ بھی ہیں۔ اور کیا عجب اگر انسان میں ایسی لیاقت کبھی آ جائے یا کوئی اوزار بن جائے تو وہ اُس کے اردگرد کے انجرات کی مجموعی شکل میں اُسے اب بھی انڈا ہی دیکھنے لگے۔ یہ ہمارے عضو بھی کچھ گولے ہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے بیچ سے تراش کر انہیں چیر دیا ہو۔ تاہم گولائی کی صورت پھر بھی پرتیت ہوتی ہے۔ مرد اور عورت اصل میں سلے ہوئے بیضاوی ہی ہیں۔ ایک شے کو چیر کر دو کر دیا

گیا ہے تو یہ وہ ابتدا میں ستر کے وانہ آن کی چنچ سے تھے۔ کیونکہ حرکت جب ہو گی دایرہ ہی کی صورت میں ہوگی یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ اور امر مسلمہ ہے۔

پہلے روح کے انڈے میں حرکت ہوئی وہ گولا کار تھی۔ اس کی دھار اتر کر برہمانڈ میں آئی۔ جو ہمارے دماغ سے تشابہ ہے اسی برہمانڈ کا دھنی اوم جو خود انڈا ہے۔ اس کو جذب کرکے پہلے خود متحرک ہوا اور پھر جب اس سے دھار پھوٹی تو وہ جسم کے رگ رگ اور ریشوں ریشوں میں آئی۔ جتنی رچنا ہوتی ہے۔ وہ سب دھاروں ہی کی ہے۔

یہ کس طرح ہوا؟ اس کی کیفیت ہم اپنے جسمانی کاروبار کے اثرات کے دیکھنے سے محسوس کر سکتے ہیں۔ تم دیکھتے ہو جس وقت دل کے اندر کوئی خاص جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ تو پیشانی پر یا چہرہ پر اس کا اثر آتا ہے۔ اس پر شکن پڑ جاتی ہے۔ یہ شکن سات طرح کی ہوتی ہے اور پھر یہاں سے اتر کر انہیں کا اثر جب جسم کے رگ رگ میں دوڑ جاتا جاتا ہے۔ تب جسمانی کاروبار ہونے لگتے ہیں۔ یہ ہر دانا اور معقول پسند آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

بالکل اسی طرح دیال دیش کی حرکتوں کے اثر برہمانڈ میں آتے ہیں اور برہمانڈ سے پھر پنڈ میں نازل ہوتے ہیں۔ تب کام ہوتا ہے جو جسم میں ہے۔ وہی وہاں بھی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے اور نہ کسی کو بھرم میں پڑنے کی ضرورت ہے۔

برہمانڈ دیال دیش کا عکس ہے۔ اور پنڈ یا مایا دیش برہمانڈ کا عکس ہے۔ اسے خوب ذہن نشین کر لو۔

اب ہم اُن حالتوں کا اشارہ کرتے ہیں۔ جو دیال دیس میں بیج کی صورت تھیں۔ یہ وہ تتو ہیں۔ جو رُوح کی حرکت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن حد درجہ کے لطیف ہوتے ہیں۔ اِن کے نام من۔ بُدھی شبد۔ سپرش۔ رُوپ۔ رس۔ اور گندھ ہیں۔ بُدھی سفید رنگ کی ہے۔ من سفیدی لئے ہوئے کچھ سُرخی مایل ہے۔ یہ سات رنگ کے ہوتے ہیں۔ یہ تن ماترا کہلاتے ہیں۔

برہمانڈ میں بھی یہی ہیں۔ یہاں ان کے نام یہہ ہیں۔ بُدھی۔ من آکاس۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ اور یہہ لطافت اور کثافت کی مشمولی کیفیتیں ہیں۔

پنڈ دیس میں یہی اُتر کر مل جُل کر اپنا کام کرتے ہیں۔

دیال دیس مُفرد رچنا ہے۔ لطیف مرکب رچنا برہمانڈ میں ہے اور کثیف مرکب رچنا پنڈ میں ہے۔ یہ اُن کے درمیان فرق ہے۔ یہ تینوں صورتیں جیسا کہ ہم نے پہلے بار بار بیان کیا ہے۔ قدرت کے ہر طبقہ میں موجود ہیں۔ کیونکہ مابعد طبقات۔ پہلے طبقوں کی عکسی اور امتزاجی صورتیں ہی ہیں۔

دیال دیس میں بھی موجودات کی آبادی ہے۔ وہاں جو مخلوق بستی ہے۔ اُسے ہنس یا سنت کہتے ہیں۔ جو برہمانڈ میں مخلوق بستی ہے۔ وہ کئی قسم کی دیوتاؤں کی خلقت ہے۔ اور جو مخلوق مایا دیس میں رہتی ہے۔ وہ جیو جنتو وغیرہ ہیں۔

ہنسوں میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ الطف ہیں اور خودی سے آزاد رہتے ہیں۔ برہمانڈی دیوتاؤں میں لطافت رہتی ہے اور معمولی خودی رہتی ہے۔ لیکن مایا دیس کے جانداروں میں کثافت

کے ساتھ لطافت رہتی ہے۔ اور خودی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ اُن کے درمیان فرق ہے۔

پچیسواں باب

طبقات ثلاثہ میں دیال دیس کی اہمیت

اِس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ یہ طبقات ثلاثہ باوجود کسی کسی انگ میں مشابہ اور متشکل ہیں۔ لیکن اُنکی اپنی اپنی خصوصیتیں جداگانہ ہیں۔ فرق صرف لطافت اور کثافت ہی کا ہے۔

زندگی کی اصلی دھار تو دیال دیس ہی میں ہے۔ باقی دو میں اُس کا عکس ہے۔

زندگی کی دھار کی صورتیں ہیں۔ ست۔ چت۔ آنند۔ ست ظہور کو کہتے۔ چت قوت تمیز یا گیان کا نام ہے۔ اور آنند خوشی کو کہتے ہیں۔ اور تینوں طبقات نے ست۔ چت۔ آنند یعنی ہستی علم اور سرور کی مشمولی کیفیتوں کو رکھتی ہوئی ایک ایک حصے میں خاص خاص قسم کا ظہور کیا ہے۔

دیال دیس میں آنند یعنی خوشی محض ہے۔ برہمانڈ یا کال دیس میں چت یعنی عقل محض ہے۔ اور پنڈ دیس یا مایا دیس میں ست یعنی ہستی محض ہے۔

جسمانیت کے طبقہ میں ہم کسی کو دیکھ کر اُس کی ہستی یا ستیت کا

انجھو کرتے ہو۔ ہی طبقہ میں اُس کے ولی احساس کو دیکھ کر اُس کے عیاں ہونے کا پتہ پاتے ہو۔ اسی طرح روح کی شگفتگی سب بے پروائی یا استغنا سے اُس کے آنند یا سرور کا نشان ملتا ہے۔

یہ تینوں ہی الفاظ باہمدگر مرادف اور ہم معنی ہیں۔ کسی کی بھی طاقت نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے سے جُدا کر سکے۔ ست۔ چت۔ اور آنند ایک ہی جوہر ہیں۔ صرف خاص خاص طبقوں کے خاص خاص مخصوص اثرات کی وجہ سے اُن کو خاص خاص نام دیئے گئے ہیں۔ اور وہی اُن کی علامتیں سمجھی جاتی ہیں۔ ورنہ جو ست ہے وہی آنند ہے۔ اور جو آنند ہے وہی ست اور چیت ہے۔ جہاں ہستی ہوگی وہاں خوشی اور دانائی بھی ہوگی۔

جسم میں ہستی۔ دل میں چت یا خیال اور روح میں خوشی رہتی ہے اس کا ثبوت جاگرت سپن۔ اور سوشپتی ہے۔ جاگرت میں ہستی ہے سپن میں خیال اور چت ہے۔ اور سوشپتی میں خوشی اور آنند ہے کیونکہ جاگرت یا بیداری جسمانی طبقہ ہے۔ سپن یا خواب دلی طبقہ ہے۔ اور سوشپتی یا استغراق روحانی طبقہ ہے۔ یہ تینوں ہی ہمارے جسم میں ہیں اور اگر کوئی شخص سادھن کرے تو وہ اپنی حالت اُسی سادھن کے اندازہ کے موافق بنا سکتا ہے جسم پرست جسمانی مشاغل سے بالکل جسمانی بن جاتا ہے۔ صاحبدل یا دل پرست دلی مشاغل سے عقیل اور دانشمند اور گیانی ہو جاتا ہے۔ اور نومی روح۔ روح پسند یا روح پرست کا مشاغل۔ روحانی مشاغل کی برکت سے مسرور اور آنند والا رہ سکتا ہے۔ یہ مشکل بات نہیں ہے۔ صرف شغل کرنے اور دل کے خاص خاص مقامات پر ٹھہر رہنے سے ممکن ہے۔

اگر یہ بات سچ ہے تو عقیل آدمی کو سوچنا چاہیئے کہ کون سی مکیں ایسی ہے۔ جس کے کام میں لانے سے ہم ہمیشہ خوشی کے مسکن پر نشست جاکر اپنے آپ کو اسی زندگی میں ہمیشہ خوش رکھ سکتے ہیں۔ اور ستوں کا طریق صرف اسی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں نہ جسم کو اس قدر اہمیت دی جاتی ہے۔ اور نہ عقل کو۔ اہمیت صرف خوشی ہی کو دیجاتی ہے۔

جسم میں نفس ہے۔ اور نفس سرکشی کرتا ہوا دکھ میں مبتلا کرتا ہے۔

دل میں قابلیت یعنی اُلٹ پھیر اور سنکلپ وکلپ ہے۔ اور یہاں بھی دکھ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا طریق پیچ در پیچ ہے۔

لیکن رُوح میں چونکہ راستی۔ سادگی اور بغیر جد و جہد کی کیفیت ہے۔ اس لئے اُس میں اصلی خوشی ہے۔ اور یہی اصلی چیز ہے۔

ان تینوں کے تین مقامات باہر بھی ہیں۔ اور ہمارے اندر بھی ہیں۔ دیا دیس جسمانی ہے۔ برہمانڈ یا کال دیس خیالی اور عقلی ہے۔ اور دیال دیس روحانی اور آنند ہے۔

دُنیا پرست کا معبود دُنیا یا ظاہری ہستی ہے۔ اس لئے وہ مادہ پرستی سے آگے بڑھنے کا خواہشمند نہیں ہوتا۔ اور وہ سنساری ہے۔

عقل پرست کا معبود عقل۔ گیان اور معرفت ہے۔ اور اس سے آگے نہیں چلتا۔ اور گیانی یا عارف کہلاتا ہے۔

رُوح پرست کا معبود سرورِ محض۔ یا آنند ہے۔ اور وہ اسی دربار تک رسائی کا خواہاں رہتا ہے۔ اور وہی سنت۔ یا فقیر کہلاتا ہے۔

یہ ان کے درمیان فرق ہے۔

اس مختصر عبارت سے ہر گروہ کی امتیازی حالت سمجھ میں آجاتی ہے اور زیادہ ردوکد ۔ قیل وقال اور بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں رہتی ۔
چونکہ تینوں ہی طبقے ہمارے ہی جسم کے اندر ہیں ۔ اس لئے سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کا فیض حاصل کر کے تم ہماری یا کسی اور تجربہ کار فقیر کی مدد سے اپنے اندر دیال دیس کے طبقات کا پتہ لگا کر ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالو ۔ دُنیا کا کام بھی کرتے رہو لیکن ساتھ ہی دُنیا کے کتے نہ ہو۔ کیونکہ رات دن بھونکتے رہنے سے زندگی شاندار نہیں ہوتی ۔ صرف مقام کا پتہ لے لو ۔ اور وہاں سُرت کو اس طرح پر قایم کر لو کہ دنیاوی کاروبار کرتے ہوئے بھی وہ اپنی بیٹھک کو نہ چھوڑے ۔ اور تم مزے میں زندگی بھی بسر کرو گے مانند دوسروں کے مقابل میں خوش بھی زیادہ رہو گے ۔
کچھ دنوں اس آعلےٰ یوگ کے شغل کا اہتمام کرو ۔ پھر آپ ہی آپ چوتھے پد کے باسی یا متمکن ہو رہو گے ۔ اور سب سے آعلےٰ اور فائق بن جاؤ گے ۔
ہم اتنا جانتے اور اتنا ہی کہتے ہیں ۔ اور اگر کوئی شخص چاہتے تو اسے راستہ بھی دکھا دیتے ہیں ۔ اس سے زیادہ کہنا لاحاصل ہے ۔

چھبیسواں باب

طبقات ثلاثہ میں دیال دیس کی اہمیت (مسلسل)

دیال دیس میں متحد طاقت ہے جسے ہم نے "پولیرائزیشن آف انرجی"

کے سلسلہ میں ذہن نشین کرایا ہے۔
اب اس کی مزید اہمیت کو سنو۔ وہاں دیس زندگی، روحانیت اور سرور کا بھنڈار ہے۔ کال دیس میں یہ آنند کسی قدر زیادتی کے ساتھ آتا ہے۔ اور مایا دیس یعنی پنڈ کے مقامات میں اس کی نہایت قلت ہے۔ لیکن روحانیت، آنند یا زندگی کے دھار اس سے ہمیشہ کھنچ کھنچ کر نیچے کی طرف اُترتی رہتی ہے تاکہ یہ پنڈ دیس بھی اس کے اثر سے خالی نہ رہنے پاوے۔ اور وہ بھی روحانی، سروری اور آنند والا بنا رہے۔ مختصر لفظوں میں دیال دیس ان طبقات کو بھی اپنے جیا لیانے کا اہتمام کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ تم اپنے وِچار سے شانتوں کی دھار کو جسم کے ناگ اور ایڑیوں تک روزانہ اُترتے اور عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ یہ اُس کا فیضان رہا ہے۔ اور یہ نہایت برکت کی حالت ہے۔
جیسا کہ تمہارے جسمانی نظام میں اہتمام ہے۔ ویسا ہی اہتمام قدرت کے طبقات ثلاثہ میں بھی موجود ہے۔ یہاں کوئی بات غیر فطرتی نہیں ہے۔ فقیروں کا طریق بالکل قدرتی ہے۔ یہاں توہمات اور باطل عقاید کا مطلق اہتمام نہیں ہے۔ عقلا اور گیا لاکھ سنتوں اور فقیروں کو جلوانہ کیا کریں۔ لیکن انہیں بھی جب کبھی سچائی کا شوق ہوگا۔ فقیروں ہی کے سایہ عاطفت میں آنے سے آرام ملیگا۔ انہیں عقل کے پیچ در پیچ تماشوں میں پھنسنے اور ایجادات اور اختراعات کے کھیل کھیلنے دو۔ کبھی نہ کبھی ٹھوکر کھا کر کسی جنم میں اِدھر رجوع ہونگے۔ تب سنتوں اور فقیروں کی دیا سمجھ میں آئے گی۔ سنت دیال اور رحم دل ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر عنایت سب پر رہتی ہے۔ لیکن جو نہیں مانتے۔ اُن سے

یہ اب الجھتے نہیں۔ صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ اور جو ان کی صحبت میں آتے ہیں۔ وہ مورد کرم کر لئے جاتے ہیں۔

دیا اور رحم کی جو سب سے زبردست دھار دیال دیس سے آتی ہے۔ اُسی کی مجسم صورت کا نام سنت یا فقیر کامل ہے۔ اور جس طرح ہر دھار اپنا کام کرتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی وقتاً فوقتاً یہاں پرگٹ ہو کر ادھکاری اور خواہشمندوں کو اس سچی مغفرت کرمت اور رحمت کا راستہ کھول کر دکھا دیتے ہیں۔ اور اپنے جیسا بنا کر دیال دیس کی طرف لے جاتے ہیں۔ فقیروں کے لکھنے پڑھنے کی غرض بھی صرف اتنی ہی ہے۔ اُن جیسے تم بھی ہو جاؤ۔ اور خوشی سے گذراں کرتے ہوئے جیتے جی اپنی مغفرت کا سامان انہیں آنکھوں سے دیکھ لو۔ فقیر نہ تمہارا روپیہ چاہتے ہیں نہ معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ اور سوچو تو سہی۔ تم اس ان تھک خدمت کے عوض میں اُنہیں سوائے بھی کیا سکتے ہو! وہ تمہارے محتاج کب ہیں! یہاں پیری و مُریدی کے پیشہ کی تکسیب کا خیال بھی نہیں ہے کیسی پیری اور کیسی مُریدی! سانگ بنانا منظور نہیں ہے۔ مطلب سے مطلب ہے۔ جی میں آوے سُنو۔ جی میں نہ آوے مت سُنو الله الله خیر سلا۔ سلام اور بس!

جو دھار دماغ سے نیچے کی طرف اُترتی ہے۔ وہ نیچے کی کیفیت کو نُورانی اور روحانی بنا کر اُوپر کی طرف لے جاتی ہے۔ اور لطیف ہونے کی وجہ سے وہ پھر کثیف صورت میں نیچے کے طبقہ میں نہیں رہ سکتی۔ جو جس طبقہ کے قابل ہے۔ اُسی میں رکھا جاتا ہے۔ لطیف شئے کو نادان ہی کثیف جگہ میں رکھتا ہوگا! قدرت میں اس کا کہیں بھی اہتمام نہیں ہے۔ بانکا ، اسی طرح جو لطیف الجسم ۔ لطیف الحقا ... اور لطیف الروح

بن جاتے ہیں۔ کیا مجال کہ ایک دم کے لئے بھی نیچے کے مقام میں
تور وسکیں۔ پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔ اسی طرح انسان لطیف مزاج
ہوکر فوق الانسان بنا ہوا پہلے قدسی صفات فرشتوں کے طبقات میں جاتا
ہے۔ پھر چونکہ گورو کی دیا سے وہ ان قدسی صفات والوں سے بھی
زیادہ لطیف بن جاتا ہے۔ فرشتوں سے بھی اونچے چلا جاتا ہے۔
اور آخر میں اس کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ وہ کہنے سننے کی بات
نہیں ہے۔ یغور پڑھنے سے کچھ تمہارے ذہن نشین ہو جائے گا۔
یہ اس دیال دیس کی مزید اہمیت ہے۔

سینتیسواں باب

تین راستے

مخلوقات کی تین راہیں ہیں۔ ایک تاریکی کی راہ جس میں قریب قریب روشنی کی معدومیت ہے۔ دوسرا تاریکی اور روشنی کی راہ جس میں روشنی اور تاریکی دونوں ملی جلی ہوئی ہیں۔ تیسری روشنی کی راہ جس میں روشنی کثرت کے ساتھ ہے۔

پہلی راہ جیو جنتوؤں کی ہے جنہیں نیکی اور بدی کا گیان نہیں ہے

---

* تائیدی کلام۔ سو باوجو دیکہ۔ پر وبال نہ تھے آدم کے
پہنچا اس جا کہ فرشتوں کا بھی مقدور نہ تھا

اور چونکہ اُن میں عقل۔ نیت اور سمجھ بوجھ کی امتیازی حیثیت نہیں ہے اُن سے قدرت بازپرس نہیں کرتی۔ اور وہ یوں ہی مرتے کھپتے رہتے ہیں۔

دوسری راہ میں وہ انسان چلتے ہیں۔ جن کو بُرے بھلے کی تمیز ہے۔ جو نیک نیتی اور بدنیتی کو سمجھتے ہیں۔ کرم دھرم کی اقتضاء سے ناواقف نہیں ہیں۔ اس لئے اِن سے قدم قدم پر بازپرس کی جاتی ہے۔ یہ کثیر التعداد انسانوں کا گروہ ہے۔

تیسری راہ میں وہ لوگ قدم اُٹھاتے ہیں۔ جنہوں نے بدی کو چھوڑ کر نیکی کی پیروی کو دل سے رکھا ہے۔ اور عمداً۔ عادتاً اور اصولاً قول اور فعل اور خیال سے کسی کو ایذا نہیں پہنچا دیتے۔ اور اپنی زندگیاں کو ایسے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ جو سُڈول۔ خوشگوار اور شاندار ہے

دوسری راہ کو جو نیکی بدی۔ تاریکی اور روشنی۔ دانائی اور نادائی سے ملی ہوئی ہے۔ پتری مارگ یعنی بزرگ تر انسان کا طریق یا پتری یان پنتھ کہتے ہیں۔ جن کی نظر کے سامنے اعمال کے نتیجے اور اغراض رہتے ہیں۔ یہ واز بازگشت کا راستہ ہے۔ اور اس راہ کے مسافر ہمیشہ آتے جاتے ہوئے اپنے کرموں کے پھل کو بھوگتے ہیں۔ اور جب اُسے بھوگ چکتے ہیں تو پھر نئی زندگی شروع کرتے ہیں۔ اور جنم مرن اور آنے جانے کے پھندے میں ہمیشہ پھنسے رہتے ہیں۔ ہمیشہ کا لفظ یہاں نسبتی ہے۔ اس راہ کی منزل مقصود پتری لوک یعنی بزرگوں کا وہ مرکزی مقام ہے۔ جس میں کرموں کے پھل بھوگنے کا اہتمام ہے۔ یہ ہندو کا کرم کانڈ یعنی کانڈ اور پورب میمانسا کانڈ ہے۔ یہ گروہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ اُس کا انحصار صرف انسان کے افعال

پر مبنی ہے۔ جو جیسا کرتا ہے۔ ویسا بھوگتا ہے۔ اور یہ کرم کا قانون ایسا اٹل ہے۔ کہ جسے کوئی زمینی یا آسمانی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ اور یہ کرم کے فلسفہ کا دلدادہ ہے۔ ہم اسلام یا اور غیر آریہ طریق کی شریعت کو اس میں شامل کر لیتے ہیں۔ اس کی مراد صرف بہشت یا دوزخ ہی تک محدود ہے وعلی ہذا القیاس۔

تیسرا راستہ جس کی سڑک صرف نیکی۔ نیک اعمالی۔ نیک پسندی اور نیک سنگا کی ہے۔ وہ خالص روشنی کا طریق ہے۔ اس کا نام دیو یوگ یا دیویان پنتھ ہے۔ دیو جلالی طاقت کو کہتے ہیں۔ جلال نور ہے اور اسے دیوتاؤں کا طریق یا قدسی صفات مخلوق کی راہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس راہ میں واز بازگشت یا واپسی کا خطرہ نہیں ہے۔ اور جو اس میں شامل ہو کر چلنے لگا۔ وہ کبھی نہ کبھی منزل مقصود تک پہنچ کر رہے گا اور پھر جنم مرن۔ آواگون۔ یا تناسخ کے خندق میں نہ گرے گا۔ یہ صوفیوں کا مسلک یا طریقت ہے۔ اور یہی سنتوں کا پنتھ ہے۔ گو آج کل کے لوگ اسے اس معنی میں تاویل کرتے ہوئے ناحق گھبراتے ہیں۔ لیکن یہ بات سچی ہے۔

بدی میں کمزوری ہے۔ اور نیکی و بدی کی اشتمالی کیفیت بھی ضعف کے نقص سے خالی نہیں ہے۔ جو نیکی کو نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی بدی کے جھمیلے میں پھنس کر رہے گا۔ کیونکہ اس کے دل میں ہر دو قسم کے واہمے بستے ہیں۔ لیکن نیکی طاقت ہے۔ اس میں کمزوری نہیں

تائیدی کلام (۱) ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافات عمل غافل مشو
؎ کرم پردھان وشو کر راکھا ٭ جو جس کرئی سو تس پھل چاکھا

ہے - یہ سچ ہے کہ پہلے انسان بدی سے بچنے کے لئے نیکی کا سہارا لیتا ہے - اور اُسے اس قدر پختہ کر لیتا ہے - کہ پھر وہ نیکی اس کی عادت اور فطرت بن جاتی ہے - پھر نیکی تک کا خیال آہستہ آہستہ دلوں سے کافور ہونے لگتا ہے - اور انسان خود بخود ذات اور اصلیت کی حد میں جا کر ذات کی طرح بے حد ہو جاتا ہے - اور آواگون کے خطرات اُس کے لئے بے معنی اور مہمل لفظ بن جاتے ہیں -

اُپنشدوں نے حتی الامکان قدیم زمانہ کے مروجہ اصطلاحات کے موافق اُن کی تشریح تو کی ہے - لیکن موجودہ وقت کے نقطۂ نگاہ سے ان کی جوں کی تیوں سمجھ نہیں آتی -

چھاندوگ اُپنشد - اس دیویان پنتھ کے متعلق یوں کہتی ہے - "چاہے اس طریق کے پیرو کی چتا مروجہ طریقہ کے موافق جلائی جائے یا نہیں - مرنے کے بعد وہ سورج کی کرنوں کے موکلوں کی وساطت حاصل کر لیتا ہے - اور تب دن کے موکل سے تعلق پیدا کرتا ہے - پھر وہ شوکل پکش (روشن پکھوارہ) کے موکل سے ملتا ہے - پھر روشن ششماہی سے وابستہ ہوتا ہے - جس زمانہ میں سورج قطب شمالی یا شمالی استوا میں حرکت کرتا ہے - پھر سمت سر (سال کی روشنی) سے مل کر وہ سورج اور چندر لوک سے گذرتا ہوا بجلی کے لوک میں جا کر غیر زمینی مخلوق سے ملتا ہے"

یہ اُپنشدوں کے الفاظ ہیں - ان سے صرف نور کے بالترتیب مدارج سے مراد ہے - اور جو لوگ سرت شبد یوگ کا سادھن کرتے ہیں - ان کی راہ میں خود بخود کمی بیشی کے ساتھ تجلیات اور انوار کے سامان آتے ہیں - جو اُپنشدوں کے شاعرانہ تخیلات میں موجود ہیں -

اُپنشد پھر صدا دیتی ہے :-

"یہ پھیر زمینی مخلوق اُسے برہم لوک کو لے جاتی ہے یہ دیو دارگ ہے یہ برہم پنتھ ہے۔ جو اس مارگ آتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت فانی انسان کے لوکوں میں پھر واپس نہیں آتے" (دمیا چھوگیا اپنشد ۱۵واں)

اسی طرح پر اور جگہ پتری مارگ یعنی روشنی اور تاریکی کے مشمولی طریق کا بیان بھی آیا ہے۔ جس کا رخ پتری لوک کی طرف رہتا ہے۔ اور اپنے کرم کے پھل بھوگنے کے بعد انسان پھر فانیوں کے لوک میں آکر پیدا ہوتا ہے۔

یہ راہ تاریکی اور روشنی کو لئے ہوئے گئی ہے۔ پہلی منزل دھواں پھر اندھیرا پکش۔ پھر جنوبی قطب کی طرف سورج کی ششماہی حرکت۔ بعد ازاں چندر لوک وغیرہ وغیرہ ہیں۔ یہاں بھی وہی شاعرانہ تخیلات کے جذبات موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے۔ اُپنشدوں کو پڑھ دیکھے لیکن اُپنشدوں کے مراد کی تشریح شرحوں میں کم ملے گی۔ وہ صرف سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کے فیض حاصل کرنے پر سمجھ میں آئے گی۔

اس دیویان پنتھ میں دو طرح کی کمائی کی جاتی ہے۔ ایک تجلیات یا انوار کی۔ دوسرے شبد ابھیاس کی۔ تجلیات کا ذکر تو بار بار آتا ہے شبد ابھیاس کا ذکر اس کثرت کے ساتھ نہیں ہے۔ اُسے

پرسا بچن راد ھاسوامی نظم میں اس غیر زمینی مخلوق کی وساطت کا ذکر نہایت واضح پیرایہ میں آیا ہے۔ جہاں سالک کو اُدھی سُرت ملتی اور پوچھتی ہے کہ تم یہاں کیسے آئے اور جب وہ گورو کا نام لیتا ہے۔ تو وہ پھر اسے اُدپنچ استھان پر لیجاتی ہے جہاں پہنچنا

اپنشدوں نے 'اُدگیت' (اُدھر کا بلک یا نغمۂ آسمانی) بتایا ہے
جو صرف پرانوں کے ذریعہ گایا جاتا ہے۔ جس کا جی چاہے
چھاندوگ اپنشد سے 'اُدگیت' کا ادھیائے پڑھ کر اپنی تسلی کرے
ہم کہاں تک اُس کی نقل کریں۔

اٹھتیسواں باب

دو راستے

اِن دونوں راستوں کے اُپنشدوں نے دو نام دیئے ہیں۔ ایک
پریہ مارگ یعنی نفسانیت کا پیارا طریق۔ دوسرا شریے مارگ یعنی
روحانیت کا ابتدا میں تنگ لیکن آگے چل کر وسیع اور خوشنما راہ۔
نفسانیت کا طریق ابتدا میں دل پسند ہوتا ہے۔ لیکن آگے چل
کر وہ تنگ اور تاریک ہوتا جاتا ہے۔ لیکن روحانیت کا طریق اس
کے برعکس ہے۔ ابتدا میں وہ چاہے بدنما معلوم ہو۔ لیکن جو قدم
آگے کی طرف بڑھتا ہے۔ وہ خوشنما مناظر کا اہتمام نہایت
وسعت کے ساتھ کرتا جاتا ہے۔
پہلے کا انجام اچھا نہیں۔ پچھلے کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔
مزدور کو روزانہ مزدوری ملتی ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ یہی سب
کچھ ہے۔ لیکن مزدور کی حیثیت مزدوری ہی ہے۔ اُس کو دائمی
راحت کب ملنے لگی! لیکن جو طاقت ور ہو کر کام میں لگتے ہیں۔
او اپنے کام کو برہم کے ارپن کر دیتے ہیں۔ اُن میں بے غرضانہ نفس

کشش آجاتی ہے ۔ اور ایک وقت وہ دُکھ سے قطعی طور پر نجات پا جاتے
ہیں ۔

فقیروں کے طریق کو شریے مارگ کہا جا سکتا ہے ۔ اور وہ لوگوں
کو اسی راہ میں آنے کی دعوت دیتے ہیں ۔ جب تک انسان اس میں
داخل نہیں ہوتا ۔ تب ہی تک وہ بے خبر رہتا ہے ۔ اور جہاں مسلک
میں شامل ہوا ۔ نت نئے ولاس ۔ لطف اور راحت کے سامان خود
بخود اُسے ملنے لگ جاتے ہیں ۔ اور جہاں ذرا سا بھی ذاتی تجربہ یا
مشاہدہ سے تعلق ہو گیا ۔ پھر چاہے کوئی ہزار زبانی اور علمی دلائل پیش
کرے ۔ اُس کے سامنے کسی کی پیش نہیں جاتی ۔ اور وہ اپنے خیال
اور عقاید میں اس قدر مستحکم ہو جاتا ہے کہ چاہے آسمان اور زمین میں
انقلابات آجائیں لیکن کوئی آسمانی یا زمینی طاقت اُسے ضعیف الاعتقاد
نہیں بنا سکتی ۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس راہ کے مسافر ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ
منزل مقصود کی رسائی کا استحقاق صرف اُنہیں کو حاصل ہوتا ہے
ہاں صرف اُنہیں کو حاصل ہوتا ہے ۔ اوروں کو تو اس کا خیال بھی
نہیں ہوتا ۔ وہ کیسے اُس کے حقدار ہونگے

اُنتالیسواں باب

دونوں راستوں کی مزید تشریح

سینتیسویں باب میں تین طریقوں کے ضمن میں بیان

تھے ان میں سے ایک دیویان پنتھ (شمسی) دوسری پتری یان پنتھ (قمری)
ان میں سے دیویان پنتھ تو نورانی طریق ہے۔ اور پتری یان پنتھ تاریکی طریق ہے۔
نورانی راہ روشن ہے۔ تاریک راہ میں اندھیرا زیادہ اور روشنی خفیف ہے۔
طریقت نور دیکھ بھال کر چلنے کی سڑک ہے جس میں خطرات تو کم ہیں صرف ابتدائی عمل میں بیشک جزوی تکلیف کا کسی حد تک امکان ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر گورو کی مہربانی ساتھ ہے تو یہ تکلیف ابتدا میں بھی محسوس نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے طریق ظلمات یا طریق ظلمت آنکھوں پر پٹی باندھ کر چلنے کی راہ ہے۔ جس میں ٹٹول ٹٹول کر پاؤں رکھنا ہوتا ہے۔ ابتدا میں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے سلسلہ میں بہت خطرات ہیں۔ اور اس کا انجام بہتر نہیں ہوتا۔ اور قید و بند کی حالت سے کبھی نجات نہیں ہو سکتی۔
مختصر اور واضح لفظوں میں نورانی طریق گیان مارگ یا طریق معرفت ہے۔ بشرطیکہ اسے کتابوں ہی کے عقلی گیان تک محدود نہ رکھا جائے علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اور طریق ظلمت بالکل ہی اندھیرا اور اگیان مارگ ہے۔ بشرطیکہ کرم کی اصلیت ذہن نشین کر لی جائے۔
گیان مارگ یعنی طریق شمسی اصلی اور سچا ہے۔ اور مذھ مارگ نقلی اور جھوٹا ہے۔
جیسے کرم کانڈ۔ یگیہ کانڈ۔ یا شریعت کہا جاتا ہے وہی اگیان مارگ ہے۔ کرم کو اپنشدوں نے ہر جگہ اگیان ہی ۔۔۔ ہے۔ اور چاہے اپنشد اسے یہ حیثیت نہ بخشیں۔ تب بھی ہر شخص خود سمجھ بوجھ کر

اُسی نتیجہ پر پہنچا جس پر اُپنشدیں پہنچی ہیں۔ لیکن گیان کانڈ این کے بالکل ہی برعکس ہے۔

دیویان پنتھ اندرونی باطنی اور انترمکھی سادھن ہے۔ پیتری یان پنتھ بیرونی خارجی اور بیرمکھی سادھن ہے۔ پہلا قدرتی اصول ہے۔ دوسرا مصنوعی طریق ہے۔ پہلے میں حقیقت یا اصلیت کا جوہر ہے۔ دوسرے میں غیر حقیقت اور اصلیت ہے خواہ اُسے حقیقت یا اصلیت کا عکس یا چھایا (سایہ) کہو۔ اور اصل اور نقل کے درمیان جو فرق ہوا کرتا ہے۔ وہ اِن کے درمیان بھی ہے شریعت یا کرم سے لاکھ کوشش کی جائے۔ حقیقت کا پردہ آنکھ کے سامنے سے کبھی نہیں ہٹتا۔ اور شرعی اور کرمی جیو جنم جنمانتروں تک کولھو کے بیل بنے رہتے ہیں۔ یہ ہماری نہیں بلکہ رشیوں تک کی رائے ہے۔ انبھو یا انسان کی عقلی احساس اور ضمیری تمیز اسے یوں ہی سمجھتی بھی ہے۔ لیکن گیان وہ راستہ ہے۔ جو کھلا ہوا ہے اور کشادہ ہے۔ اور اِس راہ میں آئے ہوئے نہ صرف خوشی راحت۔ سکون۔ شانتی۔ اور نجات کے وارث ہوتے ہیں بلکہ وہ قانون قدرت کے ساتھ ملے جلے ہوئے خوش اسلوبی سے اپنی زندگی بھی بسر کرتے ہیں۔ اس میں توہمات کی کمی اور معدومیت ہے کرم کانڈ یا شریعت چونکہ جہالت نادانی اور گمراہی کا راستہ ہے اس کے پیرو کاروں کے حصہ میں خوشی راحت۔ سکون۔ شانتی اور نجات کی وراثت نہیں آتی۔ بلکہ وہ قانون قدرت کے ساتھ علیحدگی اور جدائی رکھتے ہوئے جزوی اور فروعی تعلیمات میں خواہ مخواہ رہتے ہیں۔ اور اُن کی ذہنی۔ عارضی زندگی بھی خوش اسلوبی

نہیں ہوتی۔
کرم کانڈ یا شریعت ۔پنڈتوں اور ملاؤں کے گورکھ دھندوں کی جال ہے جس میں جیو پھنسائے جاتے ہیں۔ اور اندھوں کی طرح چلائے جاتے ہیں۔ سوال کیا نہیں کہ ناستک اور ملحد کا خطاب ملا نہیں یہاں زبان تک کھولنے کی ممانعت ہے۔ صرف یہ مقصود ہے کہ اندھوں کی طرح لاٹھی ٹیکتے ہوئے چلے چلو۔ اور بربادی کے خندق میں منہ کے بل پھسل کر گرو۔ اور مر جاؤ۔ پنڈت یا ملاؤں کو صرف اپنی غرض کا خیال ہے نے "مردہ چاہے بہشت میں جائے یا دوزخ میں" انہیں تو صرف اپنے حلوے اور مانڈے سے کام ہے۔ آنکھیں کھولو۔ اور خود دیکھو کہ ہماری تحریر میں کچھ سچائی بھی ہے۔ یا ہم بالکل ہی جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ گیان کانڈ آزاد منش اور حریت کے دلدادہ انسان کا راستہ ہے۔ جو اندھوں کی طرح رہنے چلنے اور کام کرنے کا خواہشمند ہو۔ اُسے اس راہ میں لگانے کو تو لگا لیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے مقصود یہ ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی اُس کی آنکھیں کھل جائینگی۔ اور وہ گیانی کی حیثیت حاصل کر لے گا۔ گیان مارگ میں آکر جو تقلید یا نقل پرستی کا خوگر ہے۔ وہ سخت نادان ہے۔ یہ سچ ہے کہ خاص طریقہ میں تعلیم کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ہر زندگی کے تخیلات محسوسات اور طبعی میلان جداگانہ ہیں۔ انہیں ذہن نشین کرا دیا جاتا ہے۔ کہ پیروی کے سلسلہ میں اپنی ذاتی علم تجربات۔ مشاہدات اور معاملات کا بھی لحاظ رہے ہر شخص کی رائے۔ اور تجربہ میں اختلافات کا ہونا ممکنات سے ہے۔ تاں اصول ایک ہے۔ اناپ شناپ تقلید یا نقل پرستی گمراہی کی دلیل ہے جس سے ہمارے پڑھنے والوں کو خبردار اور واقفکار ہو رہنا

چاہیئے۔ *

یہہ اِن دونوں راستوں کی مزید تشریح ہے۔
یہاں ہم اور بھی اُسے واضح کئے دیتے ہیں۔ جسے ست پنتھ کہتے ہیں۔
یا جسے صوفیوں نے طریقت یا مسلک کا نام دیا ہے۔ اُس میں تین مرحلے ہیں۔ پہلا مرحلہ سلوک یا پنتھ پر قدم رکھنا ہے۔ دوسرا مرحلہ معرفت یا گیان ہے۔ تیسرا مرحلہ معراج تمنا یا منزل مقصود یا گیان کی وہ مراد ہے۔ جو حقیقت۔ ذاتیت۔ اور اصلیت کہلاتی ہے۔
کوئی شخص بھول میں پڑکر طریقت یا شمسی راہ یا دیویان پنتھ کو عمل و شغل ہی تک محدود نہ سمجھے ورنہ وہ خطرے میں رہے گا۔ طالب صادق کو لازم ہے کہ وہ ست سماگم یا صحبت فقرا کا پورا پورا فائدہ اُٹھالے۔ تاکہ وسوسات۔ بھرم۔ اور مغالطات میں مبتلا نہ ہو جائے۔

چالیسواں باب

طریق شمسی کے تین قسم کے سادھن

صوفی صدا دیتا ہے۔

---

* صوفی کا تائیدی کلام۔ سہ عبادت بتقلید گمراہی است خنک رہ روے را کہ آگاہی است
ترجمہ۔ نقل کرنا گمراہی کا ہے نشان۔ خوش ہے وہ جو حقیقی علم ہے

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرّ حق بر ما بخند

سنت کی بانی ہے۔

تین بند لگائے کر سُن انہد ٹنکور
نانک سُن سمادھ میں نہیں سانجھ نہیں بھور

دونو کلام ایک ہی خاص مُراد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اگر کبیر صاحب یا شاہ کمال کے کلام نہ ہوتے تو شاید ایک کو دوسرے کا ترجمہ کہا جاتا۔ لیکن کسی نے کسی کے کلام کا ترجمہ نہیں کیا۔ دونو میں ایک ہی قسم کے جذبات نے ایک ہی طرح کا نتیجہ دکھایا ہے۔ اور اس قسم کے واقعات دُنیا میں اکثر ہوتے رہتے ہیں۔

صوفی کہتا ہے "آنکھ۔ کان۔ اور ہونٹ کو بند کرو۔ اس پر اگر خدا کا راز نہ کھلنے پر آئے تو ہم پر ہنسو" سنت فرماتے ہیں "اے نانک! اُس سمادھ (روحانی استغراق) میں شام و صبح یعنی نور اور ظلمات کا اہتمام نہیں ہے۔ تم تین بند لگا کر صرف انہد شبد یعنی سلطان الاذکار کے شغل میں مصروف ہو جاؤ۔"

صوفی کے کلام میں نفیت ہے۔ سنت کی بانی میں اثباتیت ہے یہ اُن کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ لیکن نہ ایک کی نفی اثبات سے خالی ہے۔ اور نہ دوسرے کے اثبات میں نفی نہیں ہے۔ دونو ہی خاص طور پر ہم مُراد اور ہم خیال ہیں۔ نفی کے ساتھ اثبات اور اثبات کے ساتھ نفی کا شمول ہے۔

اور ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب یوگ سادھن کے پہلی حصہ میں یم اور نیم کے ضمن میں دیدیا گیا ہے۔ پہلے غلط توہمات کی نفی کرو پھر سچے واہمہ کو دل میں جگہ دو۔

غلط یا بیہودے توہمات شریعت اور کرم کانڈ ہیں۔ غریب صوفیوں کو ایسے زمانہ کے ساتھ تعلق رہا ہے کہ انہیں سچائی کے صاف صاف اظہار کی اخلاقی جرأت نہیں ہوئی۔ مجبوراً شریعت کی ظاہری پابندی کا لحاظ رکھنا پڑا۔ ورنہ اُن کی گردن تلوار سے سونتی جاتی۔ ہندوؤں میں ہر شخص کو ہمیشہ سے خیال کے اظہار کی آزادی کا حق حاصل رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بے خوف خطر اپنی رائے صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہوئے آئے ہیں اور کہیں بھی کسی قسم بناوٹ یا لگاؤ لپیٹ سے تعلق نہیں رکھا۔ اُپنشد صاف لفظوں میں کرم کانڈ کو ادنیٰ مارگ بتاتے آ رہے ہیں۔ اور سنتوں نے تو اور بھی اُس کی مزید وضاحت کا اہتمام کیا ہے۔

لیکن اس عبارت کو پڑھ کر کوئی یہ نتیجہ نہ لگا لے کہ سنت شریعت یا مجلسی طریق کے دشمن ہیں مجلسی شیرازہ کا بگاڑنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔ اور جن کو ہمارے ساتھ تعلق ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ ہم ہندو اور مسلمان دونوں ہی کو رادھا سوامی مت میں بلا اُن کی مجلسی حالت پر ہاتھ کئے ہوئے شوق بذوق سے داخل کر لیتے ہیں ہندو ہندو بنے رہیں مسلمان مسلمان ہوا کریں۔ اس سے ہمارا کیا بنتا بگڑتا ہے۔ ہاں روحانیت کا فیض حاصل کریں۔ ہندوپن اور مسلمان پن دونوں ہی میں کیا ہے! غرض سے غرض ہے۔ اور بس۔

اس قسمی طریق میں جو سلف سے برابر ہندو، پارسی، صوفی وغیرہ فرقوں میں چلا آتا ہے۔ تین بند لگا کر تین قسم کے سادھن کی ہدایت کی گئی ہے۔

"زبان بند کرو۔ کان بند کرو۔ آنکھ بند کرو"۔ یہ تین بند لگانا کہلاتا ہے "زبان کھولو۔ کان کھولو۔ آنکھ کھولو" یہ تین بندوں کے کھولنے کی تعلیم

ہے۔ مطلب تب ہے کہ باہری طرف سے اِن اندریوں کو روکو۔ اور اندرونی طرف سے اُن کو کھول دو۔ ایک کا تھم ہو جائے دوسرے کا نیم کر لیا جائے۔ ایک کی نفی ہو اور دوسرے کا اثبات ہو۔ مزید واضح لفظوں میں یوں کہا جائے گا۔ کہ" باہرمکھی یا خارج میں نہ بنو۔ بلکہ انترمکھی اور باطن میں بنو۔"
مضمون واضح ہو گیا۔ آگے چل کر اس پر اور روشنی ڈالی جائیگی۔

اکتالیسواں باب

تین سادھنوں کا مسلسل بیان

رادھا سوامی مت نے چونکہ اِن تمام مضامین پر نہایت وسعت اور بساطت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس وجہ سے ہم اُسی کے نقطہ نگاہ سے ان پر بحث کرنا مصلحت سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہم آزادی اور بے تعصبی کے ساتھ اوروں کے تخیلات۔ مقولات اور بیانات سے بھی تائیدی سامان لیتے رہینگے

رادھا سوامی مت کہتا ہے کہ سنتوں کے طریق میں تین باتیں لازمی ہیں۔ اوّل سنت ستگور کا ہونا دوسرے ست سنگ اور تیسرے ست نام۔

اِن تینوں کی ابتدا طالب کے سچے شوق اور سچے طلب سے ہوتی ہے۔

سنت ستگور وہ ہے جو حقیقت کے رمز سے صرف واقف ہی

نہ ہو ۔ بلکہ وہ حقیقت مجسم ہو ۔ اور اُس کی زندگی کی مثال عابدوں اور شاغلوں کے لئے مشعل طریقت کا کام دے سکے ۔

ست سنگ اسی ست ستگورو کی صحبت کا نام ہے ۔ جو لوگ اُس کی صحبت اور قربت کا فیض اُٹھاتے ہیں ۔ اُن میں اُنہی کے جذبات کا پیدا ہونا ممکنات سے ہے ۔ اس لئے یہ صحبت لازمی ہے اس خصوصیت کی نظر سے ہم نے اپنے اِس تحریری التزام کے انتظام کا نام ست سماگم یا صحبت مقرر رکھا ہے ۔ تاکہ جن کو دنیا کے جھگڑوں اور بکھیڑوں سے کم فرصت ہے ۔ وہ کم از کم خیالی طور پر صحبت کا مفاد حاصل کر سکیں ۔ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ فقیر کی صحبت کے لئے وقت نہیں نکال سکتے ۔ اُن کے شوق میں حد درجہ کی کمی ضرور ہے ۔ تاہم اُنہیں خیالات سے فائدہ پہنچانے کا موقع اس شکل میں دیا جا رہا ہے ۔ ممکن ہے شوق اور طلب کی کثرت کبھی نہ کبھی انہیں صحبت کے لئے مائل کر دے اور

ست نام سادھن یا روحانی مشغلہ ہے جس کا تعلق صرف نام سے ہے ۔ اِس نظر سے یہ مختصر لفظ منتخب کر لیا گیا ہے ۔ اور اُس کے سلسلہ میں تمام مدارج خود آجاتے ہیں ۔

اِن متذکرہ الصدر ہر سہ باتوں پر بتدریج بحث کی جاتی ہے ۔

اِس بات میں صرف تین سادھنوں کا ذکر کیا جا رہا ہے ۔ تین سادھنوں میں پہلی چیز نام ہے ۔ اور نام کے ورد کو سنتوں کی اصطلاح میں سمرن کہتے ہیں ۔ نام حقیقی اصلی اور ذاتی ہو صفاتی نام سے فائدہ نہیں ہوتا ۔ اور ست نام ہی اصل میں اسم اعظم اور مہا واکیہ ہے ۔ یہ کیا ہے ؟ آگے پڑھنے سے اس کا پتہ لگے گا ۔ سمرن سے مراد یہ ہے کہ خیالی عقیدتمندی کی نگاہ کے سامنے معراج

کی صورت قایم کر دی جائے ۔ لفظوں میں خاص قسم کی باطنی طاقت ہوتی ہے ۔ اور ایک خاص لفظ سننے والے کے دل میں اپنی مراد کے نقش قایم کرنے میں خطا نہیں کرتا ۔ جیسے ہم جس وقت گائے لفظ استعمال کرینگے ۔ گائے کی شکل و صورت تمام خیالی خط و خال کے ساتھ سننے والے کے دل کے اندر قایم ہو جائے گی ۔ یہ سچ ہے کہ یہ خیالی گائے جس کا اظہار دل کے پردوں پر لفظ کے استعمال کرنے سے ہوتا ہے ۔ مادی گوشت و پوست سے خالی ہے لیکن خیال چونکہ خود لطیف مادّہ ہے ۔ وہ بھی اصلیت سے خالی نہیں رہ سکتا ۔ اور سننے والے کے مفہوم میں وہ گائے کی مراد کو فوراً ہی حلول کر دیتا ہے ۔ اسی طرح جو لوگ رات دن کسی اسم اعظم کا سمرن یا ورد کرتے رہتے ہیں ۔ وہ اُس کے خیالی برکتوں سے محروم نہیں رہ سکتے ۔ حکم یہ ہے کہ اس چمڑے کی زبان کو بند کرو ۔ اور دل کی لطیف زبان سے اسم اعظم کے سمرن میں لگو ۔ تاکہ اُس کے ساتھ تم کو محبت اُلفت ۔ ہمدردی اور ہم آہنگی پیدا ہو ۔ اور معراج مراد بہ آسانی دل میں جاگزیں ہوتی جائے اِسی سمرن کو اجپا جاپ کہتے ہیں ۔

سمرن سادھن کی پہلی شرط ہے ۔

دوسری شرط تجلیات کا مشاہدہ ہے ۔ جو شاغل کو اُس کے اندر نظر آتی ہیں ۔ اور اس جوتی کے اشاروں سے تمام اُپنشدیں بھری پڑی ہیں ۔ خاص خاص مقام پر خاص خاص قسم کی تجلیات نظر آتی ہیں جو سورج یا سورجوں سے مخصوص ہیں ۔ یہ سب انسان کے اندر ہیں ۔ اِن کا مشاہدہ کرنا کرتے رہنا ۔ اور مشاہدہ کو دل تک پہنچانا دھیان کہلاتا ہے ۔ دھیان کا ترجمہ صوفیوں نے تصور کیا ہے ۔ تصور ۔ [illegible] سوچنے کے نہیں ہیں ۔ بلکہ صورت قایم کرنا ہے ۔ دھیان میں آ [illegible]

نہ کوئی صورت قایم کی جاتی ہے۔ اور اسے دلی آنکھوں کا مرکز بنا کر اسی کے ارد گرد چکر لگاتے رہنے کی ہدایت ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صورت ہم اپنے واہمہ سے پیدا کرتے ہیں۔ ہم کو اس خیال کے بطلان کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ہم اس موقع پر اتنا کہہ دیتے ہیں کہ جب صورت کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس کا اہتمام قدرتی طور پر خود وہاں موجود ہے۔ جیسے اس نظام شمسی کے اندر یہ ہمارا سورج رہتا ہے۔ ویسے ہی ہر روحانی مرکز پر سورج یا متعدد سورج پہلے ہی سے قایم ہیں۔ ہم کو صرف آنکھ کھولنے کی دیر ہے۔ ہاں جب تک ہماری آنکھیں نہ کھلیںگی ہم کسی طرح اسے یا انہیں نہیں دیکھ سکیں گے ان کا دیکھنا دھیان ہے۔ حکم ہے کہ باہری آنکھوں کو بند کر لو۔ اندرونی آنکھیں کھولو۔ اور ان کا مشاہدہ کرو۔ اور اس عمل کی مشاقی سے اپنے اندر جلال کی تجلیات کے ساتھ موافقت مطابقت اور مماثلت پیدا کرو۔ تاکہ تم میں اس کی یا ان کی زندگی کی حرارت پیدا ہو۔ اور تم باطنی طور پر مکمل جذبات والے ہو جاؤ۔

یہ دھیان سادھن کی دوسری شرط ہے۔

تیسری شرط مخصوص آواز یا آوازوں کا سننا ہے جو ایک ایک مرکز پر منڈلاتی اور گونجتی رہتی ہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جہاں حرکت پیدا ہوگی۔ وہاں آواز ضرور ہوگی۔ کوئی خفیف سے خفیف اور لطیف سے لطیف حرکت۔ آواز سے خالی نہیں رہ سکتی۔ یہ نظام شمسی حرکت میں ہے۔ اور اس کے خاندانی کرے سب گردش میں رہتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی رفتار بھی آواز سے خالی نہیں رہتی۔ چاہے تم انہیں سنو یا نہ سن سکو۔ یہ دوسری بات ہے۔ صرف وہی آواز ہم سن سکتے ہیں۔ جو ہمارے کانوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔ جو زیادہ ملتی

یا زیادہ باریک ہوتی ہیں۔ وہ اُس وقت تک گوشزد نہ ہونگی جب تک کہ کان اُن کے مطابق نہ بنائے جائیں۔ جس طرح تمام شمسی کے رفتار کی زبردست اور گھنگھور صدا نہیں سُن سکتے۔ جیسے ہی چیونٹی کی آواز بھی گرفت نہیں کر سکتے۔ تمہارے لئے دونو ہی یکساں ہیں۔ یہی کیفیت روشنی یا تجلیات کی بھی ہے۔ آنکھیں صرف اُنہیں انوار کو قبول کرتی ہیں۔ جو اُن کی حیثیت کے مطابق ہیں۔ زیادہ گھنی روشنی تاریکی بن جاتی ہے۔ اِن آوازوں کے متعلق، اس قدر اور بتلانے کی ضرورت ہے کہ چونکہ گروں۔ آدتیوں (سورجوں) وغیرہ کی حرکت ایک دوسرے سے نہیں ملتی۔ اس لئے اُن کی آوازوں میں بھی اختلافات ہیں۔ شاغل کو یہہ بتا دیا جاتا ہے کہ کس خاص مقام پر کون سی مخصوص آواز سُننے میں آتی ہے۔ اور وہ اُس طبقہ میں صرف اُسی آواز کو سُنتا ہے۔ اس آواز سننے کے عمل کے یوگ شاستروں میں مختلف نام ہیں۔ مثلاً۔ انہد یا اناہت شبد۔ سُرت شبد یوگ وغیرہ وغیرہ صوفیوں کے درمیان اِسے سلطان الاذکار۔ صوت سرمدی یا شغل نصیرا کہتے ہیں۔ اور گو یہہ سب ایک ہی قسم کے عمل ہیں لیکن اِن کے عمل و شغل کے طریقوں میں اختلافات ہیں۔ آوازوں کے سُننے سے بھی دل پر خاص قسم کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ جذبات کے اُبھارنے میں مددگار ہوتے ہیں اور اُنہیں طاقتور بناتے ہیں۔ اس شغل آواز کا اصطلاحی نام بھجن ہے بھجن یعنی شغل ثلاثہ کی تیسری شرط ہے۔

تین بند لگانے اور تین بند کھولنے کی وضاحت ہوگئی۔ باہر بند شنی فیہ لگاؤ۔ اندر کے محسوسات میں پڑے ہوئے بندوں کو کھول دو۔ یہاں اِسی سے مُراد ہے۔

پالیسواں باب

تین سادھن کی غرض اور اُن کی خصوصیتیں

سمرن، دھیان بھجن۔ یہ تین سادھن ہیں۔ اور تینوں ہی کی غرض یہ ہے کہ دل متحد ہوکر لگے۔

معمولی سمرن میں زبان اور دل دونو شامل ہوتے ہیں۔ لیکن اجپا جاپ میں صرف دل اور سرت کا شمول رہتا ہے۔ زبان سے کام نہیں لیا جاتا۔ گو اس میں زبان کا اصل اثر ابتدائی مرحلہ میں سنسکار روپ میں موجود رہتا ہے۔ مشاقی کی کثرت سے زبان کا اثر سو جاتا ہے۔ دل اور سرت بیدار رہتے ہیں۔ پھر دل بھی اپنی باری پر سو جاتا ہے اور سرت بیدار رہتی ہے۔ لیکن دل کے اثر کو کچھ دیر قایم رکھتی ہے پھر یہ سرت خود سے لیے یعنی مستغرق ہو جاتی ہے۔ یہ مدارج سمرن کے ابتدائی اور درمیانی اور انتہائی مدارج ہیں۔ سمرن کا بیج یا اثر سرت میں میں قایم ہو جاتا ہے۔ اور اگر باقاعدہ یہ عمل بن آوے تو سمرن خود دھیان کی حالت میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اس سادھن کو سمرن کہتے ہیں۔

معمولی دھیان میں یہی آنکھیں الٹ کر مرکز پر جمتی ہیں۔ ابتدائی مرحلہ میں آنکھ دل اور سرت تینوں ہی کا کام ہوتا ہے۔ پھر مشاقی کی کثرت سے آنکھ سو جاتی ہے۔ اور دل کچھ دیر اُس کے اثر کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تب صرف دل اور سرت کا کام ہوتا ہے۔ پھر دل بھی سو جاتا ہے۔ اور سرت اپنے اندر دھیان کی طاقت اور اثر کو بیج روپ سے لئے رہتی ہے۔ اور اس میں محو ہو جاتی ہے۔ یہ دھیان کے ابتدائی

درمیانی اور انتہائی مدارج ہیں۔ اگر دھیان باقاعدہ کیا جائے تو گھری سمادھی لگ جاتی ہے۔ اس حالت میں اس کا نام دھیان یوگ رکھا جاتا ہے۔

معمولی بھجن میں یہی کام کان متحد ہو کر کرتے اور اپنی متحد طاقت کو مرکز پر قایم کئے ہوئے دل اور سرت کی مدد سے اندرونی آواز کو سنتے ہیں۔ پھر کان دل میں اور دل سرت میں لے ہو جاتا ہے۔ یہ بھجن کے ابتدائی۔ درمیانی اور انتہائی مدارج ہیں۔ اگر باقاعدہ بھجن کیا جائے تو شغل آواز کی لگاتار مشاقی سے استغراق کی حالت آتی ہے۔ اور اس لئے طالب کو ان کی کیفیتوں کا علم ہو جانا لازمی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ خارجی اندریاں باہر تو کام کرتی ہیں۔ لیکن کیا یہ اندر بھی کام کرتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ اندر بھی کام کرتی اور کر سکتی ہیں۔ ان کی جڑ اندر ہے۔ اور ان کے سوراخ باہر کی طرف نکلے ہوئے ہیں۔ الٹ دینے سے یہ اندر بھی اپنے مخصوص فرائض انجام دیتی ہیں۔ اور صرف انہیں پر کیا مخصوص ہے۔ پانچوں گیان اندریاں یعنی لطیف حواس خمسہ کا بھی یہی حال ہے۔

تم جس وقت گرم یا سرد پانی پیتے ہو۔ اس کی گرمی یا سردی کو پیٹ کے اندر محسوس کرتے ہو یا نہیں؟ تم کھانا کھا چکنے پر ڈکار آنے کے وقت کھٹے میٹھے۔ نمکین ذائقہ کو اپنے اندر محسوس کرتے ہو یا نہیں؟ تم زبان بند کر لینے پر اپنے دل میں لفظوں کے ساتھ وسوسات کو اٹھاتے ہو یا نہیں؟ تم آنکھوں کے بند کر لینے پر کیا اندر روشنی کے عکس کو محسوس کرتے ہو یا نہیں؟ کیا کبھی کبھی تمہارے کانوں کے اندر گونجتی ہوئی آواز نہیں سنائی دیتی ہے؟ کیا تم کو کبھی اپنے اندر بدبو اور خوشبو کی تمیز کا حس معلوم

نہیں ہوتی؟ یہ قریب قریب ہر شخص کا ذاتی تجربہ ہے۔

تمام اندریوں کی جڑ دل کے اندر ہے۔ دل ہی اُن کا خالق ہے۔ وہ اُسی کے سہارے رہتی اور اپنا کھیل کرتی ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں پھر خواب کی حالت میں یہ ہر شخص کا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ وہ دیکھتا، سُنتا سونگھتا، چکھتا اور چھوتا ہے۔ خواب جسم کے باہر کا واقعہ نہیں ہے یہ جسم کے اندر ہی ہوتا ہے۔ اِسی پر غور کرنے سے اس سوال کا معقول جواب مل جائے گا۔

دل اندرونی اِندری ہے۔ اور اُس میں یہ سب اندریاں پروئی ہوئی رہتی ہیں۔ جس طرح وہ باہر ان سے کام لیتا ہے۔ ویسے ہی اندر بھی لیتا ہے۔ دل سے بھی زیادہ اندرونی سُرت ہے۔ اِندریاں جس طرح دل کے اندر سو جاتی ہیں ویسے ہی دل سُرت کے اندر سو جاتا ہے۔ اور سے ہو جاتا ہے۔

یہی عمل ہر مرکز پر بہ تدریج کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر ابھیاس میں شغل کرنے سے طاقت آتی جاتی ہے۔ اُسی قدر وہ ایک مرکز کو چھوڑ کر اونچے مرکزوں یا مقام بالا پر بھی یہی سادھن کرتا ہے۔ اور ایک مرکز پر حاصل کی ہوئی طاقت اُسے خود قدرتی طور پر دوسرے مرکز کی طرف رجوع ہونے کے لئے ڈھکیلتی رہتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل بُری خواہشوں سے پاک صاف ہوتا چلے۔ اگر ذرا بھی سفلی خواہش رہی تو پھر وہ نیچے کے طبقہ میں گرا دیا جائے گا۔ اور جس قدر لطیف ہوتا چلے گا۔ اُسی قدر اُونچا چڑھے گا۔ جو لوگ عمل و شغل میں کافی یا خاطر خواہ ترقی نہیں کرتے اُس کا سبب صرف یہ ہے۔ کہ دنیاوی تمناؤں کی کثافت اُن کے دل کو لطیف نہیں ہونے دیتی۔

تینتالیسواں باب

مختلف قسم کی چیتنائیں

چیتنتا کا لفظ ہم یہاں خود اپنی مُراد کی وضاحت کے لئے گھڑتے ہیں۔ یہ بطور خود کافی ہے۔ لیکن چونکہ استعمال میں نہیں آتا۔ مجبوراً اُس کے سمجھانے کے لئے کچھ تھوڑی سی مختصر تشریح کر دیتے ہیں۔ یہ ایک خاص قسم کی علمی قابلیت ہے۔ جو ہر طبقہ سے مخصوص ہے۔ اِس کے لئے انگریزی کا لفظ "کانشس نیس" نہایت موزوں ہے۔ اس قسم کا واضح لفظ ہم کو اپنی زبان میں نہیں ملتا۔ جو لوگ انگریزی خواں ہیں وہ اِسے بہ آسانی سمجھ لیں گے۔

جسمانی چیتنتا اور ہے۔ دِلی اور ہے۔ اور سُرت کی چیتنتا اِن کے علاوہ ہے۔

جسمانی چیتنتا حالت بیداری یا جاگرت میں رہتی ہے۔ دِلی چیتنتا حالت خواب یا سپن میں رہتی ہے۔ اور سُرت کی چیتنتا گہری نیند استغراق محویت یا سُوشپتی میں ہوتی ہے۔

دو کا علم تو قریب قریب ہر شخص کو ہے۔ لیکن سُرت کی چیتنتا کا علم مشکل سے کسی شاذ آدمی کو ہو گا۔ عام طور پر لوگ سوشپتی کی چیتنتا کو بیہوشی کہتے ہیں۔ اور اُسے بے خبری اور بے حسی کے معنے میں تاویل کرتے ہیں۔ بیہوشی بے خبری اور بے حسی تو وہ ضرور ہے۔ کیونکہ اس حالت میں دِل اپنی خبر، ہوش اور حس کو گُم کر دیتا ہے۔ لیکن یہ گُم ہونا بھی ایک خاص قسم کی چیتنتا ہے۔ اور لطیف اور علمی قابلیت ہے۔ جو باوجود کسی کسی

قدسی صفات ۔ لطیف جس والے میں ہوتی ہے ۔ یا دانا ابھیاسی اُنہیں
اپنے اندر پاتا ہے ۔ اور سادھن کرنے سے وہ مجہولیت کے پردوں
کو چاک کرتے ہوئے اُس پہ قادر ہوتا ہے۔

بات اس قدر مشکل ہے۔ کہ صرف کسی کسی آدمی کی سمجھ میں آئیگی۔
تاہم ۔ اپنے طور پہ ہم کوشش کرتے ہیں۔

سُوشُپتی کے گُم پنے ۔ بے خبری اور بیہوشی کی نسبت لوگوں کے
ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ اُس کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن تجربہ شاہد
ہے ۔ کہ وہ بھی علم کے احاطہ اور حد بست کے اندر آجاتا ہے ۔ جو
گہری نیند سے سو کر اُٹھتا ہے ۔ معاً کہتا ہے ۔ کہ نہیں بڑے سکون کی
نیند میں سویا تھا ۔ کہ اور کسی بات کی خبر تک نہیں رہی ۔ اب ان لفظوں
پہ غور کرو ۔ اگر علم نہیں تھا ۔ یا قوت یادداشت موجود نہیں تھی تو یہ
اُس نے جانا کیسے کہ وہ سکھ کی حالت میں تھا ۔ وہ اصل میں ایک ایسے
علم کی نادانستہ طور پہ خبر دے رہا ہے جو عالم بیداری یا عالم خواب
سے بالکل مختلف ہے ۔ وہ اُسے واضح نہیں کر سکتا لیکن اقرار کرتا ہے
کہ وہ سکھ کی کیفیت تھی ۔ اور یہ اقرار اُس کے علم اور قوت یادداشت
کا زبردست ثبوت ہے ۔ اس سے بہتر اور ثبوت کی دانا آدمی کے لئے
ضرورت نہیں ہے ۔ نادان آدمی کو کبھی اس کی سمجھ نہیں آسکے گی ۔

اس سے ثابت ہے کہ وہ بھی ایک قسم کی چیتنتا یا کانشس نس ہے
کروڑوں برس سے انسان اُس کی نسبت غلط واہمہ کی چھنگی لگاتا چلا آیا
ہے ۔ اس وجہ سے وہ اُدھر رجوع نہیں کرتا ۔ اور چونکہ اس کی اہمیت
دل میں نہیں ہے ۔ اس لئے اُس کے سمجھنے میں قصور واقع ہوتا ہے ۔ وہ
تو اسے کچھ سمجھتا ہی نہیں ۔ اس لئے وہ لئے بھی تو کیا کیسے ۔ لیکن ایک بھی
ایسا آدمی نہ ملے گا ۔ جو اس کی ہستی سے منکر ہو ۔ وہ سب کے اندر اس کا ہونا

برحق اور صحیح واقعہ ہے۔

یہ تیسری چیتنتا ہے۔ اس کے اوپر ایک چوتھی چیتنتا آتی ہے۔ جو ان تینوں کا آدھار۔ مدار علیہ اور اودھشٹان ہے۔ جب انسان ان تثلیثی چیتناؤں پر غالب آجاتا ہے۔ تب ہی اسے اس کا علم ہوتا ہے سنسکرت زبان میں اسے 'ترِیا' اوستھا کہتے ہیں۔ جو سدھشٹی کی چوٹی پر رہتی ہے۔ اور اپنی حیثیت سے محیط کل بھی ہے۔ یہ بھی ہر انسان میں موجود ہے۔ صوفیوں کے درمیان اس کے لئے کوئی اصطلاح نہیں ہے۔ اور وہ اسے ممکن ہے کہ 'روشن ضمیری' کہہ کر ٹال جاتے ہوں۔ کیونکہ سادھن کرنے سے اس کا امکان انہیں بھی ہوجاتا ہے۔ لیکن وہ کریں بھی تو کیا کریں۔ ان کی زبان موزوں اصطلاح سے خالی ہے۔ ان غریب صوفیوں کی حالت سخت بے بسی کی ہے۔ ان کے یہاں تو 'روح' تک کی اصطلاح کی وضاحت کا سامان نہیں ہے۔ وہ روح کو 'الامر ربی' کہہ کر ٹال جاتے ہیں۔ لیکن ہم کو یقین ہے کہ وہ اسے لطیف جس نے سمجھتے ضرور ہیں۔ واضح لفظوں کے ذخیرہ نہ ہونے سے مجبوراً اسے گومگو کا مضمون تسلیم کرکے خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔

اس 'روشن ضمیری' یا 'ترِیا' کا پتہ اکثر نبی ولی وغیرہ کے سوانحات سے تو ملتا ہے۔ لیکن وضاحت مفقود ہے۔

یہ چار طرح کی چیتنتائیں ہیں۔ ان کے بعد اور جن چیتنتاؤں کا سنتوں نے اپنی بانی میں پتہ دیا ہے۔ انہیں ہم جان بوجھ کر اس وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اول تو ان کی سمجھ شاذ آدمیوں میں ہوگی۔ دوسرے اس خاص موقع پر ان کے اظہار کی چنداں ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔

سادھن کرنے سے یہ چاروں چیتنتائیں جاگتی ہیں۔ جاگرت یعنی

بیداری کی چیتنا تو سب میں ظاہر ظہور عام ہے۔ سپن یعنی خواب کی چیتنا کا علم تو ہے۔ لیکن اُسے اہمیت نہیں دی جاتی۔ اور سُوشپتی کی چیتنا کا علم اشارہ کرنے سے کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ اور تُریا کی چیتنا کا علم مشکل سے کسی کسی کو ہوتا ہے۔

اِن چیتناؤں کے اس جسم میں خاص خاص مقامات ہیں۔ جیسا کہ اشارہ میں ہم اُوپر کہہ بھی آئے ہیں۔ یہاں کچھ اور مزید صراحت کئے دیتے ہیں۔

سُوشپتی کی چیتنا معدنیات میں ہے۔ سپن اور سُوشپتی کی چیتنا نباتات میں ہے۔ سوشپتی۔ سپن اور جاگرت کی چیتنا حیوانات میں ہے اور اُن انسانوں میں بھی ہے۔ جو ابھی تک صرف حیوانیت کے طبقہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور جاگرت، سپن، سُوشپتی اور تُریا کی چیتنا ئیں ان آدمیوں میں ہوتی ہیں جنہوں نے لطیف احساس اپنے اندر پیدا کر لئے ہیں۔ اور وہ یا تو قدسی صفات دیوتا ہیں۔ یا انسانوں میں فوق البشر اور فوق الانسان کہلانے کے مستحق ہیں۔

اِس کی اور تشریح سنو۔

معدنیات سُوشپتی کی چیتنا کو اپنے اندر رکھتے ہوئے بڑھتے گھٹتے۔ مرتے کھلتے اور جیتے رہتے ہیں۔ اور اسی کی طاقت سے وہ غذا کے ذرات کو کھینچ کھینچ کر اپنے جسم کا جزو بنا لیتے ہیں۔ مگر وہ اُنہیں کچھ نہ سمجھو۔ وہ بھی زندہ مخلوق ہیں۔

نباتات میں سُوشپتی اور سپن کی دو چیتنا ئیں ہیں۔ وہ رات کے وقت گہری نیند میں رہتے ہیں۔ اور دن کے وقت سپن کی حالت میں غذا کے ذرات کھینچ کھینچ کر اپنے اندر شامل کرتے ہیں۔ ان میں جزوی حس ہے۔

حیوانات یا کثیر التعداد انسان میں جاگرت ۔ سپن اور سُوشپتی کی تینوں چیتنتائیں ہیں ۔ اور انہیں تینوں کے سلسلہ میں اُن کا کام ہوتا رہتا ہے ۔

انسان کامل ۔ دیوتا ۔ یا قُدسی صفات ولیوں میں جاگرت ۔ سپن سوشپتی ۔ اور تُریا کی چاروں ہی چیتنتائیں رہتی ہیں ۔ اور اس وجہ سے وہ سب پر فایق ہیں ۔

ان چاروں مخلوق میں سے سب میں حرکات تنفس کا اہتمام ہے ۔ یہہ سب کے سب سانس لیتے ہیں ۔ اور اسی سانس کے لینے دینے میں اُن کی زندگیوں کا دارومدار ہے ۔ جس کے سانس نہیں آتی ۔ ایسی مخلوق کم از کم اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی ۔ اور قدرت میں اس کا اہتمام بھی کہیں نہیں ہے ۔ چاہے کوئی اسے صحیح ماننے یا غلط اُسے اختیار ہے ۔ ہم جو انجھو کرتے ۔ دیکھتے یا سمجھتے ہیں ۔ اسی کو تو بیان کرینگے آگے چل کر زمانہ آوے گا ۔ جب اسے عُلما و حُکما بھی صحیح تسلیم کرینگے ۔

اِن چار قسم کی چیتنتاؤں کا ہم نے ذکر کر دیا ۔ اب آگے جو کچھ کہنا ہے ۔ وہ دوسرے آیندہ باب میں کہیں گے ۔

چوالیسواں باب

چیتنتاؤں کا مزید لیکن ضروری اور مختصر بیان

اُوپر جن چیتنتاؤں کا ذکر ہُوا ہے وہ جیو چیتنتائیں ہیں ۔ جیو میں معدنیات سے لے کر انسان اور دیوتا سب ہی شامل ہیں ۔ لیکن جیو

جیوؤں میں بھید ہے۔ کسی جیو میں دل اور عقل کے تو سکے زیادہ نشوونما پا جاتے ہیں۔ اور کسی میں وہ مجہولیت کی حالت میں پڑے رہتے ہیں۔ اور جو جیں طبقہ یا حیثیت کا ہے اُس میں دل کی اُبھار کی کمی بیشی اسی قدر یا درجہ کی ہے۔ جس میں دل زیادہ ہے۔ اور عقلی نمو زوروں پر ہے۔ وہی سمجھ والا ہوتا ہے۔ اور اُسی میں اس دُوند رچنا یعنی متضاد عالم میں دو پنے کی سمجھ ہے اور اِسی دوپنے کی سمجھ کی وجہ سے اُسے دُوند یعنی متضاد کیفیتیں۔ سکھ دُکھ عذاب و ثواب وغیرہ کا گیان زیادہ ہے اور جس میں دوپنے کی تمیزی حالت کی معدومیت یا کمی ہے۔ اُس کے لئے متضاد کیفیتوں کا اثر اور اُس کا نتیجہ بھی کمتر یا بالکل ہی نہیں ہوتا۔ تمام موجودات میں سے دل کا مادہ انسان میں زیادہ نشوونما پاتا ہے۔ اور اُس کی عقل میں تمیز کے مدارج کثرت کے ساتھ قایم ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ سکھی بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور دُکھی بھی بہت ہوتا ہے دوسروں کو یہ سکھ دُکھ انسان کی حیثیت کا نہیں ہے۔ گو وہ بھی اس سے خالی نہیں ہیں۔

اُوپر کی عبارت سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ انسان میں دلی چیتنا زور پر ہوتی ہے۔ اوروں کی یہ حالت کمتر ہوتی ہے۔

یہاں چیتنا کے پھر کئی درجے ہو جاتے ہیں (۱) ایک مادہ کی چیتنا جو نہایت کثیف ہے۔ اور تم کہلاتی ہے۔ نمو کنی مخلوق میں عقل اور دل چونکہ مجہول ہوتے ہیں۔ اسے دُکھ سکھ کا گیان نہیں ہوتا۔

(۲) دوسری جیو کی چیتنا جو زیادہ وجودوں میں ہے۔ اور جس فہرست میں انسان سب کا مقدم سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ کثیف اور لطیف دونوں کی آمیزش سے پیدا ہوتی ہے۔ اِسی وجہ سے اُسے رج کہا گیا ہے جو کنی مخلوق کو سکھ دُکھ کا زیادہ گیان ہوتا ہے۔

(۳) ایشوری چیتنتا دیوتاؤں سے مخصوص ہے۔ یہ لطیف ہے اور ست کہلاتی ہے۔ ستوگنی مخلوق کو سکھ زیادہ ہوتا ہے اور دکھ کم ہوتا ہے۔ لیکن دکھ ہوتا ضرور ہے۔ کیونکہ جس کو ذرا بھی ست یا لطافت کا علم ہوگا۔ تو کسی حد تک اس میں بھی کثافت کی عکسی تاثیر بھی موجود ہوگی۔ مکمل اور پوری ستوگنی چیتنتا صرف ایشور میں ہے۔ دیوتاؤں میں یہ جزوی ہوتی ہے۔ یہ فرق ہے۔ اسی ایشوری چیتنتا کو اس کی کلی حیثیت کی وجہ سے برہم چیتنتا کہتے ہیں۔ جیسے سپن اور جاگرت کی جڑ سوشپتی میں ہوتی ہے ویسے ہی مادہ۔ دل اور روح کی چیتنتا کی جڑ برہم میں ہے۔ ایشور میں گو دل اور عقل دو تو ہی ہیں۔ لیکن لطیف ہونے کی وجہ سے وہ محیط کل ہے۔ اس لئے اس میں دکھ نہیں ہے سکھ ہی سکھ ہے۔ اور ایشور یا برہم میں یہ سکھ صرف جیوں کی اپنی نسبتی نقطہ نگاہ سے ہے۔

(۴) چوتھی برہم تریہ چیتنتا۔ یہ برہم تریہ چیتنتا اسی طرح کی ہے۔ جیسی کہ جیو میں ہے۔ ان کے درمیان اس قدر فرق نہیں ہے۔ رچنا کے طبقات ثلاثہ میں یہ یکساں ہیں۔ صرف درجات کا فرق ہے۔

اس پر غور کرنے سے انسان کی نظر سے ہر طبقہ میں چار دن چیتنتائیں موجود ہیں۔ یعنی چار جاگرت۔ چار سپن۔ چار سوشپتی۔ اور چار تریائیں موجود ہیں۔

(۱) پہلی جیو دشا کی چار چیتنتائیں۔
(۲) دوسری ایشور یا برہم دشا کی چار چیتنتائیں۔
(۳) تیسری پار برہم دشا کی چار چیتنتائیں۔
(۴) چوتھے دیال پد کی چار چیتنتائیں۔

انسان چاروں مدارج سے جیوں کو گذرنا پڑتا ہے۔ اور چوتھی اوستھا کی تریا آدرش ہے۔

ان کے پرے تریاتیت کی تچھم اوستھا ہے۔ جو چوتھی تریا سے ملی ہوئی ہے۔

بات ذرا بہت مشکل اور باریک ہے۔ جلدی سمجھ میں کم آتی ہے صرف سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کے فیض سے اس کی سمجھ آتی ہے یا سنتوں کی بانی سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ ورنہ عام طور پر تو اکثر گیانی بھی جیو تریا کو برہم تریا سے مشابہ پا کر اس سے آگے نہیں بڑھتے۔

چھیالیسواں باب

چھ چکروں کے استھان بھید

چونکہ جیو کو ہر قسم کی چیتنتا اس کے خاص مقام پر بیٹھنے یا ان کے متحد ہونے سے آتی ہے۔ اس لئے ابھیاسی کو مقامات کا علم لے کر تب ان مدارج سے گذرنا پڑتا ہے۔

رادھا سوامی مت میں مادی طبقات یعنی جسم کے اسفل اور نیچے استھانوں میں ابھیاس نہیں کرایا جاتا۔ پہلے زمانہ کے جوگی مولادھار یعنی پہلے استھان سے ابھیاس شروع کرتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ اس قدر مفید نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی کٹھن بھی بہت ہے اس لئے اب اسے ترک کر دیا گیا ہے۔ صرف برہمانڈ کے ناکے سے ابھیاس کی ابتدا نہایت سہل طریقہ میں کرائی جاتی ہے۔ اور سہولیت کے ساتھ استھانوں کا

بتہ بھی دیدیا جاتا ہے۔

ابھیاسی پہلے جیو یدکے اونچی چوٹی سے ابتدا کرتا ہوا۔ اونکا رپد کا سادھن کرتا ہے۔ تب اس کو تج کے کر اس سے آگے بڑھتا ہے اور اسے جیت لیتا ہے۔

جیو میں یہ استھان بھرو مدھیہ یعنی دونو بھووں کے بیچ میں ہے۔ اسی کو صوفی نقطہ سویدا کہتے ہیں۔ یہ ابھیاس کا پہلا زینہ ہے اور پھر بتدریج اور استھان راہ میں آتے ہوئے آخری استھان پہ لے جانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ وعلی ہذا القیاس۔

چھیالیسواں باب

ابھیاس کی پڑھی

چوپائی

(۱) گورو کی دیا سُو سنگت پائی ۔ پریم اُمنگ رہا من میں چھائی

(۲) یہہ پرپنچ ہے نرکھ کی کھانی ۔ کال کرم کے جال پھنسانی

(۳) تلپت بلپت اودھ سرانی ۔ چھوٹن کی کوئی بدھی نہیں جانی

(۴) اُر میں تیر بیت کا سالے ۔ وید نہ ملا جو تاہی نکالے

(۵) کسک کسک تڑپت پیر گھنیری ۔ تڑپت رہا چھوٹی آگی بھنبیری

(۶) تیرتھ ۔ ورت ۔ وتر م اُبکانا ۔ پوجا ۔ پاٹ ۔ نیم ۔ ابھیاسا

(۷) جپ تپ سنجم بہو بدھی کیا ۔ شانتی نہ پائی بھرما کیا

(۲) کوٹ کرشن چھپی رہی نجائی — مُرلی دُھن تہاں پڑی سُنائی
(۳) سوہنگ سوہنگ بانی پرگٹی — اَنل-الٹ نہیں ابُجھ نہ اُلٹی
(۴) اونگ بھیا سوہنگ آکار — ہُوں یا ہُوں اَوگت اپار
(۵) سوکشم پرمانو درشٹی سب آئے — لکھ لکھ سُرت نرت ہرکھائے
(۶) مایا کال کے رُوپ دکھائے — دین یہاں پہنچے - کوئی کبھُو جانے
(۷) مہا کال کا یہہ استھان — تپ - جپ - دھام - الوکک جان
(۸) یہی چکر رچنا کی آد — لکھے - سنت پرلا پساد

دوہا

جو کوئی اتنے پد چڑھے کال کرے نہیں ہان
سرشٹی پرلے اُتپتی وشے کا تب پاوے گیان

(۱) ستگورو کرپا ہنس کوئی آیا — پُوچھا "کون؟ کہاں سے آیا؟"
(۲) بولی سُرت "سنت کی داسی — سنت ملے - تب بھئی اُداسی
(۳) ستیہ دھام کی آسا دھار — پہنچی یہاں لگ - سنگ وچار
(۴) ہنس سُرت کو لے کر ساتھ — چلا جہاں ست پد - پد ناتھ
(۵) ستیہ پرش کا درشن دیکھا — لکھ پرکاش روپ ست جیتا
(۶) کوٹش چندر سُور اُجیاری — بین سُنی ست ست دُھن بجاری
(۷) یہہ ہے ست سب اور اَسَت — یہہ حق - ناحق اور سب مت
(۸) مایا کال سے اُونچا دھام — سنتن کا ست پد ست نام

دوہا

یہی گیان کا مُول ہے یہی رُوپ کی کھان
ست پد - دُھر پد - آدی پد - انتم پد - نربان

(۱) ملی دُربین سُرت سے بڑھی — آگے الکھ اگم پد چڑھی
(۲) کون لکھے یہہ الکھ نشانی — کون کہے یہہ الکھ کہانی
(۳) اگم کے پار اگم کا دیس — کیا کوئی دے تس کا سندیس
(۴) من بانی دواؤ رہے اُلسانے — کیا جانی جوگی بھید نہ جانے

(۵) الکھ اگم کے پار انامی	اگتی۔ اگادھ پُرش رادھاسوامی
(۶) رُوپ نہ رنگ نہ ریکھ نہ کایا	اجر۔ امر اویکت امایا
(۷) نج پر کاش سوبھا اتی بھاری	رادھاسوامی دھام اپاری
(۸)۔ یہ ست بندھ ستیہ نج دھام	اکل۔ اچل۔ اوبکار اکام

دوہا: پائی ستگور کی دیا۔ آدمی۔ انادی۔ اگادھ
نج سروپ۔ نج روپ رت۔ گھن چیتنیہ اباڈھ

(۱) دھنیہ دھنیہ گورو دھنیہ دیالا	دھنیہ اُدار۔ سو سہج۔ کرپالا
(۲) ٹھوری دیا۔ کٹی جم پھانسی	ٹھوری کرپا اودیا ناسی
(۳) جڑ چیتن کا بندھ کٹانا	سکل اُپادھی بھرم مٹانا
(۴) اب نہیں دیا پے کال نہ مایا	اب میں پھول نہ جگ اُرجھایا
(۵) جیون مکتی پرشانت چت لاؤں	جل میں کمل سمان رہاؤں
(۶) کرم۔ اکرم۔ گیان اگیانا	دوند اوستھا۔ سے بلگانا
(۷) چیتن گھن آنند گھن راسی	گھن آنند نہ پاس سُو باسی
(۸) جیون میں ترویہہ گتی پائی	جنک راج کی پدوی پدھائی

دوہا: گورو سے ستیل بھیا سدر بھیا اُتپانت
رادھاسوامی کی دیا۔ کال کرے نہیں گھات

سینتالیسواں باب

ابھیاس کے خطرات

سادھن کی ترتیب پہلے اب میں آگئی ہے۔ اس سے زیادہ

غیر مطلوب اور غیر ضروری ہے۔
یہہ تو بتا دیا گیا کہ سادھن بہت سریع العمل اور سریع الاثر ہے یعنے آسانی سے ہوتا بھی ہے۔ اور اُس کا نتیجہ بھی جلد ظہور میں آنے لگتا ہے۔ شوق اور طلب شرط ہے لیکن خطرے سے خالی یہ بھی نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سنتوں اور صوفیوں نے پہلے ہی سے تنبیہہ کردی ہے۔ تا کہ کوئی شخص گمراہی کے راہ میں نہ آ جائے
گورو کا ساتھہ لینا ہر حالت میں مقدم ہے۔ بغیر گورو کے محض پوتھی اور کتاب کو پڑھہ کر کوئی شخص سادھن نہ کرے۔ ورنہ وہ ممکن ہے کہ بہت جلد بہک جائے۔ اور خطرات میں مبتلا ہو جائے۔ جو خطرات ابھیاسی کے راہ میں آتے ہیں۔ اُنہیں ہم یہاں اختصار کے ساتھہ ہدایتاً قلمبند کر دیتے ہیں :-
(۱) چونکہ اندرونی آواز نہایت دلفریب اور اندرونی نظارے حد درجہ کے دلکش ہوتے ہیں۔ اگر ابھیاسی اُن کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ کسی خاص مرکز پر پہنچ جائے اُس وقت وہ مجذوب بن جائے گا۔ اور مرکز پر جذب شدہ یا پھنسے ہوئے آدمی کی عقل سلیم نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ لوک کے کام کا رہتا ہے۔ نہ پرلوک کے۔ اور اُس کی زندگی نکمی۔ اور غیر مفید ہو جاتی ہے۔ یہہ طریق سالکوں اور ابھیاسیوں کا ہے جو باقاعدہ گورو کی مدد کے ساتھہ سے کر چلتے ہیں۔ اور افراط اور تفریط سے بچے رہتے ہیں۔
(۲) جسم کی بےحسی اگر بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تو عزیز و اقارب مردہ سمجھ کر ممکن ہے اُسے دفن کردیں یا جلا دیں۔ اور کمائی ادھوری رہ جائے [illegible]

بعد یاد رہے - سمادھی یا استغراق کی کیفیت انسانی سرت کی ایک مخصوص حالت ہے - یہ کوئی غیر فطرتی اثر نہیں ہے اور وہاں ہی تک اس کی خواہش ہونی چاہئے - جہاں تک وہ معمول اور سادی عادت کے احاطہ میں آجائے یک بارگی زیادہ حاصل کرنے یا بڑھانے میں خوف ہے -

(۳) کسی خاص مرکز کا اگر دل پہ غلبہ ہو گیا - تو پھر وہی کیفیت ہوگی جو آسیبی آدمی کی ہوتی ہے -

(۴) اگر کسی کی سرت کسی جگہ جا کر اڑ گئی - تو پھر اس کا اتارنا مشکل ہو جائے گا - اس کے امکان کی امید ڈاکٹر یا معالج سے کمتر ہوگی - وہ اسے مرگی یا ہسٹریا سمجھ کر علاج کریں گے - اور نتیجہ روز بروز ناقص ہوتا جائے گا - اس کے معالج صرف سنت سدگورو ہو سکتے ہیں -

(۵) چونکہ دل لطیف مقام میں جا کر متحد - جذب اور یکاگر ہو جائیگا - مجذوب اور آسیبی کے اثرات سے ہوا - اگر سادھن کرنے والا کسی مخصوص خیال کو لے کر اوپر چڑھا ہے تو اس کا جو نتیجہ مشکلم مشرپہ پہ ہوگا - وہی اس مشغول جسم پہ بھی ہو سکتا ہے -

یہ معمولی خطرے ہیں - تجربہ کرنے سے یہ اور صورتوں میں بھی اپنا ظہور کر سکتے ہیں -

صوفیوں اور سنتوں نے اشارتاً یہ باتیں بتائی ہیں - ہم یہاں اپنے طور پہ ان کو ظاہر کر دیتے ہیں -

(اول) چونکہ تمام مرکز - مرحلے - یا اندرونی مقامات لوک اور کرے ہیں - وہاں ہر قسم کی خوبصورت خلقت نظر آتی ہے - اور جو ان کی صورت اور شکل پہ مفتوں ہو گیا - وہ ادھر کے کھنچ گیا اور دوسرے

بھی گیا۔ اگر ہم اس پر اور کچھ اضافہ کرتے ہیں تو غلط فہمی کا خطرہ ہے۔ سوا ذہین طبیعت اور تجربہ کار ابھیاسی کے ہماری بات کمتر آدمی سمجھ سکیں گے۔

(دوسرے) اندرونی آوازیں مختلف شکلوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ ابھیاسی کو صرف مخصوص آواز توجہ کے ساتھ سُننا ہوتا ہے۔ دوسری کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جو آواز درمیانی رگ سُوشمنا کے مرکز یا گرہوں سے پیدا ہوتی ہے۔ صرف اُسی کے سُننے کی ہدایت ہے۔ اس کا پتہ کہ ہم نے پہلے باب میں دیدیا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ تجربہ کار اور مہربان مُرشد کی رحم کے ماتحت ہے۔ اُن کی ہدایت کے بغیر کبھی کام نہ کرنا چاہیئے۔ اور وہ جس قدر ابھیاس کا حکم دیں اُتنا ہی کرنا ضروری ہے۔ تاکہ مساوات میں فرق نہ آنے پاوے۔

(تیسرے) تجلیات سے اس قدر خیرگی ہوتی ہے کہ آنکھوں پر نقصان آنے کا خوف رہتا ہے۔

اِن سب باتوں کو سنتوں نے اس طرح لکھا ہے۔

(۱) سنت گورو کھٹ میں راہ نہ چینا … وگھن انیک و بیچ میں ملنا

(۲) ابھیاسی کو کیسے پکاری … شبد سُنو آو شرن ہماری

(۳) جو کوئی کامل شبد رچیا … گھر نہیں جاوے راہ میں بچیا

بزرگ صوفی کی صدا ہے۔

(۱) گر سفر داری بدیں رایت برو … در خضر باشی ازیں غافل مشو

ترجمہ۔ گر سفر کا شوق ہو جھنڈے کے نیچے آ شتاب … خضر بھی تو ہے اگر تب بھی نہ بھول اس کو کبھی

(۲) ناپاک خواہاں ہست بانگ آشنا … آشنائے کو کشد سوئے فنا

ترجمہ کامل کی آواز سُنو نواگر اُس میں کھچا … جو سبکے دھر میں تو فنا کا ہوگا بر سر جتنے جی

(۳) بانگ شی آید کہ ڈال سلسے کو روا … سوسے من آ بشر یک راہ و کھال

ترجمہ۔ بانگ شیطان کی ہے کہتا ہے کہ ادا میری طرف
ایک دل بکرا دیں تجھکو بناؤنگا ابھی

(۴) چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر
عمر ضائع راہ دور و روز دیر

ترجمہ جب وہاں پہنچا تو گرگ شیر کا حملہ ہوا
عمر ضائع راہ کی دوری کا خطرہ ہے یہی

وغیرہ وغیرہ۔

(چوتھے) جو بہت بڑا خطرہ ہے۔ وہ یہہ ہے کہ اگر خواہش کو ست سنگ کا ما نجھا دے دے کر دور دفع نہیں کردیا گیا۔ تو وہ لطیف ہوکر اور بھی زیادہ دنیا پرست۔ زرپرست اور زن پرست بنا دیگی۔ اور نجات کا راستہ مفقود ہو جایگا۔ پھر کون جانے کیس جنم میں ادھار کی صورت پیدا ہو۔

ایک صادق کی آواز ہے

(۱) چوں شنو آواز غول آخر بگو
جاہ خواہم مال خواہم آبرو

(۲) از درون خویش ایں آواز ہا
منع کن تا کشف گردد راز ہا

ترجمہ۔ تونے شیطان کی اگر سن لی صدا
مال و زر کی جاہ کا حملہ ہوا

دور کر دے دل سے اس آواز کو
منکشف تا راز باطن تجھ پہ ہو

اسی دل کے اندر شیطان اور رحمان دونو ہی بستے ہیں۔ نیکی اور بدی دونو ہی کا مخزن انسان کا دل ہی ہے۔ اس بات کو خوب ذہن نشین کر کے تب پنتھ میں داخل ہونے کی ضرورت ہے۔

اڑتالیسواں باب

قدیم کتابوں کے حوالجات اور سچا شبد مارگ

لوگ کہتے ہیں کہ سنت مت نیا طریق ہے ہم اُن کو غلطی سے وہم میں

پھنسا ہوا سمجھتے ہیں۔ آدمی کچھ نہ کرے۔ تھوڑے دن سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کا فیض حاصل کرے اور وہ اُسے خوب سمجھ جائے گا۔
اِس طریق کے اشارے بڑی اُپنشدوں میں بہ کثرت آئے ہیں اور چھوٹی اُپنشدوں میں تو اُن میں کسی کسی میں یہی مضمون زیر بحث آئے ہیں منڈک اُپنشد میں سر میں برہم دھارن کرنے یا برہم اگنی کے دھارن کرنے کا مضمون ہے۔ جو پانچ طرح کی ہیں تمام ٹیکا کاروں نے یہاں غلطی کھائی ہے۔ منڈک کے لغوی معنی ہیں۔ منڈ (سر) اور ک (برہم) لغوی معنی خود بتا رہا ہے کہ اصل مطلب کیا ہے۔ لیکن ٹیکا کار کہتے ہیں۔ کہ منڈ (سر) اور ک (چھورا لگانے) سے نکلا ہے۔ یعنی سر کو اُسترے سے صاف کر کے اُس پر یگیہ کی پانچ اگنیاں کو رکھ کر چلو۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ سر میں برہم کے دھارن کرنے کی نیت سے اُس کی پانچ قسم کی آگ یا تجلیات کو اپنے سر کے اندر پرگٹ کرو۔ سنتوں کے یہاں ان اگنیوں کی اطمینان بخش تشریح ہے۔ جیسا کہ ۴۶ ویں باب میں آگیا ہے۔ اوروں میں یہ صراحت نہیں ہے۔ یہ تجلی کی نسبت سمجھو۔

اِسی طرح چھاندوگ اُپنشد میں 'انہد بانی' کا اشارہ ہے۔ جیسے وہاں اُدگیت (مدھر کا نغمہ یا آسمانی راگ) کا نام دیا گیا ہے اور یہ کس طرح سے گایا جاتا ہے۔ اُس کیلئے ہدایتی اِشارے بھی آگئے ہیں۔ جو تشریح کے محتاج ہیں وعلیٰ ہذا القیاس
یہ باتیں اِس وجہ سے کہی جاتی ہیں۔ تاکہ جن کو شوق ہو وہ اُپنشدوں کا مطالعہ کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔ اور ست سنگ میں اُن کی وضاحت کرالیں۔

یہی سنتوں کا طریق جسے ہم رادھاسوامی مت کہتے ہیں۔ اصلی شُرتی کا راستہ ہے۔ شُرتی نام ہے سُنی ہوئی چیز۔ راگ یا آواز وغیرہ کو۔ اور یہ وہ شے ہے جسے رشیوں نے اپنے اندر سُنا تھا۔ اور اب بھی ہر سادھن کرنے والا سُن سکتا ہے۔ ویدوں میں جو منتر آئے ہیں وہ صرف اس وجہ سے شُرتی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ رشیوں نے اصل شُرتی کو سُن کر اُسے لفظی بندشوں کے شیرازہ میں جکڑ دیا ہے۔ وہ صرف وَرن آتمک اور دُھنی ہے۔ لفظی بندشوں کا شیرازہ ورن آتمک یعنی زبان۔ لفظ۔ اور حروف سے پیدا شدہ سمجھا جاتا ہے وہ وہ نہیں بھی ہے۔ اور وہ وہ بھی ہے۔ لیکن جب تک وہ اپنے گھٹ کے اندر نہ سُنا جاتا ہے تب تک اس قدر مفید اور روحانیت کا پیدا کرنے والا نہیں ہوتا۔ شُرتی کا یہ ارتھ نہیں ہے کہ رشیوں سے سُننے میں آئی تھی۔ بلکہ شُرتی، سُنی ہوئی بانی کو کہتے ہیں۔ جیسے رشیوں نے اپنے اندر سُنا تھا۔ اور اب بھی لوگ سُن سکتے ہیں *

اسی طرح اوم یعنی پرنو، شبد کو بھی سمجھ لو۔ جیسا پہلے کہہ دیا گیا ہے۔ وعلی ہذا القیاس ۔

---

* تائیدی کلام ۔ (۱) چرخ را در زیر پا آر اے شجاع * بشنو از فوق فلک بانگ سماع
(۲) گفت پیغمبر کہ آواز خدا * می رسد در گوش من ہمچو ندا
(۳) گوش را نزدیک کن کاں دور نیست * لیک ایں گفتن نمود ستور نیست

ترجمہ (۱) آسماں پہ تو قدم اپنا جما * چڑھ کے سُن کانوں سے آوازِ صدا
(۲) تو نبی کہتے ہیں آوازِ خدا * کان میں آتی ہے میرے جوں ندا
(۳) کان کو نزدیک کر کے تم سُنو * دور نہیں آتی ہے اندر [illegible]

اُنچاسواں باب

ابھیاسی کے ابتدائی اور انتہائی تجربات

پُورب میں ایک مثل مشہور ہے۔ "ہر شخص کو اپنی موت اپنی ہی آنکھوں سے دیکھنا ہے"۔ جو شخص خود نہیں مرتا۔ وہ موت کی لذّت سے ناآشنا رہتا ہے۔ اور کہی سُنی باتوں کا اُسے اعتبار نہیں ہوتا۔ اسی طرح ابھیاسی کی کیفیت ہوتی ہے۔ اُسے بھی [illegible]تی تجربات کے مرحلوں سے گذرنا ہوتا ہے۔ اور یہی ذاتی تجربات اُسے ترقی کے شاہراہ میں داخل کرتے ہیں۔

لیکن بسا اوقات ہر شخص کے تجربات جداگانہ بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہر شخص کی میلانِ طبعی میں اختلاف رہتا ہے۔ گورو کا حکم ہے۔ کہ کوئی شخص حتی الامکان اپنے انکشافات کا اظہار دوسروں پر نہ کرے۔ اپنے حالات صرف اپنے ہادی کو سُنائے۔ اس کا سبب وہی ہے۔ جس کا اشارہ اُوپر کر دیا گیا ہے۔ ہر انسان کی طبیتیں جُداگانہ ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کی روحانی ترقی اُس کے خاص عقیدہ اور طرزِ خیال کے موافق ہوتی ہے۔ گورو تو وسیع النظر ہونے کی وجہ سے اُن پر کافی اطمینان بخش روشنی ڈال سکیں گے۔ اور لوگ ممکن ہے کہ اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر بھرم میں ڈال دیں۔ اُنہیں غلط یا جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اپنا اپنا تجربہ ہے۔ جو جس شے کو دل دیتا ہے۔ وہی [illegible] اُسے [illegible] ہے۔ یہ لازمی [illegible] [illegible] کے لئے یکساں ہو۔ گورو کو اِن سب کا علم ہوتا

ہے۔ اور وہ ہر ایک کو اُن کے حالات تخیلات اور جذبات کی نظر سے سمجھا سکتے ہیں۔

عام تجربے جو ہر شخص کو ہوتے ہیں۔ یہ ہیں لیکن یہ بھی قطعی یا لازمی نہیں کہے جا سکتے۔ صرف عامیت کی نظر سے اُن کی صراحت کی جاتی ہے۔

اوّل جسم کے رگ و ریشوں میں خاص مرکز پر قایم ہونے سے پہلے چیونٹی کے چال کی حرکت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ سُرت کے سِمٹاؤ کی علامت ہے۔ اور یہ سب سے اچھی ہے تاہم بعض ابھیاسی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کا دِل پرندوں کی طرح اُڑ کر مرکز پر منڈلانے لگتا ہے۔ بعض مکڑی کی طرح اپنے دِل سے خیالی دھار نکال کر اس پر چڑھتے ہوئے مرکز پر رسائی کرتے ہیں۔ اور بعض روشنی کی کرنوں۔ یا شبد کی دھار پر ویسے ہی چڑھ کر اُونچے پہنچتے ہیں جیسے مچھلی پانی کے سلسلہ میں بجھا گئی ہوئی میگھ منڈل یعنی بادلوں کے مقام پر پہنچتی ہے۔ اور کوئی کوئی ایسے بھی ہیں۔ جو بندر کی طرح اُچھل کر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر کود جاتے ہیں۔ چیونٹی کی چال اس وجہ سے بہتر ہے کہ اس میں سہولیت کے ساتھ یقینی چڑھائی ہوتی ہے۔ اور سُرت اُوپر کے مرکز پر پہنچ کر ویسے ہی جم کر بیٹھ جاتی ہے۔ جیسے اکثر چیونٹیاں کاٹتے وقت تمہارے جسم سے چمٹ جاتی ہیں۔ اور مرتے مرتے بھی وہ جگہ نہیں چھوڑتیں اس چال سے اوّل تو حرکت کا احساس ہوتا ہے۔ دوسرے دھارنا کی بھی پختگی میں کسر نہیں رہتی۔ یہ سنسکرت میں پپیلکا مارگ کہلاتا ہے۔

(۲) جس مرکز پر عروج پاتے یا رسائی حاصل کرنے کی کوشش

بھی جاتی ہے سُرت کے بار بار ٹکرانے ۔جمنے اور متوجہ ہونے
سے اُس میں پہلے ایک قسم کا خفیف لیکن بے ضرر درد ہونے لگتا
ہے ۔جو خود بخود سُرت کے قایم ہو جانے سے رفع بھی ہو جاتا
ہے ۔یہ درد گرمی یا حرارت پہنچانے کے سبب سے محسوس
ہونے لگتا ہے۔

(۳)۔انکشافات ۔تجلّیات اور انوار یا جوتی اور پرکاش کے منظر آنکھوں
کے سامنے آتے ہیں کبھی یہ ظاہر ہوتے ہیں کبھی چھپ جاتے ہیں
کبھی ان پر آنکھ نہیں ٹھہرتی ۔کبھی ٹھہر جاتی ہے کسی وقت یہ خود بخود پرگٹ
ہوتے ہیں کبھی کوشش کرنے پر بھی دنوں تک ظاہر نہیں ہوتے ۔یہ
حالت اُس وقت تک رہتی ہے ۔جب تک دِل اُن پر حاوی نہیں ہو
جاتا ۔جب مشاقی خوب ہو جاتی ہے ۔صرف ذرا آنکھوں کے بند کر لینے
سے اُسی وقت اُن کا ظہور ہوتا ہے کسی کسی کو تو مختلف رنگ کی
روشنیاں ۔وغیرہ نظر آتی ہیں ۔اور کسی کو خاص طرح کا نور دکھائی دیتا
ہے ۔ابھیاسی جب اپنے تجربے گورو پر ظاہر کرتا ہے تو وہ ۔اُسے
ذہن نشین کرا دیتے ہیں ۔جتنے روحانی مرکز تمہارے دماغ میں ہیں وہ
سب کے سب لوک ۔کرّے ۔ایوان منڈل ہیں ۔وہاں بھی رچنا ہے
اور رچنا کی مخلوقات بھی ہیں ۔اِن کا بھی ابھیاس میں بعض وقت نظر آنا ممکنات
سے ہے ۔لیکن یہ مقصود نہیں ہے ۔

(۴) خود بخود آواز سُنائی دیتی ہے ۔ابتدا میں یہ ملی ہوئی بہت
سی آوازوں کا مجموعہ محسوس ہوتی ہے ۔لیکن باقاعدہ ابھیاس کرنے
سے اِس میں صفائی آ جاتی ہے ۔رادھاسوامی مت نے ہر مقام کی
مخصوص آواز بتادی ہے ۔لیکن ایسے بھی بہت ابھیاسی ملتے ہیں ۔

جن کو نیچے ہی کے مقام میں اونچے استھان کی آواز سنائی دیتی ہے
اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے جنم میں جس مرکز تک کی رسائی کر لی گئی
ہے۔ اُس سے ہمدردی رکھنا کی وجہ سے وہی کانوں میں آتی ہے
ایسے موقعوں پر گورو آپ سمجھا دیتے ہیں۔ کہ تم دلوں کے اندر نیچے
استھانوں کا ابھیاس ختم کر کے اونچے استھان کا سادھن کرو۔ اور
وہ کسی کا وقت ضایع نہیں کرتے۔
(۵) یہ معمولی باتیں اکثر ابھیاسیوں کے تجربہ میں آتی اور آئی ہیں
چڑھائی ہونے پر پہلے اُداسی۔ اور سستی آتی ہے۔ درد بھی محسوس
ہوتا ہے پھر خواب جیسی حالت طاری ہونے لگتی ہے۔ ذرا سا سنبھل
کر رہنے پر یہی سرور ایک قسم کے نشہ یا مستی میں تبدیل ہونے لگتی ہے
یہ خواب نہیں ہے نہ غفلت ہے۔ ذرا محتاط رہنے کی ضرورت
ہے۔ اور جہاں یہ گھنی ہونے لگی۔ پھر وہی انتہا درجے کے
لطف کی حالت ہو جاتی ہے۔ ابھیاسی جس وقت ابھیاس
سے اُٹھے اپنی آنکھوں کی کیفیت اور دل کی حالت پر بھی غور کیا کرے
تاکہ اُسے یہ سمجھ میں آنے لگے۔ لیکن یہاں دو حالتیں اکثر پیدا
ہو جاتی ہیں جن کا ذہن میں رکھنا بھی کسی حد تک مفید ہو سکتا ہے
اول یہ کہ جب کبھی سنساری خواہش ہو گی۔ منظر انوار اور
آواز سب یکدم سے غائب ہو جائیں گے اور مزہ کرکرا ہو جائیگا
[illegible] جاتا رہے گا۔ دوسرے جب کبھی ابھیاسی یہ خواہش
[illegible] گا۔ کہ یہ منظر انوار یا آواز آپسے خوب اچھی طرح دکھائی
اور سنائی دینے لگیں۔ اس وقت بھی یہی حالت ہو جائے گی۔
اور یہ غائب ہو جائیں۔ [illegible] ابھیاس میں اس بات کی سخت
ضرورت ہے کہ [illegible] قرار [illegible] معمولی عادت

کے موافق کیا جائے۔ اور نہ آنکھوں پر بوجھ ڈالا جائے۔ اور نہ دل کو زیادہ مجبور کیا جائے۔ کھینچ تان اور کشمکش نہ ہونے پاوے جو کام ہو۔ قاعدہ۔ اعتدال۔ اور مساوات کے ساتھ ہو۔

(۶) تین حالتوں کا ذکر اوپر ایک دو مرتبہ آگیا ہے۔ ابھیاس کی ابتدائی حالت میں رہنے سے تثلیث یا کثرت کا طبقہ خیال میں رہتا ہے۔ بعد ازاں اثنینیت اور دوئی کی کیفیت آتی ہے۔ جس میں نظر منظر پر جم جاتی ہے۔ اور ناظر اور منظور دو رہ جاتے ہیں۔ یہ سچا دویت واد ہے۔ اور جس وقت سادھن یا دھیان یا بھجن گھنا ہو جاتا ہے۔ اُس وقت وحدت کا مضمون ہو جاتا ہے اور ناظر۔ نظر۔ منظور تینوں ہی مل جاتے ہیں۔ یہ استغراق ہے اور اسے اگیان غفلت یا بے خبری نہ کہو۔ یہ نہایت اعلےٰ درجہ کی چیتنتا ہے۔ جسے گیان کہہ سکتے ہو۔ لیکن چونکہ دل اور زبان سے اُس کی وضاحت امر دشوار ہے۔ اس لئے سمجھ میں کمتر آتی ہے۔

(۷) جو عمل ایک مرکز پر کیا جاتا ہے۔ وہی ہر مرکز پر ہوتا ہے اور جب تک آخری مقام نہیں طے ہو لیتا۔ تب ہی تک سادھن کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد انسان جب خود شغل مجسم بن گیا تب اُسے کسی سادھن کی احتیاج نہیں رہتی۔ آخری منزل تک پہنچتے پہنچتے ابھیاسی کو اس قدر گیان ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات اُسے اپنے پہلے جنم کا روپ بھی نظر آ جاتا ہے۔ اور سنسکار وغیرہ کی خبر ہو جاتی ہے۔

سادھن کرنے سے سب سے بڑی بات یہ حاصل ہوتی ہے کہ یہ دنیوی زندگی [illegible] انتہائی ہو جاتی ہے [illegible]

کے خط و خال بالکل لطیف ہو جاتے ہیں۔ احساس کی طاقت انتہا درجہ کی بڑھ جاتی ہے۔ زندگی رسیلی بن کر بغیر کشمکش کے گذرنے لگتی ہے۔ بے خوفی۔ بے حجابی۔ اور بے باکی آجاتی ہے۔ شک اور شبہات ایسے رفع ہو جاتے ہیں گویا وہ پہلے تھے ہی نہیں۔

یہ سادھن کتنی مدت تک کیا جائے؟ اس سوال کا جواب ست پرش رادھا سوامی دیال کے اس دوہے میں موجود ہے۔

ایک جنم گورو بھگتی کر جنم دوسرے نام
جنم تیسرے مکتی پد چوتھے میں نج دھام

یہاں جنم سے مراد زندگی کے حصے یا وقت سے ہے۔ اس دوہے کو سن کر آواگون کے فضول جھمیلے کے وہم میں ابھیاسی کو بھول کر بھی نہ پڑنا چاہیئے۔ ورنہ اس وہم کا نکالنا مشکل ہوگا۔ جو شخص سادھن کرے وہ اس عقیدہ خیال یا وشواس کو پختہ کرے کہ ہم کو جو کچھ کرنا ہے۔ اسی زندگی میں کرنا ہے۔ آگے کیا ہوگا کون جانے کہ کیا ہوگا!

احساس کے لطیف ہوتے ہوتے جتنی اندرونی آنکھیں کھل جائینگی۔ اسی قدر ابھیاسی جیون مکت و نشا کے مزے اور لطف اٹھاتا جائے گا۔ اسی کا نام ترقی روحانیات اور رستگاری ہے وہ باہمہ اور بے ہمہ ہو جائے گا۔ تعلق میں بے تعلق اور بے تعلقی میں باتعلق رہے گا۔ اور جسم کے چھوڑتے ہی وہ ودیہہ مکت دشا میں چلا جائے گا۔ جہاں سے پھر واپسی نہیں ہوتی۔ یہاں جا کے پھر کبھی واپسی نہیں ہوتی۔

جب تک یوگ کے سادھن کرنے سے احساس لطیف نہ ہونگے۔ تب تک محض کتابوں کی باتیں رٹ لینے یا سمجھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ابھیاس کرنے سے تمام احساس لطیف ہو جاتے ہیں۔ اور انبھو یڑھ جاتا ہے۔ یہ انبھو ہی گیان ہے۔ اور یہ اُس وقت تک گیان کہلاتا ہے جب تک اس یا گیان کا گیان۔ اس علم کا علم اور اس انبھو کا انبھو ہوا کرتا ہے۔ بعد ازاں جب وقت سادھن تکمیل اور انبھو سمیت آدمی انبھو یا گیان کا رُوپ ہو گیا۔ تو پھر اُس کی کیفیت یا حالت کے اظہار کے لئے ہم کو کوئی لفظ نہیں ملتا۔ ہاں کوئی بھی لفظ نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ دِل اور زبان کا مضمون نہیں رہا۔ وہ کیا ہے اس کی سمجھ ہزار کوشش کرنے پر بھی نہ آئے گی۔ جیسے یہ رل گئی ہے۔ وہ تو اُسے پا گیا ہے۔ لیکن کہہ نہیں سکتا۔ اس کا انحصار اُسی کے ذاتی تجربہ پر ہے۔

تم اُسے سمجھانے بجھانے کے لئے گیان کہہ سکتے ہو۔ اور اُس کے گیان ہونے میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔ لیکن وہ اندریوں کا گیان کبھی نہیں ہے۔ وہ جو ہے وہ ہے اِس سے زیادہ زبان کھولنے کی جرأت نہیں کی جاتی۔ یہاں کثرت قلت۔ اثنیت اور وحدت تک کا وہم نہیں رہتا۔ نہ یہ ترنیتی واد۔ انیک واد۔ اور دویت ہے۔ اور نہ ادویت واد ہے۔ یہ دویت ادویت۔ وششٹا دویت اور شُدھ ادویت سے بھی اُونچی کیفیت ہے۔ سب درمیانی مرحلے ہیں۔ یہ آخری۔ انتہا۔ نربھ پد۔ ست دھام اور رادھا سوامی نام ہے

پچاسواں باب

رادھا سوامی مت

دُنیا کا رُخ بہتر حالت کی طرف ہے۔ ہر شخص اپنے فطرتی جذبات کے بموجب بہتر اور خوشتر حالت کا خواہشمند رہتا ہے۔ یہ جو کشمکش نظر آتی ہے۔ اس کا یہی مقصد ہے۔ اور گو اس کشمکش کی مذمت کی جائے لیکن قدرتی مصلحت اور ضرورت سے وہ خالی نہیں ہے۔

مذہب اس مقصد کے کامیابی کی یقینی تدبیر تسلیم کرتا ہوا چلا آرہا ہے۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا کے بہتر بنانے کی کوشش میں اس نے معقول حصّہ لیا ہے۔ ہر طریق کے بانی اپنے زمانہ کے حالات کے موافق لاثانی شخصیتیں تھے۔ انہوں نے جو تعلیم دی وہ رُوحانیت سے خالی نہیں تھی۔ لیکن اس ردوبدل کے طبقہ میں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور کوئی شے اصلی حالت میں نہیں رہنے پاتی۔ پس جس وقت کہ کسی طریق کا بانی زندگی سے سفر کر جاتا ہے۔ اُس کے جانشین دو ایک پشت کے بعد اصل راز کو بھول کر مجلسی ضابطوں کی ضرورت میں اسے بدل دیتے ہیں اور خود غرضی کے شکار ہو کر مذہب کو اپنے خیال اور ضرورت کے تابع کر لیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہر طریق تھوڑے ہی دنوں

کے لیے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔
رادھا سوامی مت نے اس نظر سے اپنے آپ کو قطعاً روحانیت کے طرزِ عمل کا پابند بنا رکھا ہے۔ اُسے کسی انسانی نسل یا انسانی گروہ کے مجلسی رسم و رواج یا ضابطوں سے تعلق نہیں ہے۔ اور نہ اُس کی نظر ایسی باتوں کی طرف رہتی ہے۔ معمولی مذہب صرف مجلسی حالت کے قایم رکھنے اور اُس کے افراد کو امن امان کے ساتھ چلانے کا ذریعہ ہے۔ اُس کی حیثیت صرف اس قدر ہے اور چاہے کوئی کسی مذہب کا ہو۔ یہاں اس کی تمیز نہیں روا رکھی جاتی۔ عیسیٰ بہ دین خود موسیٰ بدین خود! یہ اُس کا طرزِ عمل ہے ہاں اِن میں سے اگر کسی آدمی کو روحانیت کا شوق ہے اور وہ اُس کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔ تو شوق سے اُسکے دایرہ میں شریک ہو۔ اور تعلیم کا حظ اُٹھائے۔
برخلاف اور طریق کے یہاں نہ کسی کی زبان روکی جاتی ہے۔ نہ اُس کے سوال کے جواب دینے سے پہلوتہی کی جاتی ہے۔ صرف ادھکاری ہونے کی شرط ہے۔ اکثر انسان محض عجائب پرستی کی نظر سے یا اوروں کے دیکھا دیکھی شریک ہوتے ہیں۔ ان کو بھی منع نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کسی کو یہ نہیں معلوم ہے کہ کس میں ادھکار ہے۔ اور صحبت میں شریک ہونے سے خیالات کی وضاحت ہونے پر۔ روحانی جذبات کا خود بخود پتہ لگ جاتا ہے۔ ادھکاری کے لئے دروازہ کہیں بھی بند نہیں ہے۔ اور اُس کا ہر وقت خوشی سے خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ اور بلا کسی مذہب یا طریق کی توہین اور تردید کئے ہوئے اُس کے اعتقادات کو سمجھا بجھا کر راہ پر لایا جاتا ہے۔

کام جلدی کا نہیں ہے۔ وہ سادھن کرتے ہوئے آپ تجربہ کرے۔ اور گھٹ کے مقامات کی سیر کرتا چلے۔ جس قدر اُس کی باطنی آنکھیں کھلتی جائینگی۔ اُسی قدر وہ خود اہل باطن۔ رمز شناس اور رسیدہ ہوتا جائے گا۔ جب تک انسان خود تر عمل کر کے دیکھ لے۔ اُس کا اعتبار نہیں۔ معمولی عجائب پرست یا دیکھا دیکھی کام کرنے والے بہت جلد اُکتا جاتے ہیں۔ اور یا تو ابھیاس چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ یا اُس کے ساتھ رسمی اور رواجی طریق کا برتاو کرنے لگتے ہیں۔ یہ منع ہے ایسے آدمیوں کی روحانی ترقی نہیں ہوتی۔ رادھا سوامی مت اُلٹا مارگ ہے۔ اُس کی چال اُلٹی ہے۔ جو فرق سیدھے اور اُلٹے میں ہوتا ہے۔ وہی اس طریق میں اور دوسرے طریقوں میں ہے۔ سیدھا طریق کا رُخ تو حواس اور باہر کی طرف ہے۔ اُسکا حواس سے اُونچا۔ دماغ کی طرف اور انتر مکھ کی جانب ہے۔

اُلٹی ہے راہ اُس کی اُلٹا چلن ہے اُس کا
دُنیا کے مذہبوں سے ہے اُلٹا جتن ہے اُس کا

شبد

پرتھوی منڈل تیاگو سادھو! اُلٹ چلو اسمانا ہو!

(۱)۔ اُلٹا مارگ رادھا سوامی مت کا۔ کیوں سمجھے انجانا ہو
اُس کا بھید کوئی بھیدی پاوے رچا کے سنگے گورو۔ کانا ہو
(۲)۔ اُلٹی گنگا اُلٹی جمنا۔ سرسوتی اُلٹ بہانا ہو
اُلٹی چال چلے کوئی سجن۔ تب ست بندھ نہانا ہو
(۳)۔ جیت کو دو دھے من پھوڑے۔ نہیں اور کرم کمانا ہو
جگتی انوبھو سب بدھی انتم۔ گھٹ کی نگر لگانا ہو
(۴)۔ تیاگ ونا اگ کا سار جو سمجھے کرتا ہی یہہ جگ بیلانا ہو
بین بین نہیں کوئی لو جھے۔ تا سمجھے چھپ بیہانا ہو
(۵)۔ دل کو اُلٹ گگن کو بیدھے۔ بار سے تاک نشانا ہو
رادھا سوامی چرن شرن یہ بارہی سا اب جر کہا گورو گیانا ہو

اکانوّاں باب

کملوں یا چکروں کی کیفیت

اِس کتاب میں بار بار چکروں کا نام اور تذکرہ آیا ہے اُس کا مقصد صرف اِس قدر ہے کہ جس کسی شخص کو اونچے یا اعلےٰ یوگ کے سادھن کا شوق ہو۔ وہ اُس وقت تک کبھی عمل کی ابتدا نہ کرے۔ جب تک اُسے امتحان کا بھید نہ معلوم ہو جائے۔

ان چکروں کو کہیں کہیں کنول (کمل) بھی کہا گیا ہے۔ کمل یا چکر کی اصطلاحات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چکر گول دایرہ کو کہتے ہیں۔ اور کمل خاص قسم کے کھلے ہوئے پھول کا نام ہے۔ جس کی پنکھڑیاں اُس کی خوبصورتی کو بڑھاتی ہیں۔ چکر میں دندانے ہوتے ہیں۔ کمل میں پنکھڑیاں رہتی ہیں۔ دندانے اور پنکھڑیوں سے ایک ہی مقصد کی مراد ہے کسی چکر میں دو دندانے یا پنکھڑیاں ہیں۔ کسی میں بہت ہیں یہہ حقیقت میں تتّو یا عنصروں کے اظہار کی صورتیں ہیں۔ اور ابھیاسی کو قطعی ضرورت نہیں ہے۔ کہ خواہ مخواہ اِن کے تفصیلی جھگڑے میں پڑے۔ یہاں پر ہمارے لکھنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہم اپنے طور پر پڑھنے والوں کو معمولی زبانی یا علمی واقفیت دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اُس پر زور نہیں دیتے کیونکہ یوگ زبانی بحث مباحثہ کا مضمون نہیں ہے۔ یہہ

صرف کرنب کی ودّیا ہے۔ دل سنسکرت میں چیتے کو کہتے ہیں۔ یہاں چیتے سے مطلب صرف تتو کا ہے اور کچھ نہیں ہے۔

سنسکرت کی کتابوں میں چکروں یا کملوں کی تفصیل کہیں کہیں اس طرح پر آئی ہے۔ جس میں پنڈ اور برہمانڈ دونوں کو ملا دیا گیا ہے۔ اور برہمانڈ کے پرے کے چکروں کا سوا ایک ست پد کے اور کسی کا نام نہیں دیا ہے۔ اور اسی ست دھام کو برہمانڈ کی چوٹی بتا کر اسی پر سب کا خاتمہ کر دیا گیا ہے کاش اگر استھان کا بھید ساتھ ہی دیدیا جاتا تو یہ بھی کافی تھا۔ لیکن کہیں کہیں یہ بھید بھی صفائی کے ساتھ نہیں بتایا گیا جس سے بھرم پڑتا ہے۔ رادھاسوامی مت نے اسی وجہ سے ان کی الگ الگ تشریح کر دی ہے تاکہ جن کے کان ان اصطلاحات سے آشنا ہیں وہ مزید بھرم میں نہ پڑیں اور ابھیاس کو دل دیں۔

ہم پھر ان کی صراحت ذیل کے نقشہ کی صورت میں کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ان کی مزید وضاحت ہو جائے۔

نمبر شمار	نام چکر یا پدم	استھان	تتو یا عنصر	دل یا پتوں کا شمار	رنگ	دیوتا	حروف	بیج اکشر
(۱)	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۲)	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نمبر شمار	نام چکر کا	استھان	تتو یا عنصر	دلوں یا پنکھڑیوں کا شمار	رنگ	دیوتا	حروف	بیج اکشر
(۳)	منی پورک	نابھی چکر ناف سے بنا ہوا	اگنی	دس دل کمل	سرخ رنگ	وشنو	(۳)	ر
(۴)	اناہت	ہردے چکر دل کے قریب	وایو	دوادس کمل	نیلا	شو	(۴) ک اور ما وغیرہ کے ۱۱ حروف	ے
(۵)	وشدھی	کنٹھ چکر حلق کے قریب	آکاس	کھوڈس کمل	نیلا مائل سیاہی	آدیا دیوی	(۵) ۱۶ حروف وسط	ہ
(۶)	اجنا	تل چکر تیسرا تل درمیان دونوں ابرو	اہنکار	دو دل کمل	ہرا	سدا شیو	(۶) س اور ہ	یہ تو
(۷)	سہسرار	سہس دل کنول دماغ میں	مہت (بدھی)	ہزار دل والا سہس دل کنول	زرد	برہما	(۷) اوم	پرنو اوم بیج اکشر

یہ نقشہ شاکتک دھرم والوں کی اصطلاحات کے بموجب دیا گیا ہے ۔ جو لوگ رادھا سوامی مت کا ابھیاس کرتے ہیں ۔ اور جن کو گورو کا سنت سنگ نصیب ہو گیا ہے ۔ وہ سمجھ جائینگے کہ یہ سب کے سب سفلی مقامات کے ساتھ برہمانڈ کے ساتھ گتھتے ہوئے دکھائے گئے ہیں رادھا سوامی مت میں ان کے ساتھ دوسرقسم کا سلوک کیا جاتا ہے ۔ یعنی نیچے کے مقام سب چار چھوڑا دیئے جاتے ہیں ۔ اور

اور ان میں سے صرف خاص خاص چکروں پر سادھن کرایا
جاتا ہے۔
یہ پنڈ کے سفلی مقامات کا نقشہ ہے۔ جس میں برہمانڈ
کا شمول ہے۔ اور سہس دل یا سہسرار کو صرف دماغ کا اشارہ
کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہی سات چکر ویدک مت کے پرانا نام
والے گایتری منتر میں بھی دیئے گئے ہیں۔ نام بیشک ان
کے مختلف رکھے گئے ہیں۔ لیکن نفس مراد وہی ہے جو شاکتک
طریق والوں کی ہے۔

دو سال ہوئے میں کشمیر گیا تھا۔ وہاں ڈاکٹر بلونت سنگھ
صاحب اسسٹنٹ سرجن سری نگر سے جنہیں ایک سنسکرت
کی کتاب ملی تھی جس میں چکروں کی پرانے قاعدہ کے موافق
تشریح تھی۔ میں اس کتاب میں سے حسب ذیل صراحت
کے تفصیلی بیان کو نقل کرتا ہوں۔ اسے اس مضمون کا دوسرا
نقشہ سمجھو۔ اس کی تشریح یوں آئی ہے:- اس میں بھرمر
استھان تک کا پتہ دیا گیا ہے جسے رادھاسوامی مت میں بھنور گپھا
کہتے ہیں۔

دوسرا نقشہ

(۱) اوم دوادش بھرمر استھان۔ شر (دماغ) استھان
پیت (زرد) ورن۔ سورج کوٹی پرتی پرکاش تیجسوی دیوت
پرنجا۔ شودیوتا۔ مول مایا شکتی۔ پرماتما رشی۔ سے ادتنجا گتی
تا داتم سنبندھ۔ مول مایا پرکرتی۔ یہہ دام لوگ چر لکشن بیج
ہنس ستنتے۔ پستر نگ ترلیپ۔ سے سادھنی پر یہ استھان

مہا دھیا نم۔ سُوشمنا اوستھا۔ اُردھ پریوگا تما وغیرہ وغیرہ وغیرہ
(۲) اوم ایکادش سہس دل چکرم۔ سَشر استھانم۔ گورو دیوتا
چیتنیہ شکتی۔ وراٹ رشی۔ سربے کروشٹ سپنتی سترباتیت اوستھا
چیتنیہ آتمک وَرن۔ سروماترا۔ سرو دادیہ استھی۔ پرگیا واچا
سوہنگ ویدانوپم استھان اجپا جاپ۔
وغیرہ۔ وغیرہ۔ وغیرہ
(۳) اوم دشم پُورن گیری پاٹھے۔ للاٹ منڈلے۔ چندر
دیوتا۔ اگعشا شکتی۔ پرماتما رشی۔ اِمٹت واسنی کلا۔ انبیکا۔
لمبیکا۔ جنبیکا۔ نالکا۔ کاک دیہہ۔ سُرویم۔ کاک مکھم۔ ترتیرم
مکھم۔ گوشرنگم۔ للاٹ برہم پرم۔ سے گرلوا۔ منولم ہنس استھان
وام بھاگی ایڈا۔ پنگلا ستنا۔ سوشتم تیج ناڑی سُوشمنا۔
وغیرہ۔ وغیرہ۔ وغیرہ
(۴) اوم نوم استھانم۔ اگیا چکرم۔ بھرو اُستھانم۔ رکت
(خون)، ہرنم۔ اگری دیوتا۔ سوشمنا شکتی ہنس رشی۔ چیتنیہ شونیم
رشن) نرالمب۔ ۔ و۔ دل۔ دوماترا۔ انترماترا۔ بہرماترا استھی۔ اجپا
جاپ۔ اکشر برمہہ۔ اردھ ماترا۔ آکاش تتو ہنس گتی۔
وغیرہ۔ وغیرہ۔ وغیرہ
(۵) اوم اشٹم استھانم۔ بلو اچکرم۔ ناسِکا استھانم۔ اونکار دیوتا
سُوشمنا شکتی۔ وراٹ رشی۔ ترمی ورن (تین قسم کا رنگ)۔ ترمی ماترا
ترمی دل۔ اکار اُوکار مکار۔ سُورجس تمہ۔ پران۔ اپان۔ سمان۔
اُدان۔ ویان۔ ناگ کورم۔ کرکر دیو دت دھننجے۔
وغیرہ۔ وغیرہ۔ وغیرہ
(۶) اوم سپتم استھانم۔ وِشدھی چکرم۔ کنٹھ استھانہ۔ بجُوم ور

جیوتو دیوتا - اودیا شکتی - درات رشی - وایو واہن - آدان والو
جوالا - کالا - جہا کارن - دیبی سیمتا بھومکا - سلوکنا - کھیودش ماترا
ا - آ - اِی - اِی - او - اُو - رِی رِی - لری - لری - اے - اے
او - او - ان - اہ - اتی انتر ماترا - اتھ پتر ماترا - وِدیا - اودیا
اچھیا - گیان - کریا - شکتی - سشتیلا - جہا ودیا - مہامایا - بدھی -
تامسا - میتری - میتر یانی - کماری - رودرا سنگیتی - اتھرو ویدا

وغیرہ - وغیرہ - وغیرہ

(۷) اوم وشدھی کار کا چکرم - کنٹھ استھانم - پرتشٹھم - بدو ہران
بدھو بنگم - کھوڈش کلا - کریا گیان سشیلا - مہا ودیا - مہامایا - بدھی
تامسی - میتر - میتر یانی پرولتا - کماری - رودر کا - سنگیتی -

وغیرہ - وغیرہ - وغیرہ

(۸) اوم آناہت چکرم - ہردے استھانم - شوبت ورنم -
نموگنم اکارڈ - رودر دیوتا - آکا شکتی - ہرنیہ گربھ رشی - نندی واہن
پران والو - چوتی کلا - کارن دیہہ - سوشمنا ادستھا - پشینتی والے
ساہم وید - اسم ورتی - شیو لنگ پر اپنا بھومیکا - ساجنا - موکش
دوادش کلا - انتر ماترا رودرانی تیجا - چینتا - تانبی -
سکھدا - شیوا - سناتنی - اُما گوری - ماترا - جوالا - پر دالنی -
اچیا تیاپ نکٹ سہسرم - شوبت ورن - سرب شکتی -

وغیرہ - وغیرہ - وغیرہ

(۹) اوم جیوتر تھ - منی پور چکرم - نابھی استھانم - نیل ورنم
اکار ستوگن - وشنو دیوتا - لکشمی شکتی - مدھیما واکیہ - ہیجر وید -
دش دل - انتر آتما - پتر ماترا - شناتنی - کشما - میدھا تیسرا
دیا - بھیشنا - تپس گامنی - انمیا لکشمی - وغیرہ وغیرہ وغیرہ

(۱۰) ادھم نرتیہ کنڈلنی چکرم - سندور ورن - منور یا کارم - اردھ گھم اگنی دیوتا - سرپ آکارم - کملا دیوی - جٹھر اگنی - گریہ باس استھانم کنڈلنی شکتی -

وغیرہ - وغیرہ - وغیرہ

(۱۱) ادھم دوتیم سوادھشٹھن چکرم - لنگ استھانم - پیت ورنم وجوگنم برہما دیوتا - ساوتری شکتی - ورن رشی - کام اگنی - ستھول دیہہ - جاگرت اوستھا - رگ وید آچاریہ - لنگتا مجبوری کار - سابجھتا نگنی عیش واہن - کھٹ ماترا - کشما - کاما کشا تیجسونی منجتنی

وغیرہ - وغیرہ - وغیرہ

(۱۲) ادھم پرتھم مولادھار چکرم - گدستھانم - رکت ورنم گنیش دیوتا بدھی شکتی - موشکا واہن - چتردل - چتر ماترا - آنند یوگا نند - چدانند ستری پرمانند - اجپا جاپ - کلسٹ ستم سہسرم - پوجا مانسکی -

وغیرہ - وغیرہ - وغیرہ -

اس کے بعد اس میں ست وید - اور پاتال وغیرہ کا بیان ہے - جس سے ہم کو سر دست کوئی تعلق نہیں ہے - ان چکروں کے متعلق گورادھاسوامی مت نے بہت کچھ روشنی ڈالی ہے لیکن ضرورت صرف یہ ہے - کہ ابھیاسی سادھن کرے - اور زیادہ باتوں میں نہ بہکے

باونواں باب

رادھاسوامی مت میں چکروں کی تشریح

رادھاسوامی یوگ کے مت میں شاکت - یتیجلی اور بودھ مت کے چکروں

کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے - لیکن اُن کی مزید صراحت کر دی ہے اور رچنا کے طبقات ثلاثہ کی حیثیت میں ہر طبقہ کے چھ چھ یا سات سات چکر علیحدہ علیحدہ کر دیئے ہیں - یعنی پنڈ کے چھ چکر - برہمانڈ کے چھ چکر اور دیال دیس کے چھ چکر -

یہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں - کہ پُران - یوگ اور شاستروں نے چھ چکر تو پنڈ میں قائم کئے لیکن ایک چکر سہسرار کو دماغ میں قائم کر کے چکروں کا خاتمہ کر دیا ہے یہاں دوسری صورت ہے پنڈ کے سفلی چکروں کے نام وغیرہ دے کر انہیں ابھیاس کے لئے مشکل سمجھ کر برہمانڈ کی حد سے سادھن کی ابتدا کرائی - اور پران کی وساطت یا وسیلہ سے کام نہ لے کر پران کی جان یا جوہر شبد کو روح کی چڑھائی کا یقینی سامان ثابت کیا - یہ ان میں اور رادھا سوامی مت میں بھید ہے - شبد یوگ کا سلسلہ تو قدیم ہی سے چلا آ رہا ہے - لیکن اس کی صراحت اور مقامات کی وضاحت نہ ہونے کے باعث ناکامیابی کی صورت پیدا ہوتی تھی اور نہ ترقی کا امکان ہوتا تھا - کسی نے اگر سفلی شبد کا ابھیاس کر کے کچھ فائدہ حاصل بھی کر لیا - تو اعلیٰ اور کثیر العدد کے لئے عام طور پر مفید نہیں ہوا - اور دوسرے نام اور شبد ... سے اُوپر کا [illegible] بھی نہیں ہوا -

ہم نے اُوپر - چھ پدوں کے ساتھ سات چکر بھی بتائے ہیں - یہ وہ مقام ہے - جو ہر طبقہ کے گھٹ چکر کی چوٹی پر ہے - اور اُوپر کے مقام سے ملا ہوا ہے - اسے درمیانی برزخ یا سنگ نال کہہ سکتے ہو - اس کی صراحت اس طرح ہے

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

پہلا نقشہ پنڈ کے کھٹ چکر

نمبر شمار	چکر	مقام	دیوتا یا دیوی	تتو	فرض	ایک چکر کا دوسرے کے ساتھ فاصلہ	عام یوگیوں کے چکر
۱	گدا چکر	مقعد	گنیش	مٹی	مشغول رہنمی کا نشان کرنا	مقعد سے قریب ۲ انچ اوپر	مولا دھارا
۲	اندری چکر	آلہ تناسل	برہما	جل	مشغول شریر کا بنانا	اندری چکر کے ٹھیک ٹھیک	سوادھشٹھان
۳	نابھی چکر	ناف	وشنو	اگنی	مشغول شریر کا پالن پوشن اور مندر کی [illegible]	نابھی سے ملا ہوا ۱ انچ کی دوری پر	منی پورک
۴	ہردے چکر	دل	شیو	وایو	زندگی کی سنبھال	دل کی جگہ سے ملا ہوا۔	اناہت
۵	کنٹھ چکر	حلق	آدیا۔ درگا	اکاش	بار سنائی [illegible]	گلے سے ملحق	وشدھی
۶	[illegible] اتل	دونوں ابروؤں کے درمیان	پنڈی آتما	آتم تتو	حقیقت و بینش	بھروؤ مدھیہ	اجنا
۷	سہس دل	[illegible]	وراٹ پرش	وراٹ تتو	مشغول رہنا	تیسرے تل سے ملحق	سہسرار

نوٹ - یوگیوں نے جسے سہسرار کہہ کر چھوڑ دیا
اور جسکی جگہ دماغ میں بلا تشخیص اور تنقیح بتائی ہے - وہ
یہی سہس دل کمل ہے - اور وراٹ یعنی خدائے
عظیم کی جگہ ہے - جس کے آدھار پر تمام جیووں کی
زندگی کا دار و مدار ہے - اور رادھا سوامی مت میں
اُسے جوت نرنجن کہتے ہیں -

دوسرا نقشہ برہمانڈ کے کھٹ چکروں کا

نمبر شمار	چکر	مقام	تتو	دیوتا	فرض	ایک چکر کا دوسرے سے فاصلہ	یوگیوں کا چکر
۱	سہس دل کمل	تیسرے تل کے اوپر	آتم تتو	وراٹ	نیچے کی رچنا کی سنبھال	تیسرے تل کے ذرا اوپر	[illegible]
۲ تا ۴	ترکٹی	تل سے اوپر دو آنکھ کی فاصلہ	برہم تتو	اونکار	ترلوکی کی سنبھال	پیشانی کا درمیانی حصہ	
۵	سُن	ترکٹی سے ذرا اونچا	سوکشم تتو	سُن پرش	”	پیشانی کے درمیانی حصے سے ذرا اونچا	
۶	مہاسُن	سُن سے ذرا اونچا	”	”	”	”	
۷	بھنور گپھا	پیشانی کی چوٹی	”	پربرہم پد	”	پیشانی کی چوٹی	

نوٹ - ترکٹی میں تین استھان ایک ساتھ شامل ہیں - اُن میں تین دھنی وراٹ - اویاکرت - اور ہرنیہ گربھ

شامل ہیں۔اصل میں بہہ اوپا کرتیہ ہی کا اصلی استھان ہے۔ اس کے نیچے تیسرے تل کے اوپر ورات نرکٹی میں اوپا کرتیہ اور شن جہاں ہیں ہر نیہ گربھ کی باسا ہے۔ لیکن ایک دوسرے کے سہارے رہتے ہیں۔ اسی ترکٹی سے جو سوکشم تتوں کی دھار ظاہر ظہور پر آمد ہو رہی ہے۔ وہ شبد۔سپرش۔روپ رس گندھ کہلاتی ہے۔ اور انہیں سے نیچے طبقہ یعنی پنڈ دیش میں مہابھوت خواہ ستھول تتو آکاش۔وایو۔اگنی جل اور پرتھوی پیدا ہو ہو کر نیچے کے چکروں میں اپنا اپنا استھان بنایا ہے۔جس کا بیان اسی باب کے پہلے نقشہ میں آگیا ہے۔ترکٹی اصل میں اونکار پرش کا استھان ہے۔اسی پر ترلوکی کا دارومدار ہے اور اوم شبد اس میں ہر وقت گونجتا رہتا ہے۔وہی بیج شرتی سچّا اُدگیت اور بیج منتر ہے۔اور بغیر اس کی مدد کے نہ اونچے استھانوں میں چڑھائی ہوتی ہے۔ اور نہ نیچے روحانیت آتی ہے۔ اسی سبب سے ویدک رشی ہر موقع پر اسی سے مدد لینے کے محتاج تھے۔یہ سب کی کنجی ہے۔رادھاسوامی مت میں اسی ترکٹی کو گورو کا دھام۔اور اس کے شبد اوم

نمبر شمار	چکر	مقام	دیوتا یا دھنی	شبد	غرض	چکروں کا فاصلہ	کیفیت
(۵)	اگم لوک	الکھ لوک سے اونچا	اگم پرش	//	//	الکھ لوک سے اونچ کی دوری	
(۶)	رادھا سوامی دھام	اگم لوک سے اونچا	رادھا سوامی دیال	//	//	جہاں شبد دُھن کی چوٹی بالکل ہو جاتی	//
(۷)	رادھا سوامی دھام	چوٹی سے اوپر	//	//	//	شرتی کے اوپر کے حصے سے اونچا	

نوٹ (۱) اصلی حرکت ست لوک سے آتی ہے۔ یہاں تک حرکت کا اتوان ہے۔ اس مقام سے آگے بے حرکتی کی حالت رہتی ہے۔

(۲) صورت کا بھی اتوان اسی ست لوک تک ہے آگے بے صورتی کے مرحلے آتے جاتے ہیں۔

(۳) تریا پد اور تریا تیت پد ہر کھٹ چکر کے اوپر ہے سنتوں کی اصلی تریا ست لوک میں ہے اور اس کے پرے اصلی تریا تیت پد آتا ہے۔

(۴) ہم نے اوپر جتنے مقامات بتائے ہیں ان میں رچنائیں ہیں۔ کاش اگر وشنو پُران ہی کو لوگ پڑھتے تو کسی حد تک اس مضمون کو سمجھ لیتے لیکن مشکل یہ ہے کہ پورانوں کو بھنگ پینے والوں کی لن ترانی تصور کر کے انہیں بے مصرف بتا دیتے ہیں۔ ہم نے

اسی خیال سے **وشنو پوران** کا اُردو میں ترجمہ کر
کر دیا ہے تاکہ جو لوگ پسند کریں۔ وہ پڑھ کر اپنے
معلومات میں اضافہ کریں۔

(۵) پڑھنے والے ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ یوگ عملی طریق
اور کرنی کی ودیا ہے۔ محض پڑھنے یا سن لینے یا
جان لینے سے کبھی کام نہیں نکلتا۔ اور ابھیاسیوں
کو بھی تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ ایک دو استھانوں کے
ابھیاس پر قانع (سنتوشی) نہ ہو جائیں۔ برابر عمل
کو جاری رکھیں۔ تاکہ آخری مقام کا سادھن کر کے
بہ آسانی جیون مکت دشا کو پراپت کریں۔ پھر وہ
خطرات سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائیں

(۶) ابھیاس کرنے والوں کو گورو کی صحبت اور ست سنگ
کا ہمیشہ خیال رہے۔ کیونکہ یہ علم سینہ ہے۔ علم
سفینہ نہیں ہے۔ ست سنگ میں اکثر اشارے
لطیفہ اور رمز کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جو ابھیاسی
کی روح کو بلند پرواز بنانے کا اہتمام کرتی ہیں۔ بغیر
ست سنگ کے اصلیت کا پردہ بہ مشکل اٹھتا
ہے۔ یہ تجربہ کی بات ہے *

* تائیدی کلام ۵ ۔ چوں کشاید اور سر انبان راز ، جان ببینے عرش ساز و زرک و تاز
* تشائینی کلام ۶ ۔ جب وہ گھٹ کا بھید سناویں ، تنبیہ کی اور سرت من دھاویں

میری اس تحریر کو پڑھ کر ہر شخص کو بطور خود فقیر دل یا سنتوں کے ست سنگ میں جا کر جانچ کرنے کا موقع ملیگا۔ اور جہاں اُسے تسلی اور تشفی کے سامان کا امکان نظر آئے۔ اُسی جگہ اُس کے کام بننے کی امید ہوگی۔ بھیڑ دھان چال سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہر شخص کو خیال رہے۔ کہ رادھا سوامی مت مجلسی طریق۔ یا سوشیل مذہب نہیں ہے۔ خالص روحانی مارگ ہے۔ اکثر ست سنگ کرانے والے روحانیت کی ناواقفیت کی وجہ سے اپنے شاگردوں کو سماجک ناول میں پھنسا دیتے ہیں جس سے اُن کا روحانی نقصان ہوتا ہے۔ سماجک کاموں کے لئے ہر جگہ مختلف سماجیں موجود ہیں۔ اور وہ بہتر اور خوشتر طریقہ میں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ سنت مت میں سماجک باتوں کے نظر انداز کرنے کا اہتمام رہتا ہے۔

تہترواں باب

موجودہ سائنس کے اوپر فوق کٹ چکروں کی اشارۃً تشریح

پنڈ کے چھ چکروں کی نسبت تو کسی کو بھی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ وہ ایک طرح پر ثابت ہیں لیکن یہ سمجھنا کہ

دکال ولیس) اور دیال ولیس کے کھٹ چکروں کی طرف موجودہ زمانہ کے علما کی توجّہ نہیں گئی ہے۔ گو وہ تحقیقات سے غافل نہیں ہیں اور زمانہ آرہا ہے جب اِن کی بھی سمجھ علمی محققوں کو آنے لگے گی۔

اکثر علما صرف دِل ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ سُرت یا رُوح کی تو اُنہیں خبر بھی نہیں ہے۔ بعض بعض ایسے بیشک ملتے ہیں جو طبقات ثلاثہ یعنی جسم۔ دِل اور رُوح کی خبر رکھتے ہیں۔ اب کوئی کوئی کسی قدر طبقۂ رابع یعنی چوتھی اوستھا کا قیاس کرنے لگ گئے ہیں۔

اناٹومی یعنی تشریح الاعضا کے اطبا کہتے ہیں کہ دماغ میں بارہ نقطے ہوتے ہیں۔ اِن میں سے چھ زرد رنگ کے ہیں اور چھ سفید رنگ کے ہیں۔ لیکن یہ نہ بتاسکے کہ وہ کیوں ہیں؟ رادھا سوامی مت نے اس قدر روشنی ڈالی ہے کہ چھ زرد رنگ کے نقطے برہمانڈ کے کھٹ چکر ہیں۔ اور چھ سفید رنگ کے دیال دیس کے کھٹ چکر ہیں۔

یہ مجہولیت کی حالت میں پڑے رہتے ہیں۔ اگر ابھیاس کر کے اِن کو حرارت پہنچا کر روشن کر لئے جائیں۔ تو یہ انسان کی زندگی کو پلٹ دیں۔ اور دُنیا کی حالت تبدیل ہو جائے۔ جیسے ہم سنت لوگ کہتے یہ وہی استھان جسے انگریزی میں پنیل گلینڈ کہتے ہیں۔ اوروں کا نام اناٹومی میں نہیں آتا۔

چولواں باب

آتما لوگ کی بابت اُپنشدوں کی شہادت

بیچ بیچ میں ہم اس آتما لوگ کے متعلق اُپنشدوں کی شہادتیں پیش کرتے چلے آئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کے خاطر نشین ہو جائے کہ قدیم زمانہ سے اس کو سب اہم قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ اور علم سینہ کے سلسلہ کے طور پر اس کا رواج جاری تھا۔ ہاں وضاحت اور صراحت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ فراموش ہوتا گیا۔

ذیل میں دو چار شہادتیں اور نذر کی جا رہی ہیں:۔

میترائی اُپنشدوں۔ ادھیائے ۲ شلوک ۲۲

"شبد وادی ... اپنے کانوں کو انگوٹھے سے دبا کر من کے آکاش میں شبد سُنتے ہیں۔ جن کی سات مشابہتیں آواز موجود ہیں۔ مثلاً دریا کے گڑگڑاہٹ۔ زیوروں کی جھنکار۔ گھنٹہ بادل کی گرج۔ پہیئے کی کھڑکھڑاہٹ۔ اور بغیر ہوا کی گونج۔"

ہنس اُپنشد

"جب ہنس شبد میں لے ہوتا ہوا آتما سنگ یعنی من کے گھاٹ کے پرے پہنچکر بغیر من کا ہو جاتا ہے تو وہ حالت تریا سے اونچی ہے۔"

ناد بند اُپنشد۔

"بے شمار ناد اور بے شمار بند پرلو برہمہ شبد میں"

سے ہوتے ہیں۔"
"شبد متجلی ہے۔ اور مُولا دھار سے برہم رنیدر تک محیط ہے۔ اسی کو برہم پراتما (یا شبد برہم) کہتے ہیں۔"
امرت ناد اُپنشد۔
"دل کے (سوراخ) کھُلنے۔ وایُو کے کھُلنے۔ اور سر کے کھُلنے سے موکش پراپت ہوتا ہے۔"
چھاندوگ اُپنشد کے پہلے باب کے دوسرے فصل سے لے کر پانچویں فصل تک پڑھو۔ جس میں اُدگیت (یعنی آسمانی نغمہ) کا نہایت عجیب اور مطلب خیز بیان آیا ہے۔
کٹھ اُپنشد دوسری ولی:۔
اِس شبد سے مُراد برہم ہے۔ یہ آواز ہی سب سے افضل ہے۔ جو اس شبد یا آواز کو جانتا ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے۔ حاصل کر لیتا ہے۔"
منڈک اُپنشد۔ باب ۲۔ فصل ۲۔ شلوک ۸
"دِل کی گرہ کھُل جاتی ہے۔ شک وشبہات جاتے رہتے ہیں۔ کرموں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہ افضل جو کہ غیر افضل بھی ہے۔ دیکھ لیا جاتا ہے۔"
اِس قدر شہادت کافی ہے۔

پچیسواں باب
صُوفیوں کے کلام کی شہادت

سُلطان الاذکار کے شاغلوں کے کلام اس کے متعلق بیشمار ہیں

چھپنواں باب

سنتوں کے کلام کی شہادت

رادھا سوامی مت کا نام ست مت بھی ہے۔ سنتوں کے اصول میں ذرا بھی اختلافات نہیں ہیں۔ کبیر صاحب۔ نانک صاحب۔ داد و صاحب۔ جگ جیون صاحب۔ پلٹو صاحب اور ست پرش رادھا سوامی صاحب سب سنت کہلاتے ہیں۔ اِن کے کلام یہاں اس خیال سے داخل کئے جاتے ہیں۔ کہ پڑھنے والوں کو وسیع نظری حاصل ہو۔

کبیر صاحب کا شبد

سادھو شبد سادھنا کیجئے

جیہی شبد تے پرگٹ بھئے سب سوئی شبد گہہ لیجئے (ٹیک)

(۱) شبد گورو شبد سُن سِکھ بھئے۔ شبد سو برلا بوجھے
سوئی سِکھ سوئی گورو مہاتم۔ جیہی انتر گتی سوجھے

(۲) شبدے وید پُران کہت ہے۔ شبدے سب ٹھہراوے
شبدے سُرمنی سنت کہت ہیں۔ شبد بھید نہیں پاوے

(۳) شبدے سُن سُن بھیکھ دھرت ہیں۔ شبد کہے انوراگی
کھٹ درشن سب شبد کہت ہیں۔ شبد کہے بیراگی

(۴) شبدے کایا جگ اُتپانی۔ شبدے ہی کا ہے پسارا
کہیں کبیر جہاں شبد ہوت ہے۔ تاں ہے بھید نیارا

شبد جگ جیون صاحب

جب سن شبد مانے کو سے (ٹیک)

(۱) لاکھ دن دن ادھک ہووے۔ مانی کبھوں نہ ہوئے
دیکھ کر تنہی تحت ناہیں۔ نرک پڑی ہے سوئے
(۲) شبد بھاکھے کرے سانچا۔ ست ست سموسنہ
پہنچ رہے گگن گھر میں۔ کال کھاوے نہ کوئے
(۳) تہاں بیٹھ نروان سنگرے۔ چرن گہہ رہے سوئے
جگ جیون تتے امر جگ جاے۔ آواگون نہ ہوئے

شبد ملوک داس جی

ابدھو کیا کہی تو ہی بکھانوں
گگن منڈل میں انہد باجے۔ جاتی برت نہیں جانوں (ٹیک)

(۱) اہو۔ اہو میں کہا کہوں تو ہی۔ ناؤں نہ جانوں دلوا
سن منڈل کی جگت تباوے۔ کیسی بدھی بیچ سیوا
(۲) تیرتھ بھرمے بڑے کہاویں۔ باد کرت ہیں سوئی
اندھ دھندھ چل جات نرنجن۔ مرم نہ جانے کوئی
(۳) اوگت گتی تمہری ابناسی۔ گھٹ گھٹ رہت چھپایا
جہاں تہاں تیری مایا کھیلے۔ ستگور موہی لکھایا
(۴) وید پڑھے پڑھ پنڈت بھولے۔ گیانی کتھ کتھ گیانا
کہت ملوک تیری اوگت لیلا۔ سو کاہو نہیں جانا

شبد دھرم داس جی

ہیرا جھلکے دوار پر پرکھے کوئی سُورا (ٹیک)

(۱) جی آمن ہے سنت کو بیٹھے دھر دھیرا
شن سمادھ لگا کے پہنچے والے تیرا

(۲) باجے برہمن بانسری - سُن کے گئی پیرا
آٹھ پہر نوبت جھڑے - اتی گہر گنبھیرا

(۳) گنگ جمن کے بیچ میں - بک رچی ہر ہیرا
پورب سے پچھم بجے - اتی گگن گنبھیرا

(۴) یہ ہیرا انمول ہے - سب کے گھٹ اپرا
کہیں کبیر دھرم داس سے - پایو پد پورا

شبد دریا صاحب (بہار والے)

بسنت

(۱) مان شبد جو کر بویک | اگم پُرش کا رُوپ نہ ریکھ
(۲) الٹ دل کمل سُرت لولائے | اجپا جپی کے من سمجھائے
(۳) بھنور گپھا میں اُلٹی جائے | جگمگ جوتی رہی چھپی چھپائے
(۴) بنک نال گہی کھیچے سُوت | چمکے موتی بجلی بہت
(۵) سیت گھٹا جہوں اور گگن گھہرائے | اجرا جہاں ہو سے اجیور
(۶) امی کنول بیچ کر و بچار | جوت شبد جہاں امرت دھار
(۷) چیۃ چکر کھوج کرو نواس | کنول چکر جہاں جیو کو باس

(۸) کایا کھوج جوگی بھلان | کایا باہر پد نروان
(۹) سنگور شبد جو کرے کھوج | کہے دریا تب پورن جوگ

شبد (ساکھی) داؤد صاحب

(۱) شبد ہی بندھا سب رہے | شبد ہی سب ہی جائے
شبد ہی سے سب اُوپجے | شبد ہی سب ہی سمائے
(۲) شبد سے ہی سچ پائیے | شبد سے ہی سنتوش
شبد سے ہی استھر بھیا | شبد ہی بھاگا شوک
(۳) شبد سے ہی سُوکشم بھیا | شبد سے سہج سمان
شبد سے ہی نرگُن ملے | شبد سے نرمل گیان
(۴) شبد سے ہی مُکتا بھیا | شبد سے سمجھے پران
شبد سے ہی سُوجھے سبھی | شبد سے سُر جھلے جان
ایک شبد سب کچھ کیا | ایسا سمرتھ سو سے
آگے پیچھے تو کرے | جو بل ہین ہو سے

شبد متفرقات (جیجھ رشی (راجپوتانہ والے) وشنوی پنتھ کے بانی)

(دوہا) (۱) شبد سنا پرسن بھیا | شبد ہا نا ہیں دوسے
تب اُودھرن پہ نام کر | من کا دوندکا کھوسے
(۲) جیجھی کے سادھو اسا مُوں پیار اپار دوں ـ تھا گھ ـ اتھا گوں اُنیا سرا گنوں
گھر گنج نمر گگن پیا سے

باجت نادُو مان کیا یو۔ پھیرُ لوکا یو نہیں لکھا یو۔ دنیا راتی باولیا اوں
یا د بواد ے دا گو کھیتا

(۳) ادھم شبد سو ہم آپ ۔ انتر جیپے اجپا جاپ
ستیہ شبد لے لنگھے گگا ٹ ۔ پھر نہ آوے جوتی باٹ
(۴) اوُدھو شبد نِرنتر گئے ۔ تہاں دوس نہ رینی گئے
جہاں سُنہ۔ نہ باپ۔ جاتی کُل ناہیں ۔ سُو کشم نہیں اَستھولم
اُپتی پرلے ناد بند نہیں ۔ برکش نہیں تہاں مُولم
جہاں چند نہ سُور پون نہیں پانی ۔ تہاں ہندو نہ مسلمانی
پانی میں لون۔ لون میں پانی ۔ تتُو ہی تتُو سمانی
(۵) ونڈی سو جو کا یا ونڈے ۔ آوت جاتی ترشنا کھنڈے
پانچو اندری کو مارے تان ۔ سو ونڈی ہے پرم پرمان

دوھو دم کو کھیوا اَمنی رہیوا
جیوں باجی وا اَنہد تُورم
گگن منڈل میں بجلی چمکے چند نہیں تہاں سُورم

بس۔ اسی قدر شہادت کافی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب سُرت شبد یوگ کلپدرم میں بہت سے سنتوں کی سوانح عمریوں کے ساتھ اُن کے کلام بھی دیئے ہیں۔ جن کا جی چاہے دم کہا ہیئے انتر دگیانی لاہور سے منگا کر پڑھ لیں قیمت ۱۲

تمام ہوا یوگ سِدھار
جو سنت سماگم یعنی صحبت فقرا کا نمبر ۵-۶ ہے۔
راد ھا سوامی [راد ھا سوامی دیال کی دیا! راد ھا سوامی سہائے!!

وگیانی کے فائل

جنہوں نے وگیانی کو بغور پڑھا ہے۔ وہ کہہ سکیں گے کہ اس قسم کا دوسرا
تصوف کے پُر اسرار مضامین کا مخزن اس وقت تک نہیں نکلا اسمیں بیش
بیشمار گیان دھیان بھگتی اُپاسنا کرم یوگ وغیرہ مضامین کے سوا ہر جلد میں
متعدد قصے کہانیاں باریک سے باریک روحانی اشارے شبد اور عملیات وغیرہ آسکے ہیں
کسی کسی جلد میں تو پانچ پانچ سو سے زیادہ صفحات کی کتابیں بھی ہیں جو باوجود
ضخیم اور قیمتی ہونے کے اسی معمولی چندہ کے نام قیمت پر مل جاتی ہیں ابھی دفتر میں
ہر جلد کے پیچھے مکمل نمبر موجود ہیں جو کیجائی خرید کرنے والوں کو بھیجے جا سکتے ہیں
محصول ڈاک ہم اپنی طرف سے ادا کرینگے قیمت معمولی لی جائے گی

جی تو چاہتا ہے کہ تمام جلدوں کے مضامین کی سرخیاں یہاں دی جاتی
ہیں۔ انکی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اس لئے صرف ان کتابوں کے نام ہی دئے
جاتے ہیں جو کسی کسی جلد میں آئی ہیں۔ تاکہ جو شخص جس سال کا فائل چاہے منگا لے

پہلی جلد کی کتابیں (۱) خاموشی پسند دل (۲) موت اور زندگی کی کہانی
(۳) سناتن دھرمیوں کی دلچسپ داستان (۴) بہشت والوں کا حال (۵) سناتن
دھرمیوں کی دوسری دلچسپ داستان (۶) جل پرستی کی ایک کہانی (۷) مو[illegible]
زندگی کا ناٹک۔

دوسری جلد کی کتابیں (۸) سناتن دھرمیوں کی تیسری دلچسپ داستان
(۹) کرشن لیلا (۱۰) مصنوعی قصہ (۱۱) شاہی فیاضی یا جگت بھگت [illegible]

کی کہانی (۱۳) سوداچرتر (۱۴) بالکل چھوٹی چھوٹی باتیں (۱۵) شاہی بھگت (۱۶) راج بھگتی۔

تیسری جلد کی کتابیں (۱۷) آسمانی بدلہ (۱۸) محمد صاحب کی ضخیم سوانحعمری (۲۰) دیہاتی مسلمانوں کا قصہ (۲۱) چاریار (نہایت ہی عجیب چیز ہے) (۲۲) سادہ لوح دیہاتی (۲۳) راج بھگت (ضخیم) سوانحعمری حضرت علی۔

ہر سہ جلدوں کی قیمت صرف ۳ ہے

چوتھی جلد کی کتابیں (۲۴) دیہاتیوں کا قصہ (۲۵) عورت کی پیدائش (۲۶) عورت کیسے بنی (۲۷) عجیب وغریب انصاف (۲۸) بیشرمی کی ادبھت کہانی ضخیم نہایت ہی اچھی چیز (۲۹) عجیب وغریب خواب (۳۰) عورت کے ڈر سے بھوت بھاگا (۳۱) روحانی سبق (تیرہ باب میں) (۳۲) پانچ کہانیاں (۳۳) پنچ تتر پانچویں جلد کی کتابیں (۳۴) ایک قصہ (۵ باب میں) (۳۵) بدھ سکشا (۳۶) بھگتی گیان وچار (۳۷) شیوسنکلپ اپنشد (۳۸) سچ وچار (۳۹) بیتاہ وچار ایک ساتھ سات کہانیاں (۴۰) ولی راجی کی چرتر (۴۱) گوروکے بچن ۲۵ باب میں (۴۲) سرایان لینی سے نوشی (۴۳) باپ چرتر تیرہ باب میں۔

چھٹی جلد کی کتابیں (۴۴) وگیان راماین ۴۰۰ صفحہ کی ضخیم کتاب مشہور ہے

قیمت ہر سہ جلد فی یکجائی صرف ۲ ہے پانچ جلدوں کی صرف ۵

ساتویں جلد کی کتابیں (۴۵) وچار رنگتی ۱۹ ترنگوں میں ضخیم کتاب صفحہ (۴۶) یوگ ترنگتی ۲۲ ترنگوں میں ۱۱۶ صفحہ (۴۷) وگیان پرشنوتر اتھن (۴۸) وگیان درشن (یوگ وششٹ) ۴۰۰ صفحہ

آٹھویں و نویں جلد کی کتابیں [illegible]

۲۳۶ صفحے (۵۱) وگیان سنتاین ۲۲۸ صفحہ پر

قیمت ہر سہ جلد یکجائی صرف ۱۲ ؎ علیحدہ خریداروں سے ۵ ؎

دسویں جلد کی کتابیں (۵۲) چھایا (۵۳) عجیب و غریب خواب (۵۴) دل پسند قصہ (۵۵) مثالیہ کہانیاں (۵۶) مثالیہ کہانیاں (۵۷) عشق صادق پر

گیارہویں جلد کی کتابیں (۵۸) مثالیہ کہانیاں (۵۹) رام کہانی (۶۰) رشی دیا دیر سوز قصہ (۶۱ راہداس چرتر (۶۲) بھارتی (۶۳) روحانی ترقی (۶۴) مثالیہ قصے (۶۵) بلی دان (۶۶) مثالیہ کہانیاں (۶۷) ستیا ستاتن آریہ دھرم ۱۱۶ صفحے

بارہویں جلد کی کتابیں (۶۸) شاہی پتی پرائن - مشہور کتاب (۶۹) بچپن سار حصہ ۳ (۷۰) آئینہ کشمیر کے حالات (۷۱) بچپن سار حصہ چہارم (۷۲) مفید نصیحتیں (۷۳) بچپن سار حصہ چہارم (۷۴) مورتی پوجا وغیرہ وغیرہ وغیرہ -

قیمت ہر سہ جلد صرف ۱۲ ؎ معہ محصول ڈاک

نوٹ :- دیکھئے ۲۴ سے زیادہ ضخیم کتابیں کتنی سستی دی جاتی ہیں اور کتنی ہزار مضامین و تحریرات کا کیا ٹھکانا - جو صاحب یکجائی خرید کریں گے اُن کو یہ چھ ہزار صفحوں کا مجموعہ صرف ۱۲ میں دیا جائے گا - دفتر میں اب تھوڑے سے سیٹ رہ گئے ہیں - بعد کو پتہ تلاش کرنے سے بھی نہ ہاتھ آئیں گے

المشتہر